

نوائے افغان جہاد

اگست ۲۰۱۸ء

ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ

پاکستان کا مطلب کیا۔۔۔ لا الہ الا اللہ۔۔۔

ہم پاکستانی ہیں اور لادینیت، سرمایہ دارانہ جمہوریت، سودی معیشت، تحکیم بغیر ما انزل اللہ، جرنیلی جرائم، عالم کفر کی
چاکری اور فحاشی و عریانی سے اٹاپا پاکستان نہیں بلکہ دین و شریعت کی بالادستی کی بنیاد پر قائم پاکستان، ہم ہی بنائیں گے!!!

بإذن اللہ



فتح شام کے بعد امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خطاب

حضرت بابلی کہتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا عمر فاروقؓ ملک شام میں داخل ہوئے تو انہوں نے جابیہ شہر میں کھڑے ہو کر بیان میں ارشاد فرمایا:

”اما بعد! قرآن سیکھو اس سے تمہارا تعارف ہو گا اور قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں ہو جاؤ گے اور کسی حق دار کا درجہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا کہ اس کی بات مان کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے... اس بات کا یقین رکھو کہ حق بات کہنے سے اور کسی بڑے کو نصیحت کرنے سے نہ تو موت قریب آتی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا رزق دور ہوتا ہے... اس بات کو جان لو کہ بندے اور اس کی روزی کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا ہے، اگر بندہ صبر سے کام لیتا ہے تو اس کی روزی خود اس کے پاس آ جاتی ہے اور اگر بے سوچے سمجھے روزی کمانے میں گھس جاتا ہے (حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا) تو وہ اس پردے کو تو پھاڑ لیتا ہے لیکن اپنے مقدر سے زیادہ نہیں پاسکتا... گھوڑوں کو سدھاؤ، تیر چلانا سیکھو، مسواک کیا کرو، موٹا جھوٹا استعمال کرو، عجمیوں کی عادتیں اختیار کرنے سے اور ظالم جابر لوگوں کے پڑوس سے بچو... اس سے بھی بچو کہ تمہارے درمیان صلیب بلند کی جائے یا تم اس دسترخوان پر بیٹھو جس پر شراب پی جائے... جب تم عجمیوں کے علاقہ میں پہنچ جاؤ اور ان سے معاہدہ کر لو تو پھر کمائی کے ایسے کام اختیار کرنے سے بچو جن کی وجہ سے تمہیں وہاں ہی رہنا پڑ جائے اور ملک عرب میں واپس نہ آ سکو کیونکہ تمہیں اپنے علاقہ میں عنقریب واپس آنا ہے اور ذلت و خواری کو اپنی گردن میں ڈالنے سے بچو۔“

(حیۃ الصحابہؓ: ج ۳، ص ۴۵۵، ۴۵۴)



نوائے افغان جہاد

جلد نمبر ۱۱، شمارہ نمبر ۱

اگست 2018ء

ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ



تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔

nawai.afghan@tutanota.com

انٹرنیٹ پر استفادہ کے لیے:

Nawai-afghan.blogspot.com

Nawaiafghan.blogspot.com

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع نظامِ کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد

﴿اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔﴾

﴿افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔﴾

﴿امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو پشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔﴾

اس لیے.....

اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

ادارہ

تذکیہ و احسان

۵	نیت کی فضیلت	۵
۷	عشر کبڑی الحج کے فضائل	۷
۹	توحید باری تعالیٰ۔ سلسلہ درس احادیث	۹
۱۲	یہ خبر نہ چھپنے پائے گا!	۱۲
۱۵	ابوبکر الصديق (رضی اللہ عنہ)۔ سیاسی و عسکری قائد کی حیثیت سے	۱۵
۲۰	مولانا فضل اللہ خراسانی رحمہ اللہ (امیر تحریک طالبان پاکستان) کی شہادت پر تعزیت	۲۰
۲۰	شیخ یحییٰ الطواہری حفظہ اللہ کا مولانا فضل اللہ خراسانی رحمہ اللہ کی شہادت پر تعزیتی بیان	۲۰
۲۱	ایمان اور کفر۔ قرآن و سنت کی روشنی میں	۲۱
۲۳	ہم و افغانین پر بھی اسلام کا جہنم اسی جہاد کے ذریعے لہرائے گئے!	۲۳
۲۵	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے سیاسی افکار	۲۵
۲۹	تحریک شیخ الہند رحمہ اللہ۔ مقصد اور منہج	۲۹
۳۳	اسلام کی دہ و مگر کیسے!؟	۳۳
۳۵	شائستہ کا بھران	۳۵
۳۶	عصمت و وطن حرام ہے!	۳۶
۳۷	قیدی کو چھڑاؤ!!!	۳۷
۳۹	علمائے کرام کی خدمت میں!	۳۹
۴۲	عام انتخابات کا تاثر۔ چند جھلکیاں	۴۲
۴۳	پاکستان کو کس نظام کی ضرورت ہے؟	۴۳
۴۵	سوشل میڈیا سے...	۴۵
۴۷	طائفی فوج کے ہاتھوں پر غلام پاکستان اور مسلمان	۴۷
۴۸	اس مردود فوج کی حقیقت کو پہچانئے!	۴۸
۴۹	اسلام دشمن فوج کے خلاف عمل کی پکار	۴۹
۵۰	تن کے کالے، من کے کالے	۵۰
۵۲	بین میں جماعتِ قاعدہ اور داعش کے مابین حالیہ تنازعے کی حقیقت	۵۲
۵۳	عالمی تحریک جہاد کے مختلف محاذ	۵۳
۵۴	میدان کارزار سے	۵۴
۵۹	جن سے وعدہ ہے مگر بھی جو نہ مرے	۵۹
۶۱	افغان باقی، کبسا باقی	۶۱
۶۲	غزنی کی فتح کی کیا ثابہت کیا؟	۶۲
۶۲	داعشی جنگ جوؤں کو کس نے اور کیوں بچایا؟	۶۲
	اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے	

دیکھتے تھے ہم نے جو، وہ حسین خواب کیا ہوئے؟

ذی الحجۃ کے عشرۃ اول کے مبارک روز و شب گزر رہے ہیں... حجاج کرام مکہ مکرمہ میں جمع ہیں، لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ کی صداؤں سے فضا گونج رہی ہے... اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تہلیل، تسبیح و تحمید اور حمد و ثناء کی سعادتی حاصل کی جا رہی ہیں کہ یہی دن ہیں جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں اعمال خیر کی قدر و منزلت عام دنوں کے مقابلے میں کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی رحمت اور فضل کا موسلا دھار مینہ برساتے ہیں... انہی دنوں میں اللہ کے بندوں کو اپنے رب کی اطاعت و فرماں برداری کرتے دیکھ کر اور جا بجا اُس کی بڑائی اور پاکیزگی بیان کرتے دیکھ کر شیطان ملعون اپنی بد بختی پر بین کرتا ہے کہ انسان کو اسی عبودیت رب اور حقیقی شرف سے محروم کرنا ہی تو اُس کا مقصد زندگی ہے!

لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیطان لعین مستقل مزاج ہے! وہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، قربانی جیسی عظیم الشان عبادات کی ادائیگیوں کو دیکھ کر ماتم کرتا ہے، اپنا منہ نوچتا ہے اور اپنی ازلی تیرہ بختی پر روتا پیٹتا ہے مگر پھر پلٹتا ہے، وار کرتا ہے، شر و فتن برپا کرتا ہے، گمراہیوں اور کفریات کے طوفان اٹھاتا ہے، ایمان و ایقان کو مسموم کر دینے والی حرص و ہوس کی ہوائیں چلاتا ہے... وَلَا ضَلَّيْنَهُمْ وَلَا مَنِيْنَهُمْ وَلَا مَرِئْتَهُمْ وَلَا زَيِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَا غَوِيْنَهُمْ أَجْمَعِيْنَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِيْنَ کے دعووں اور چیلنج کو نہ بھولتا ہے اور نہ ہی اپنی ذریت کو بھولنے دیتا ہے... یہی وجہ ہے کہ تمام تر طاعات بجالانے اور رسوم عبادت کی ادائیگی کے باوجود ہمارے معاشروں میں منکرات کا چلن عام ہے، بدی اور گناہوں کے پھیلاؤ میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روگردانی عام سی بات محسوس ہوتی ہے، دین اور شریعت کے احکامات کی دھڑلے سے نفی کی جاتی ہے، دین بے زار طبقات کی حکمرانی ہے... یہ وہی دور فتن ہمارے سروں پر آگیا ہے کہ جس میں فتنے پے در پے اُٹتے اور چہار سو پھیلے اندھیروں کی مانند ہم پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں، ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہیں دے رہا، خیر و شر کے پیمانے یکسر الٹ چکے ہیں، بھلائی اور برائی کے معیارات بالکل تبدیل ہو چکے ہیں، صریح کفر اور اللہ سے بغاوت کرنے والوں کو سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے اور دین و ایمان کے علم برداروں، اسلام کے احکامات پر کماحقہ عمل کرنے اور شریعت کو حکم بنانے کی دعوت لے کر اٹھنے والوں کو ”شدت پسند، خارجی، تکفیری اور دہشت گرد“ قرار دیا جاتا ہے...

یہ ایمان کُش ماحول اگر مسلسل پنپ رہا ہے، صرف پنپ ہی نہیں رہا بلکہ ہمارے سروں پر سوار اور مسلط ہے اور یہ ابلیسی چالیں اگر کامیاب ہیں تو اُس کی وجہ کیا ہے؟؟؟ اُس کی وجہ یہی ہے ہم بحیثیت امت اپنے کردار کو بھلا بیٹھے ہیں، شیطان کی سبھائی راہوں اور مزین کردہ رستوں پر بگڑے دوڑے چلے جا رہے ہیں... اول تو ہماری مسجدیں ہی اقبال مرحوم کے الفاظ میں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے، پھر جو نماز روزہ کی پابندی کرنے والے معدودے چند افراد ہیں اُن کی حالت و کیفیت بھی اقبال مرحوم نے ”ابلیس کی مجلس شوریٰ“ میں ابلیس کے مشیر اول کی زبان میں بتلادی کہ

ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا

کُند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے نیام

کس کی نو میدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید؟

’ہے جہاد اس دور میں مردِ مسلمان پر حرام!‘

ویسے تو یہ پوری کی پوری امت مسلمہ ہی کا مسئلہ ہے لیکن ہم نے چونکہ ”اسلام کا قلعہ“ حاصل کیا ہے اور ”پاکستان کا مطلب کیا... لا الہ الا اللہ“ کہہ کر اور پکار پکار کر رب سے وعدہ کیا کہ ”اسلام کے قلعہ“ میں اسلام اور شریعت کی حاکمیت ہوگی! لا الہ الا اللہ کا کلمہ سر بلند ہو گا اور ہر طرح کے باطل اور طاغوت کا جھنڈا سرنگوں ہو گا... لیکن ہم میں سے ہر فرد خود ہی دیکھ لے کہ اس وعدے کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے اب تک ہمیں ۱۷ برس کی مہلت دی ہے، بلاشبہ وہ الحلیم والکریم ذات ہے اور وہ ہمیں مزید بھی مہلت دے گی! لیکن ان ۱۷ سالوں میں کوئی ایک دن بھی ایسا آیا کہ جب اس سرزمین پر کلمہ لا الہ الا اللہ کا بول بالا ہوا ہو؟ لاکھوں مسلمان

مرد، عورتیں، بزرگ، بچے کٹ کٹ کر گرے، پوری کی پوری ریل گاڑیاں تھیں جولا شوں سے بھری ہوئیں ”لا الہ الا اللہ“ کے دیس میں داخل ہوئیں، اسی ”لا الہ الا اللہ“ کے دیس کی سرحد کے دونوں طرف دریا، نہریں اور کنویں، اہل ایمان کی لاشوں سے اٹ گئے، لاکھوں خواتین اسلام کی عزت و ناموس کی چادریں تار تار ہوئیں... تب جا کر یہ ”لا الہ الا اللہ“ کا دیس آباد ہوا!

اے اہل پاکستان! یہ کیسا ظلم ہے کہ آج اُسی ”لا الہ الا اللہ“ کے دیس سے ”لا الہ الا اللہ“ ہی کو دیس نکالا دے دیا گیا ہے! اگست ۱۹۴۷ء میں مسلمانانِ برصغیر پر جو قیامتیں ٹوٹیں اور بیتیں، انہیں تصور کیجئے اور پھر جو کچھ چودہ اگست کو اب ہوتا ہے، اُس پر نظر ڈالیے تو بدن پر جھڑ جھڑی نہیں آتی؟ اعضا و جوارح کا پنے نہیں لگتے؟ دل بیٹھنے اور دماغ ماؤف ہونے نہیں لگتے؟ جس قوم کے آبانے ایک کٹھن خونی ہجرت سے گزر کر اسلام کے نام پر لہو میں لت پت آزادی حاصل کی تھی، آج وہی قوم مخلوط رقص، ہلڑ بازی اور فحاشی و عریانی کے طوفان برپا کر کے آزادی کا جشن مناتی ہے! ایک طرف یہ دین و شریعت سے کھلی بغاوتیں، گانے باجے، شور ہنگامہ، غل غپاڑہ، اچھل کود، بد تہذیبی و بد تمیزی ہے... دوسری طرف امورِ مملکت سے اسلام اور دین کو بس اتنا ہی واسطہ ہے کہ ”قراردادِ مقاصد“ کے ذریعے مملکت کو ”کلمہ“ پڑھا دیا گیا... اس کے بعد نظامِ مملکت کا بھی وہی حال ہے جو چودہ اگست کو عوامِ الناس کا ہوتا ہے! یعنی احکامِ شریعہ سے روگردانی اور سرتابی، دینی تعلیمات سے سرکشی اور انحراف، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے وعدوں سے غدر اور تمرد... سیاست میں مغربی سرمایہ دارانہ اور لادین جمہوریت کا نظام، معیشت میں سود کی صورت میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلی جنگ کا اعلان، نظامِ عدل و انصاف میں انگریز کے قانون کو سینوں سے لگا کر اور قرآن و سنت کو ایک طرف رکھ کر تحکیم بغیر مائز اللہ کا جرمِ عظیم، معاشرت میں ہندو و نہ رسوم و رواج اور مغربی اصول و اقدار اپنانے کی روش، تعلیم و تعلم میں الحاد و لادینیت کو نئی نسل کے دماغوں میں انڈیلنے والا لارڈ میکالے کا وضع کردہ نظامِ تعلیم، فوجی اداروں اور خفیہ ایجنسیوں کا عالمی کفر کے شانہ بشانہ اور ”فرنٹ لائن“ ہو کر اسلام اور مجاہدین کے خلاف لڑنا اور صلیبی جنگ میں لاکھوں مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنا! آخر یہ شیطنیت ”لا الہ الا اللہ“ کے دیس میں برپا کرتے ہوئے ہمارے دل کیوں نہیں کاپنے اور ہم خوف کیوں نہیں کھاتے کہ اس صریح خیانت اور رب سے کیے گئے وعدوں کی ایسی کھلی خلاف ورزی پر کہیں زمین ہمیں اپنے اندر ہی نہ سمو لے!!! اعاذنا اللہ من ذلک ونسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والاخرۃ

سچی بات ہے کہ ان تمام حالات میں سدھار کے لیے ہماری نظریں فطری طور پر علمائے کرام کی جانب اٹھتی ہیں... لیکن یہ بھی اجنبیتِ اسلام ہی تو ہے کہ علما اور مدارس بھی بھیڑ چال ہی کا شکار نظر آتے ہیں... وطنی تعصب کی آبیاری اُن مدارس میں کی جا رہی ہے جہاں ”اسلام تیرا دیس ہے“ کا سبق پڑھایا جاتا تھا... چودہ اگست کے موقع پر بڑے بڑے مدارس نے طلبہ دین کو گویا اور سازندہ بنادیا اور ”حلال موسیقی“ سے لبریز ملی نغمے تیار کر کے ”حب الوطنی“ کے ثبوت فراہم کیے جا رہے ہیں... شیطان نے دعویٰ کیا تھا کہ اَلَّذِیْنَ نَزَّلْنَاهُمْ فِی الْاَرْضِ لَا غَیْبَ لَہُمْ اَجْعَلِیْہُمْ اَوْ شِطَانی راسے پر چل کر اس دنیائے زیب و زینت کے حصول کے لیے بہک جانے والوں کے حامی، طرف دار اور وکیل آج طبقہ علمائے کی نمائندگی کرنے والے ہیں... یہ سرکاری و درباری علما دین اور اسلام کی نصرت کی بجائے عالمی کفر کے ”فرنٹ لائن اتحادیوں“ کی حمایت میں سرشار نظر آتے ہیں اور اُن بندگانِ خدا، جنہیں ابلیس نے بھی اپنے جال میں آنے اور اپنے مکر و فریب کے شر سے اَلْاَعْبَادَکَ مِنْہُمْ اَلْمُخْلِصِیْنَ کہہ کر مستثنیٰ قرار دیا تھا، کے خلاف ۱۸۰۰ کے جلو میں ایسا فتویٰ جاری کرتے ہیں کہ جس سے عالمی کفر کے آقا بھی خوشی سے نہال ہوئے جاتے ہیں!

اے علمائے دین! مجاہدین تو آپ کی راہ تکتے ہیں کہ آپ علومِ نبوت کے حامل ہیں، اور بھلا علوم و وحی و نبوت کی ضرورت میا دینِ جہاد سے زیادہ کہاں ہوگی؟! لیکن افسوس کہ موجودہ صلیبی جنگ، جو کہ فی زمانہ دفاعِ دین کی جنگ ہے، شعائرِ اسلام اور حرمتِ اسلام کے تحفظ کی جنگ ہے، اس جنگ میں آپ کی طرف سے مجاہدین کی مخالفت اس قدر کی گئی کہ دینِ اسلام کی کوہان اور چوٹی کی عبادتِ جہاد تک کو عملاً معطل کرنے کے لیے فتاویٰ جاری ہوئے... لیکن کیا آپ کو نہیں معلوم کہ صلیبی ہر کاروں کا کردار ادا کرنے والی جس فوج کی آپ پشت پناہی کر رہے ہیں، وہ فوج دین و شریعت سے عداوت و بغض کی تو مستقل تاریخ رکھتی ہی ہے، ساتھ ہی یہ فوج اپنے حق میں اٹھنے والوں اور اپنی حمایت کرنے والوں کے ساتھ کام نکل جانے کے بعد کیا سلوک کرتی ہے، اس سے بھی تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں! جس گروہ اور فرد نے جب کبھی اِس فوج کی اعانت اور مدد کے لیے کوئی کردار ادا کیا، اُس کے بعد اُس گروہ اور فرد کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ یہ تاریخ میں محفوظ ہے! اس

فوج کی فطرت میں جیسے اسلام دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، ویسے ہی محسن کُشی بھی اس کی سرشت میں شامل ہے! یہ ہر اُس گروہ اور فرد کو کچل اور مسل کے رکھ دیتی ہے جس نے کسی بھی موقع پر اس کا ساتھ دیا ہو! لہذا آج دیکھ لیجیے کہ ”پیغام پاکستان“ کے مدارالمہام کا کردار ادا کرنے والی شخصیت کو اسی فوج نے حالیہ الیکشن میں کس بُری طرح سے رسوا کیا ہے... پھر اسی ”پیغام پاکستان“ میں پیش پیش مدارس میں سے گوجرانوالہ کے ایک بڑے مدرسے پر فوج اور خفیہ اداروں کے چھاپوں اور وہاں کے مہتمم صاحب سے تسلسل کے ساتھ تفتیش، یہ سب کس امر کی غمازی کر رہا ہے؟؟؟ آپ بھول جاتے ہیں لیکن فوجی جرنیل تو کبھی نہیں بھولتے کہ وہ موجودہ صلیبی جنگ میں یہود و نصاریٰ کے لشکروں کے صفِ اول کے اتحادی ہیں... پھر جب یہود و نصاریٰ کی یہ خصلت خود رب تعالیٰ نے بیان فرمائی کہ وہ کبھی بھی اہل ایمان سے راضی نہیں ہو سکتے، تو بھلا یہود و نصاریٰ کے غلام، صفِ اول کے اتحادی اور اُن کے ٹکڑوں پر پلنے اور لڑنے والے، آپ سے کیونکر راضی ہوں گے؟؟؟

آج جب فوجی جرنیلوں نے اپنی اوقات دکھائی ہے اور ”عسکریت کے بل بوتے پر شریعت نافذ کرنے والوں کو تنہا کرنے کے لیے ساری سیاسی زندگی کھپانے والوں“ کو تنہا کر دیا ہے تو اب ان حضرت کو یاد آیا ہے کہ پاکستان نہ اسلامی ملک ہے اور نہ جمہوری ملک ہے! یہ بیانیہ تو مجاہدین کا تھا اور ہے کہ نظام پاکستان ایک دن کے لیے بھی اسلامی اور شرعی نظام و قانون کے مطابق نہیں چلایا گیا، لیکن جب مجاہدین یہ بات کرتے تھے تو اُن کے خلاف ریاستی سرپرستی میں فتاویٰ نشر کیے جاتے تھے! اب اللہ پاک نے دنوں کو پھیرا ہے تو ”پیغام پاکستان“ کے سب سے بڑے وکیل بھی کہتے پائے جا رہے ہیں کہ ”پاکستان نہ اسلامی ملک ہے نہ ہی جمہوری“... لیکن سوال تو یہی ہے جب یہی مفسد اور بد باطن نظام اور اس کے محافظ فوجی جرنیل، دین و شریعت کے ہر حکم پر نشتر چلا رہے تھے، تو اُس وقت آپ کا وزن کس پلڑے میں تھا؟ جب لال مسجد، جامعہ حفصہ سمیت مالاکنڈ ڈویژن اور آزاد قبائل کی ہزاروں مساجد و مدارس کو فضائی طیاروں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں سے تاک تاک کر نشانہ بنایا اور بلے کے ڈھیر میں تبدیل کیا جاتا تھا تو آپ کس کے طرف دار تھے؟ جب اسلام آباد کے تمام سیکٹروں سے گزرنے والے گندے نالوں سے جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں جلانے اور بے توقیر کیے گئے مقدس اوراقِ قرآنی اور مبارک کتبِ احادیث کی باقیات برآمد ہو رہی تھیں اور جب حالیہ دنوں میں بنوں کے علاقہ جانی خیل میں پاکستانی فوج کی جانب سے نذرِ آتش کیے گئے قرآن مجید کے نسخوں کی اخبار و تصاویر سامنے آ گئیں، تو بھی آپ کی زبانوں پر چڑھے قفل کیوں نہ ٹوٹے؟؟؟

اے علمائے کرام! ہم پہلے بارہا عرض کر چکے ہیں کہ اس نظام اور اس فوج سے کسی بھی قسم کی خیر کی توقع رکھنا سوائے سادہ لوحی کے کچھ نہیں ہے! یہ آپ کو استعمال کریں گے، جب تک قابلِ استعمال رہیں گے تب تک آپ کو پروٹوکول اور آگے پیچھے پھرتا ”حضرت حضرت“ کرنے والا حلقہ بھی بہم میسر کریں گے، تاکہ آپ مجرم فوجی جرنیلوں کے عالمی کفر کی غلامی جیسے جرم پر پردے ڈالتے رہیں اور یہ جرنیل اپنی سرکشی اور عدوان میں بڑھتے ہی چلے جائیں! لیکن جیسے ہی آپ ان کے لیے بے کار ہوئے یا آپ نے ذرا سی شعوری آزادی کا ثبوت دیا تو آپ کے ساتھ وہی کچھ کریں گے جو یہ حق گو علمائے کرام اور داعیانِ دین کے ساتھ کرتے آئے ہیں!

اے علمائے دین! بلاشبہ دنوں کو پھیرنے والا رب، دلوں کو بھی پھیرے گا! لکھ رکھیے کہ آپ کو جلد یا بدیر اسی شرعی منہج کی طرف آنا ہے، جس کی طرف مجاہدین دعوت دیتے ہیں! اگر آپ نہ آئے تو عالمی کفر اور اُس کے غلام بہر صورت آپ کو گھسیٹ گھسیٹ کر اس طرف بھیجیں گے! وہ وقت بھی قریب ہے کہ ”پیغام پاکستان“ پر جن کی باچھیں کھلی ہیں اور جن کی خوشیاں دیدنی ہیں، انہی کی آنکھوں میں آپ کے لیے خون اترے گا، پھر جہاد اور مجاہدین کے خلاف محض فتاویٰ سے کام نہیں چلے گا بلکہ آپ مجبور کر دیے جائیں گے کہ اپنے اندر موجود ایمان کی ہلکی ترین رمت سے بھی دست بردار ہوں... اُس وقت آپ کے پاس صرف دو ہی آپشن ہوں گے کہ ہر گھڑی ذلتوں کے گھونٹ پینے والی زندگی پر راضی رہ کر کفر اور غلامانِ کفر کو راضی رکھیں یا جہاد و قتال کی راہوں میں سعادت بھری حیات کو اختیار کر کے اپنے مالک و خالق کو راضی کر لیں... یقین جانیں کہ ہم، کہ آج جن کی کڑوی کیسلی باتیں آپ کے ماتھوں پر بل ڈال دیتی ہیں، آپ کے منہ کا ذائقہ خراب کر دیتی ہیں، باذن اللہ اور توفیق سبحانہ و تعالیٰ ہم ہی ہوں گے جو اُس وقت بھی آپ کے راستوں میں اپنی پلکیں بچھائیں گے، کھلی ہاتھوں کے ساتھ آپ کا استقبال کریں گے، اپنے دل و جان آپ پر نچھاور کریں گے اور آپ کو تمام تر ادب، احترام، مقام و مرتبہ اور عزت و اکرام کے ساتھ امت کی دفاعی محاذوں پر خوش آمدید کہیں گے!

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: إنما الأعمال بالنیات، وإنما لإمری مانوی، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فجهرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنیا یصیبها أو امرأة یتزوجها فہجرته إلى ما ہاجر إلیہ (بخاری ومسلم)

اس حدیث میں دو چیزوں کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک اعمال کا، دوسرے ”نیت“ کا، پہلے میں نیت کے متعلق عرض کروں گا اور اس کے بعد ان شاء اللہ اعمال کے متعلق بیان کروں گا۔

اخلاص نیت کی برکت:

قرآن مجید اور احادیث میں جا بجا ترغیبات موجود ہیں کہ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار نیت پر ہے اور نیت کے فضائل اور اس کا ثواب قرآن و حدیث میں اکثر جگہ موجود ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ایک جگہ خدا تعالیٰ نے فقراء مسلمان کے بارے میں آیت نازل فرمائی جس کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ کے سردار اور رؤساء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ ہم آپ کی بات اس شرط پر سننے کو تیار ہیں کہ جس وقت ہم لوگ آپ کی مجلس میں حاضر ہوا کریں تو آپ ان غریب اور کم درجہ کے لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھادیا کریں، کیونکہ ہمیں ان کے ہمراہ بیٹھنے میں سخت عار آتی ہے اور ہماری شان کے خلاف ہے کہ ہم اتنے بڑے بڑے لوگ ایسے کم درجہ کے لوگوں کے ساتھ بیٹھیں۔ جب ان لوگوں نے آپ سے یہ درخواست کی تو آپ اس سلسلے میں متردد تھے، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعَشِيِّ يُدْعُونَ وَجْهَهُ (الانعام: ۵۲)

”آپ (اپنے پاس سے) ان لوگوں کو الگ نہ کریں جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں، جس سے ان کی غرض یہ ہے کہ وہ خالص خدا تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں۔“

یعنی ان کی عبادت اور اللہ کو پکارنا محض اخلاص اور نیک نیتی سے ہے اور کوئی غرض ان کی اس میں شامل نہیں۔ یہی مطلب ہے لفظ **يُدْعُونَ وَجْهَهُ** کا، تو خدا تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ان سرداروں اور رؤساء کی خاطر نہ اٹھائیں، خواہ یہ سردار آپ کے پاس آئیں یا نہ آئیں۔

اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اخلاص اور نیک نیتی کی خدا تعالیٰ کے ہاں کتنی قدر ہے اور اس کا کتنا مرتبہ ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ نعوذ باللہ نبی کو امیروں سے ان کی امارت کی بنا پر محبت اور انس ہو اور غریبوں سے ان کے افلاس اور فقر

کی وجہ سے نفرت ہو، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس امر میں متردد تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ حرص تھی کہ اگر میں چند منٹ کے لیے ان سردار ان مکہ کی اس بات کو مان لوں اور تھوڑی دیر کے لیے دعوت اسلام کے خاطر ان سے تخلیہ میں گفتگو کر لوں تو ممکن ہے کہ یہ اسلام لے آئیں اور اس طرح ان کو ہدایت ہو جائے، پھر یہ امر انہیں رہیں گے، بلکہ دل سے ویسے ہی درویش صفت ہو جائیں گے۔ جیسے کہ یہ فقراء مسلمان ہیں تو گویا آپ کا خیال مبارک یہ تھا کہ یہ چند روز کی بات ہے، پھر جب خدا تعالیٰ ان کو اسلام لانے کی توفیق دے دے گا تو پھر یہ معاملہ ہی نہیں رہے گا۔

غرض آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس جانب میلان خاطر تھا وہ اس پر تھا کہ آپ ان امرا کو فقر و صفت بنانا چاہتے تھے اور فقراء مسلمان چوں کہ سر تا پا جاں نثار اور غلام تھے، اس لیے ان کو بھی گرائی کے ہونے کا کوئی خدشہ نہیں تھا۔ یہ مصالح تبلیغ و دعوت تھیں، جن کی بنا پر آپ کا خیال مبارک اس بارے میں متردد تھا۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ کی شان بے نیازی ہے اور اس کی بارگاہ میں کسی کی پروا نہیں۔ اس لیے فرمایا کہ خواہ یہ امر اسلام لائیں یا نہ لائیں، آپ پروا نہ کریں۔ لیکن ان مسلمانوں کو جو اخلاص اور نیک نیتی سے صبح و شام خدا کو پکارتے ہیں، اپنے دربار سے نہ ہٹائیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو یہ اتنا بڑا اعزاز و اکرام ان فقراء مسلمان کا فرمایا اور ان کو ان سرداروں کے مقابلہ میں اتنا بڑا مرتبہ عطا فرمایا، اس کی علت کیا ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟ سو اس کی جو علت خود حق تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ **يُدْعُونَ وَجْهَهُ** یعنی یہ مرتبہ ان کو اس لیے عطا کیا جا رہا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ ان کو اس کی رضا اور خوش نودی کی تلاش ہے، کوئی دنیوی غرض یا اپنی ذاتی خواہش نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے جو اپنی نیتوں کو خدا کی رضا جوئی کے لیے خالص کر لیا تھا اس اخلاص اور نیک نیتی کی یہ برکت ہے کہ ان کو اس مرتبہ عظمیٰ پر فائز کیا گیا اور فقط اسی پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ یہ حکم دیا:

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام: ۵۴)

اس میں بھی یہی ذکر ہے کہ جب یہ فقراء آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو سلام کیجیے اور ہمارا یہ پیغام پہنچاد دیجیے کہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں پر رحمت نازل کرنے کو اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے۔ تو یہ اعزاز بھی اسی نیک نیتی اور اخلاص کی بنا پر ہو رہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ لوگ آئیں تو نبی ان کو سلام کریں اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں حاضر

ہوں تو وہ ان پر رحمت فرمائیں اور تیسرا اعزاز یہ کہ امرائیں یا نہ آئیں، کوئی پروا نہیں، مگر ان لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ان رؤسا کی خاطر اٹھانا گوارا نہیں۔

اچھی نیت عمل خیر سے بہتر کیوں؟

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ

نية المؤمن خير من عمله

”مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔“

اس حدیث کی تفسیر میں علما کا اختلاف ہے، جو درحقیقت اختلاف نہیں، بلکہ اس حدیث کی مختلف تفسیریں اور تعبیریں ہیں۔ دراصل بہ ظاہر اس حدیث میں یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ عمل کرنے سے نیت کا درجہ کیسے بڑھ سکتا ہے، کیوں کہ نیت تو عمل سے پہلے ہوتی ہے، پھر اس میں مشقت بھی کچھ نہیں اور عمل میں مشقت ہے؟ اس لیے بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ انسان کئی قسم کے ہیں، ایک وہ کہ انسان نیک نیتی کرے اور عمل نہ کرے اور دوسرا وہ جو عمل تو کرتا ہے مگر نیت ٹھیک نہیں ہے، مثلاً عمل میں ریا کا شائبہ ہے یا کسی دنیوی غرض کو حاصل کرنے کے لیے نیک کام کر رہا ہے تو چوں کہ اس دوسرے شخص کی نیت ٹھیک نہیں، اس لیے اس کے عمل کا بھی کوئی ثواب نہیں، بلکہ ریا وغیرہ کا گناہ ہو گا، بخلاف اس شخص کے کہ جس نے صرف نیت کی تھی، اس کو نیت کا ثواب تو مل گیا، گو وہ عمل نہ کر سکا اور پہلے شخص کو نہ نیت کا ثواب ملا اور نہ عمل کا تو اس صورت میں نیت عمل سے بڑھ گئی، کیوں کہ بہر حال وہ نیت ثواب کا باعث ہوئی اور یہ عمل کچھ بھی نہ ہوا۔

بعض علما نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ چوں کہ عمل تو ہوتا ہے محدود اور نیت انسان غیر محدود کی بھی کر سکتا ہے تو اس صورت میں نیت عمل سے بڑھی ہوئی ہے، مثلاً حدیث میں ہے کہ ایک تو ایسا شخص ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے مال بھی عطا فرمایا ہے اور علم بھی اور وہ اس مال کو اپنے علم کے مطابق صحیح جگہوں میں خرچ کرتا ہے، یعنی جہاں خرچ کرنے کا حکم ہے وہاں خرچ کرتا ہے اور جہاں خرچ کرنے کی ممانعت ہے، وہاں خرچ کرنے سے رک جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ شخص ایسا ہے کہ اس کو اجر اور ثواب بہت ملے گا، کیوں کہ جہاں جہاں اس کو خرچ کرنے کی ضرورت ہوگی، دل کھول کر خدا کی راہ میں خرچ کرے گا اور ایک دوسرا شخص ہے کہ اس کے پاس نہ مال ہے اور نہ علم ہے، وہ اس کو دیکھ دیکھ کر حسرت کھاتا اور رشک کرتا ہے کہ کاش! خدا تعالیٰ مجھے بھی اس طرح مال دیتا اور میں اس کو خدا کی راہ میں اس شخص کی طرح خرچ کرتا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هما في الأجر سواء

”یہ دونوں اجر اور ثواب میں برابر ہیں۔“

وجہ یہ ہے کہ اس دوسرے کے پاس مال و دولت نہیں ہے، مگر اس کی نیت تو ہے کہ اگر ہوتا تو میں خرچ کرتا، تو چوں کہ یہاں اس کی نیت شامل ہو گئی، اس لیے اس کو اجر ثواب میں اس کے برابر کر دیا گیا۔

تیسرا وہ شخص ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو مال دیا، مگر اس نے علم حاصل نہیں کیا، اس لیے اپنے مال کو اندھا دھند اور عیش پرستیوں اور فضول خرچیوں میں خرچ کر رہا ہے اور کسی مفلس آدمی نے اس کو دیکھ کر کہ یہ شخص تو خوب مزے اڑا رہا ہے اور عیش کر رہا ہے، اس لیے اس نے بھی یہ حسرت کی کہ اگر مجھے مال ملے تو میں بھی یوں ہی عیش اڑاؤں اور دنیا کے مزے لوٹوں، تو فرمایا کہ یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں، تو یہ برابری محض نیت کی وجہ سے ہوئی، اس لیے انسان کو چاہیے کہ اگر کسی کو نیک کاموں میں خرچ کرتے دیکھے تو کہے کہ اگر مجھے بھی مال میسر ہوتا تو میں بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتا اور کسی کو دیکھو کہ وہ اپنے مال کو بے جا خرچ کر کے گناہ میں مبتلا ہے تو یہ کہو کہ خداوند! تیرا احسان ہے اور شکر ہے کہ تو نے مجھے دیا ہی نہیں کہ میں اس خرافات میں خرچ کرتا۔

بعض اولیائے کرام کے کلام میں دیکھا کہ دو چیزیں عجیب و غریب ہیں: ایک توبہ اور دوسری نیت۔ یہ دونوں عجیب و غریب اس لیے ہیں کہ نیت کا کام ہے کہ معدوم چیز کو موجود بنادینا، مثلاً ہم نے کوئی عمل نہیں کیا، مگر نیت کر لی تو ثواب ملے گا تو بغیر عمل کے ثواب ملنے کا یہی حاصل ہوا کہ عمل موجود نہیں، مگر نیت نے اس کو موجود کر دیا اور دوسری چیز توبہ ہے جو موجود کو معدوم کر دیتی ہے، کیوں کہ انسان خواہ ستر (۷۰) برس تک گناہ کرتا رہے، بلکہ شرک و کفر میں بھی مبتلا رہے، جب بارگاہ الہی پر ایک سجدہ کیا اور معافی مانگی، سب یک قلم معاف اور گناہوں کا ایک بے شمار ذخیرہ جو موجود تھا اس کو ایک مخلصانہ توبہ نے معدوم کر ڈالا۔ یہ دونوں نعمتیں خدا تعالیٰ نے اہل ایمان کو عطا کی ہیں، عجیب نعمتیں ہیں۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ حمداً کثیراً

جو حدیث ابتدا میں میں نے ذکر کی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیت ہے، یعنی اعمال بمنزلہ جسم کے ہیں اور نیت بمنزلہ روح کے ہے۔ جس درجہ کی نیت ہوگی اسی درجہ کا عمل ہو گا، اگر نیت ہے تو عمل بھی اچھا ہو گا اور فاسد نیت ہے تو عمل بھی فاسد ہو گا۔ اس سے بھی نية المؤمن خیر من عمله کا نیا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ جب نیت بمنزلہ روح کے ہے اور عمل بمنزلہ جسم کے ہے تو ظاہر ہے کہ روح کا درجہ جسم سے بڑھا ہوا ہے، آج کل کے فلسفیوں کو اور مادہ پرستوں کو اس جگہ یہ اشکال پیش آتا ہے کہ یہ باتیں محض مولویوں کے ڈھکوسلے ہیں اور محض سنی سنائی باتیں ہیں اور اس کے لیے کوئی عقلی دلیل نہیں، کیوں کہ عقل اس بات کو تسلیم کرنے سے منکر ہے کہ عمل کا دار و مدار نیت پر ہو، لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے، اس کے لیے عقلی دلیل بلکہ مشاہدہ موجود ہے۔ دیکھیے! آپ باپ ہونے کی حیثیت سے اپنے بچے کو طمانچہ ماردیں تو اس سے اس بچے کے دل میں، جو آپ کی محبت ہے، اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ لیکن اگر آپ کسی محلے کے بچے کے طمانچہ ماردیں تو اس بچے کو بھی ناگوار ہو گا اور اس کے والدین اور سرپرستوں کو بھی ناگوار گزرے گا۔ (بقیہ صفحہ ۴۱ پر)

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

ڈاکٹر مفتی احمد خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جب ذوالحجہ کا عشرہ آتا تو سعید بن جبیر رحمہ اللہ عبادت کے لئے وقف کر دیتے اور فرماتے:

”اس عشرے میں رات کو اپنے چراغ گل نہ کرو اور عبادت میں رات گزارو۔ (لطائف المعارف)

لہذا ان مبارک دنوں میں غیر ضروری تعلقات سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت بہت لگن اور توجہ کے ساتھ کرنی چاہئے اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اور ذکر و فکر، تسبیح و تلاوت، صدقہ، خیرات اور نیک عمل میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا اور گناہوں سے بچنا چاہئے اور روزوں کا بھی جہاں تک ہو سکے، اہتمام کرنا چاہئے۔ سنن نسائی کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج رضی اللہ عنہن سے روایت ہے کہ

كَانَ يَصُومُ تِسْعًا مِنْ ذِي الْحِجَّةِ

”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحجہ کے ۹ دن روزے رکھتے تھے۔“

۹ ذوالحجہ اور اس کے روزہ کے فضائل و مسائل:

۹ ذوالحجہ کا دن مبارک دن ہے، اس دن میں حج کاسب سے بڑا رکن ”وقوف عرفہ“ ادا ہوتا ہے، اور اس دن بے شمار لوگوں کی بخشش اور مغفرت کی جاتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برکات سے غیر حاجیوں کو بھی محروم نہیں فرمایا: اس دن روزے کی عظیم الشان فضیلت مقرر کر کے سب کو اس دن کی فضیلت سے اپنی شان کے مطابق مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمایا۔

اللہ رب العزت نے قرآن میں ”مشہود“ کا لفظ فرما کر عرفہ کے دن کی قسم اٹھائی۔

(معارف القرآن للکائنات ۸/۴۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمام دنوں میں سب سے افضل دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کا دن ہے، اور یہ دن ”شہاد“ ہے اور ”مشہود“ عرفہ کا دن ہے اور ”یوم موعود“ قیامت کا دن ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(عرفہ کے دن کے مقابلہ میں) کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں، حق تعالیٰ شانہ (عرفات میں وقوف کرنے والوں سے خصوصی رحمت کے ساتھ) قریب ہوتے ہیں پھر فخر کے طور پر فرماتے ہیں کہ یہ بندے کیا چاہتے ہیں؟“ (مسلم)۔

ماہ ذوالحجہ کا پہلا عشرہ خصوصی فضیلت کا حامل ہے، اللہ رب العزت نے سورہ فجر میں کئی چیزوں کی قسم اٹھائی جن میں سے ایک ”فجر“ ہے، حضرت ابن عباس، مجاہد اور عکرمہ فرماتے ہیں: اس فجر سے مراد دس ذوالحجہ کی فجر ہے، دوسری چیز جس کی قسم اٹھائی گئی وہ ”ولیل عشا“ ہے جس کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”یہ دس راتیں وہی ہیں جن کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ذکر ہے ”اتسناہا بعشا“ (اعراف: ۱۴۲)، کیوں کہ یہی دس راتیں سال کے ایام میں افضل ہیں۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

”مذکورہ حدیث سے ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کا تمام دنوں میں افضل ہونا معلوم ہوا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہی دس راتیں ذی الحجہ کی مقرر کی گئی تھیں۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دنیا کے دنوں میں سب سے افضل ذی الحجہ کے پہلے عشرے کے دن ہیں۔“ (کشف الاستار)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان (ذی الحجہ کے) دس دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب ہو اور پسندیدہ ہو۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے مگر وہ شخص جو جان اور مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلے، پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آئے“ (سب اللہ کے راستے میں قربان کر دے، اور شہید ہو جائے یہ ان دنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے یہاں (ذوالحجہ کے) دس دنوں کی عبادت سے بڑھ کر عظیم اور محبوب ترک کوئی عبادت نہیں لہذا ان میں ”لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ“ کثرت سے پڑھا کرو۔ (احمد، بیہقی)

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سال بھر میں مجھے کوئی روزہ عرفہ کے دن سے زیادہ محبوب نہیں۔“
(مصنف ابن ابی شیبہ)

اس حدیث میں ۹ ذوالحجہ کے دن کے روزے کی بیش بہا فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ (یعنی ۹ ذوالحجہ) کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”(۹ ذوالحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔“ (مسلم، مسند احمد)

عشرہ ذی الحجہ میں بال اور ناخن کا حکم:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو، اور تم میں سے کسی کا قربانی کا ارادہ ہو وہ تو جسم کے کسی حصہ کے بال اور ناخن نہ کاٹے۔“ (ترمذی، مسلم، ابوداؤد)

☆... بال ناخن نہ کاٹنے کا حکم قربانی والے کے لیے ہے۔
☆... یہ مستحب ہے فرض واجب نہیں، لہذا کوئی اس کی رعایت نہ کر سکا تو بھی گنہگار نہ ہوگا۔

☆... عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔
☆... اگر زیر ناف بالوں اور ناخنوں کو چالیس دن یا زیادہ ہو رہے ہوں تو یہ حکم نہیں، صفائی ضروری ہے۔

تکبیر تشریق:

تکبیرات تشریق یہ ہیں: ”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لِلَّهِ الْحَمْدُ“
☆... ۹ ذوالحجہ کی فجر سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک پانچ دنوں میں تکبیر تشریق کی خاص تاکید اور فضیلت ہے۔ ارشاد بانی ہے:

وَإِذْ كُنَّا فِي بَنِي إِسْرَءِيلَ مَعْدُودَاتٍ

اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے دنوں میں۔ (البقرہ)

☆... ابن شہاب زہری فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب ایام تشریق کے دنوں میں تکبیر پڑھتے تھے۔“

☆... حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرفہ (۹ ذوالحجہ) کی فجر سے ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک تکبیر تشریق پڑھتے تھے۔“ (کنز العمال)

☆... حضرت امام محمد سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

”(ہمارے شیخ امام) ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ہم نے اور وہ حضرت حماد سے اور وہ حضرت ابراہیم نخعی سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک تکبیر تشریق پڑھتے تھے۔ (کتاب الآثار)

اسی وجہ سے ہمارے فقہاء کے نزدیک تکبیر تشریق ۹ ذوالحجہ کی فجر سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

تکبیر تشریق کے مسائل:

☆... یہ تکبیر ہر فرض اور جمعہ کی نماز کے بعد مرد و عورت، مقیم و مسافر، حاجی و غیر حاجی، تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے والے ہر ایک پر واجب ہے، اور مسبوق و لاحق مقتدی پر بقیہ نماز سے فراغت پر تکبیر کہنا واجب ہے۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر تشریق پڑھی جائے۔

☆... یہ تکبیر مرد درمیانی آواز سے اور عورت آہستہ پڑھے۔ بہت سی خواتین اور مرد حضرات یہ تکبیر نہیں پڑھتے، حالانکہ اس کا پڑھنا واجب ہے۔ اسی طرح بعض مرد حضرات آہستہ یا بہت بلند آواز سے پڑھتے ہیں، یہ دونوں باتیں قابل اصلاح ہیں۔

☆... فرض نماز کے سلام پھیرنے کے فوراً بعد یہ تکبیر پڑھنی چاہئے۔
☆... سلام کے فوراً بعد اگر کوئی یہ تکبیر پڑھنا بھول جائے تو اگر نماز کے خلاف کوئی کام مثلاً بات چیت نہیں کی اور یاد آگیا تو تکبیر کہہ دینی چاہئے۔

☆... ایام تشریق کی کوئی فوت شدہ نماز اسی سال ایام تشریق کے اندر ہی قضا کرے تو اس نماز کے بعد بھی یہ تکبیر کہنا واجب ہے، البتہ اگر ایام تشریق سے پہلے کی کوئی نماز ان دنوں میں ادا کرے یا ایام تشریق کی فوت شدہ نماز ان دنوں کے گزر جانے بعد قضا کرے تو پھر تکبیر نہ کہے۔

☆... اگر کسی نماز کے بعد امام یہ تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ فوراً خود تکبیر کہہ دیں امام کے تکبیر کہنے کا انتظار نہ کریں۔

☆... ہر فرض نماز کے بعد صرف ایک مرتبہ کہنے کا حکم ہے اور صحیح قول کے مطابق ایک سے زیادہ مرتبہ کہنا سنت کے خلاف ہے۔

☆... بقر عید کی نماز کے بعد بھی یہ تکبیر کہہ لینی چاہئے۔

☆☆☆☆

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين
محمد وعلى آله وصحبه وذريته اجمعين ، اما بعد:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک یہودی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتا ہے اور آکر کہتا ہے کہ

نعم القوم انتم لولا انکم تشرکون

”تم لوگ بہت ہی اچھے لوگ ہوتے اگر تم شرک نہ کرتے۔“

تو یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سبحان الله وماذاک؟

”سبحان اللہ اور کیا شرک جو ہم نے کیا؟“

اس یہودی نے کہا جب تم قسم کھاتے ہو: ”والکعبۃ“ قسم ہے کعبہ کی... صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی جانی چاہیے اور تم لوگ کعبہ کی قسم کھاتے ہو... یہ سن کر کچھ دیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جاتے ہیں... اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ انہ قد قال ”اس شخص نے اپنی بات مکمل کر دی (یعنی اس کی بات درست ہے) اور آئندہ کے لیے اس میں احتیاط کی جائے اور قسم جس نے کھانی ہو وہ کہے ”و رب الکعبۃ“ قسم کعبہ کے رب کی۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے... اس کے بعد وہ شخص بولتا ہے...

نعم القوم انتم لولا انکم تجعلون لله نداً

”تم لوگ بہت اچھے ہوتے بس اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر نہ

ٹھہراتے۔“

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

سبحان الله وما ذاک؟

سبحان اللہ! ہمارے کسی عمل کی وجہ سے تم نے یہ کہا؟

یعنی ہم نے ایسا کیا کیا کہ تم نے ایسا کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ تم لوگ کہتے ہو ما شاء الله و شئت کہ مسلمان کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ چاہیں...

جیسے دیگر روایات میں آتا ہے کہ ما شاء الله و شاء محمد ”جو اللہ تعالیٰ چاہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں“... تو تم دونوں کی مشیت کا ذکر، تم دونوں کا ذکر برابر کرتے رہو... اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھر خاموش ہوئے اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر فرمایا کہ انہ قد قال یہ بندہ اپنی بات کر گیا... اور آئندہ جس نے کہنا ہو وہ یہ کہے ما شاء الله ثم شئت جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں... اور برابر کا لفظ یا ”اور“ کا لفظ درمیان سے نکال کر پھر کا لفظ ڈال دیں... تاکہ دونوں کے مقام میں فرق واضح ہو جائے...

یہ حدیث مبارکہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے مشکل الآثار میں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے... صحیح حدیث ہے اور اس حدیث کے جس حصے کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے، وہ یہ آخری جز ہے جس کے اندر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس بات سے کہ جب یہ ذکر ہو کہ کس کے چاہنے سے یا کس کی مشیت سے عمل ہو آیا ہو گا تو وہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مشیت ہی اصل ہے... کائنات میں وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں... تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری پہ رکھتے ہوئے نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر درست ہے... اور دیگر روایات اور دیگر احادیث میں آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود منع فرمایا ہے کہ

”یہ نہ کہا کرو کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو فلاں فلاں چاہے... بلکہ یوں کہو کہ

جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر جو فلاں چاہے“...

حتیٰ کہ بطور گفتگو میں ایک عقیدہ سینے کے اندر ہی نہیں بلکہ اپنی گفتگو میں بھی یہ ادب واضح رہے... اور ہماری گفتگو سے بھی یہ بات واضح جھلکے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ کائنات میں وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں... مشیت اللہ تعالیٰ کی نافذ ہوتی ہے... اللہ تعالیٰ کے منصوبے سے ہٹ کر اس کائنات کا کوئی پتہ حرکت نہیں کر سکتا... ایک انسان ایک فالتو سانس نہیں لے سکتا... جو رب چاہتا ہے وہی ہوتا ہے... اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مشیت اصل ہے پھر جس دائرے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں کو اختیار دے رکھا ہے اور جس دائرے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ چاہتے ہیں اُس دائرے میں ہم بھی کچھ نہ کچھ چاہ

لیتے ہیں... لیکن ہمارا چاہنا اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوتا ہے... جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ:-

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (الدھر: ۳۰)

”تم چاہ بھی نہیں سکتے مگر اللہ تعالیٰ چاہے۔“

تمہاری چاہت آزاد نہیں ہے تم اگر کچھ چاہتے ہو کچھ کرتے کچھ ہو، کوئی ارادہ کرتے ہو، کوئی کام کرتے ہو، یہ سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اذن سے ہوتا ہے... اللہ تعالیٰ کو کسی کے اذن کی حاجت نہیں... بہت سے کام وہ بھی ہو جاتے ہیں... جو ہم نہیں چاہ رہے ہوتے... تو وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہو رہے ہوتے ہیں... اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے جو سب کی مشیت پر غالب ہے... باقی سب کی مشیت بشمول انسانوں میں سے سب سے افضل اور مخلوقات میں سے سب سے افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی مشیت بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، سید الاولین والآخرین کی، جن کو قیامت کے دن انسانیت کی سربراہی کا جھنڈا اٹھایا جائے گا، علم دیا جائے گا... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشیت بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے... تو اور کون ایسا آگیا کہ جس کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت سے آزاد ہو؟ اور جس کی پسند اور ناپسند جو ہے اللہ تعالیٰ کے اذن کی اس کو حاجت نہ ہو کہ جو چاہے وہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر بھی کر لے؟!

تو یہ آداب ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائے... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گویا یہ بات سکھائی کہ صرف دل کے اندر ہی نہیں بلکہ اپنے اعضا و جوارح سے جو اعمال جاری ہو رہے ہوں، وہاں بھی وہ عقیدہ جھلکنا چاہیے، وہ ایمان جھلکنا چاہیے... اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ادب ہے اس کو ملحوظ رکھنا چاہیے... تو ایک چھوٹا سا ادب بھی ہے جو ہم بھی ہے... اور جس کو ہمیں اپنی گفتگوؤں میں ملحوظ رکھنا چاہیے... جب بات کرنی ہو تو اسی انداز میں کہے... کسی کا شکریہ ادا کرنا ہو تو بجائے یہ کہا جائے کہ یہ کام آپ کے فضل سے ہوا، بلکہ یہ کہا جائے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر آپ کے فضل سے ہوا... یہ کام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پھر آپ کی مدد سے ہوا... اسی طرح جب بھی اس سے مشابہ جملے ہوں تو وہاں پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو مقدم رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد ”نعم“ یا پھر کالفاظ لگا کر اگلے کا ذکر کیا جائے...

اسی طرح اس حدیث سے ضمناً جو سبق ملتا ہے وہ یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی آکر یہ بات کہتا ہے... ایسا نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہیں اور اُس کے علم میں اضافہ کیا... بلکہ دیگر روایات میں اس طرح آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ چیز مجھے اذیت دیا کرتی تھی، جب تم لوگ یہ کہتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں... لیکن چونکہ کوئی وحی نہیں اُتری ہوئی تھی اس لیے میں انتظار میں تھا“... دیگر روایات میں اس واقعہ کی متعدد روایات ہیں کہ یہ واقعہ بھی خواب میں پیش آیا... اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودی دکھلائے گئے... اور بعض روایات میں نہیں عملاً بھی پیش آیا... یہ بھی ممکن ہے ایک سے زائد مواقع پر اس طرح کا معاملہ پیش آیا ہو... لیکن متعدد مواقع پر ایسا ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیز چاہ رہے تھے لیکن وحی کے منتظر تھے... جب وحی اُتری، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ملا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی تبلیغ کی... جس طرح قبلے کی تحویل کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ:-

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ

”ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھتا ہے“

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اور اُمید کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ قبلے کو بیت المقدس سے مکہ کی طرف منتقل کر دیا جائے...

فَلَنُؤَيِّدَنَّكَ وَبِنُصْرَتِنَا

عجیب محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”بس ہم نے قبلے کو اُس طرف پھیر دیا جہاں تُو چاہتا ہے۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بعض اوقات وحی کا انتظار فرماتے تھے... یہاں تک کہ وحی اُترتی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم ارشاد فرماتے... تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد میں بیان فرمایا... لیکن جو نقطہ غور طلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بس اسی وجہ سے بات کو قبول کرنے سے انکار نہیں کر دیا کہ یہ بات یہودی کی طرف سے آرہی ہے... بات حق اور درست ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تصدیق کی انہ قد قال کہ بات کر گیا

وہ... یعنی جو وہ کہہ رہا ہے اس کی بات میں وزن ہے... اور اس بات کو مؤخر بھی نہیں کیا کہ بعد میں بیان کر دیں گے جب وہ یہودی چلا جائے گا، ایسا نہ ہو کہ یہ یہودی یہ کہہ کر واپس چلا جائے کہ آج میں ان کو ایک نئی بات سکھلا کر آ رہا ہوں... ایسے مواقع کے اوپر شیطان یہ سب کچھ دلوں میں ڈالتا ہے... یہود سے ظاہری بات ہے کہ کوئی دوستی کا تعلق تو نہ تھا... دشمن تھا تب بھی دشمن تھے... وہ ازلی دشمن ہے اسلام کے ساتھ... لیکن دشمن کی طرف سے جب کوئی بات آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جب وہ بات درست تھی تو اس کو قبول کیا... حالانکہ اس نے اتنی سخت بات کی کہ آپ شرک کرتے ہیں اور اس طرح بات کی کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں... پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا حق تھا قبول کر لیا...

تو یہ ایک پیغام ہے ہمارے لیے اور یہ انسانیت کے لیے بھی ایک پیغام ہے کہ یہ دین میری اور آپ کی ملکیت نہیں ہے... یہ مسلمانوں کی ملکیت نہیں ہے... یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے! اور ہم خود بھی اللہ کے اس دین کے پابند ہیں ناکہ ہماری پر اپنی یا ہماری ملکیت ہے کہ ہم اس کو جیسے چاہیں موڑ دیں... اُس دین کے مفادات کی زد ہمارے مفادات پر بھی پڑے گی تو پھر بھی ہمیں اُس پر عمل کرنا پڑے گا، ہماری پسند پر بھی پڑے گی تو پھر بھی ہمیں اُس پر عمل کرنا ہوگا... ہمارا دین ہماری خواہش کے برخلاف کوئی حکم دے گا تو ہمیں اس پر عمل کرنا پڑے گا...

یہ رب کا دین ہے... یہ انسانوں کی مصلحتوں، انسانوں کے مفاد سے بالاتر ایک چیز ہے... تمام انسانیت کی بھلائی اور فلاح اسی میں رکھی ہے... کئی مواقع ایسے ہیں، کئی احکامات ایسے ہیں کہ جہاں پر یہود کی کسی حق بات کی تائید میں آیات آسمانوں سے اُتر آئی ہیں... اور کتنے ہی مواقع ایسے ہیں کہ مسلمانوں کی عدالتوں میں خلفائے راشدین کے دور میں، اس کے بعد بھی فیصلے کفار کے حق میں ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے برخلاف ہوئے ہیں... تو یہ دین اس لیے نہیں آیا کہ مسلمان حق پہ ہو یا ناحق ہو، اُس کے قومی مفاد کی حفاظت کی جائے... یہ دین اس لیے آیا ہے کہ حق کی حفاظت کی جائے... اور جو عدل اور قسط ہے، جو حق ہے اُس کو زمین پر قائم کرے...

کفار اگر تھوڑی دیر کے لیے اس بات پر غور کر لیں اور تھوڑی دیر کے لیے بھی یہ مسلمانوں کی تاریخ میں سے واقعات کو نگاہوں کے سامنے لے آئیں... تو ان کو آنکھیں بند

کر کے اس دین میں داخل ہو جانا چاہیے... اس لیے کہ یہ کوئی قومی جھگڑا نہیں ہے ہمارا اور یورپ میں رہنے والوں کا کہ یہ دین جس کی نذر ہو جائے، بلکہ یہ رب کا دین ہے اور اُس رب کے دین کی اگر ہم مخالفت کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی سنتیں ہمارے اوپر بھی اسی طرح نافذ ہوں گی... اللہ تعالیٰ کی پکڑ اسی طرح آئے گی، اور اُس دین کی کوئی اور مخالفت کرے گا تو وہ دین کو اُس کو بھی اسی طرح پکڑے گا، اللہ تعالیٰ کی سنتیں اس کے خلاف بھی اسی طرح حرکت میں آئیں گی... اس میں اہل ایمان کے لیے بھی پیغام ہے کہ وہ دین کو اسی انداز میں پیش کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے... اور اللہ تعالیٰ کی طرف انسانیت کو دعوت ہے:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْاۤیۡ دَارِ السَّلَامِ

”اللہ تعالیٰ لوگوں کو سلامتی کے گھر، جنت کی طرف بلاتے ہیں“

ہم وہ دعوت صرف پہنچا رہے ہیں... اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھ سے وہ کام لے لیں تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہم لوگوں کو اپنی غلامی کی طرف نہیں بلارہے... لوگوں کو مسلمان قوم کا غلام بننے کی طرف بھی نہیں بلارہے... نہ لوگوں کے وسائل ان سے طلب کر رہے ہیں... لوگوں کو اس طرف بلارہے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے بن جائیں... وہ اور ہم مل کر اللہ تعالیٰ کے بندے بن جائیں... زمین پر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے لگیں... یہ عجیب خوبصورت دین ہے، ایک وقت میں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا پیغام ساتھ موجود ہے کہ انسان اس دین کو بیان کرتے ہوئے انسانیت کے سامنے اس دین کو پیش کرتے ہوئے یہ نہ بھولے کہ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عطا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات میں جن سے ہولمہ بھر بھی تجاوز نہیں کر سکتا... اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اپنے احکامات پہ عمل کرنے کی توفیق دیں... اللہ تعالیٰ اپنی گفتگو میں بھی، اپنے عمل میں بھی، ذات باری تعالیٰ کا جواب ہے، اللہ تعالیٰ

اس کو ملحوظ رکھنے کی اور اس کو اپنی زندگی اور عادات کا جز بنانے کی توفیق دیں... آمین

سبحانک اللہم وبھدک نشہدان لا الہ الا انت نستغفرك وتتوب الیک

وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ برحمتک یا رحم الراحمین

☆☆☆☆☆

”(غلبہ اسلام کے) اس خواب کو حقیقت کا رنگ دینے کے لیے، جسم کے

ٹکڑے بھی اڑیں گے۔ کھوپڑیاں بھی پھٹیں گی اور خون بھی بہے گا!“

بھائی سمیر خان شہید رحمہ اللہ

یہ غبار نہ چھٹنے پائے گا!

شیخ انور العولقی رحمہ اللہ

ترجمہ: ام ہمام

اس کے بعد ہمارے سامنے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کا واقعہ آتا ہے۔ غزوہ بدر میں قریش کے ستر مشرک قیدی بنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام قیدیوں کو ان کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ فرداً فرداً ان سے بات کی جاسکے۔ انہی قیدیوں میں نضر بن حارث بھی شامل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ نضر بن حارث نے یہ دیکھ کر اپنے ساتھ والے آدمی سے کہا:

”سنو! مجھے قتل کر دیا جائے گا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں اپنی موت دیکھ رہا ہوں۔“

وہ شخص بولا:

”نہیں تم ایسے ہی بول رہے ہو، کچھ نہیں ہوگا، تمہیں دراصل ڈر لگا ہوا ہے“

نضر نے کہا:

”نہیں، میں صحیح کہہ رہا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں اپنی موت دیکھی ہے۔“

پھر نضر بن حارث نے مصعب بن عمیرؓ کو بلایا جو اس کے رشتہ دار تھے اور ان سے کہا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ان سے کہو کہ میرے ساتھ بھی باقی لوگوں والا معاملہ کریں، اور مجھ سے اسی طرح کا برتاؤ کریں جس طرح میری قوم کے دیگر لوگوں سے کریں۔ اگر وہ ان کو مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے بھی مار دیں اور اگر ان کو معاف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے بھی معاف کر دیں۔“

مصعب بن عمیرؓ نے جواب دیا:

”تم وہ ہو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے اور تم تو وہ شخص ہو جو اللہ کی کتاب کے خلاف باتیں بنایا کرتے تھے!“

نضر بن حارثؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلے کے لیے ان کے قریب حلقے بنالیا کرتا تھا۔ وہ ایران جا کر قسے کہانیاں سیکھ کر آیا اور واپس آکر مشرکین سے کہتا:

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قسے ہی تو سنارہے ہیں، میرے پاس ان سے بہتر قسے ہیں، آؤ آکر میرے قسے سنو!“

اس نے مصعبؓ سے دوبارہ التجا کی کہ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو۔ مصعب بن عمیرؓ بولے:

”کیا تم وہی نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اذیتیں دیا کرتے تھے؟!“

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نضر بن حارث کو بلایا اور علیؓ بن طالب کو اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔ یوں اس کے ساتھ تمام قیدیوں سے علیحدہ سلوک کیا گیا۔ اس وقت مسلمان مدینہ واپس جا رہے تھے۔ ایک خاص مقام پر پہنچ کر نضر بن حارث کو قتل کیا گیا۔ جب ذرا اور آگے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا۔ عقبہ بولا:

”ہائے میری بربادی! صرف مجھے ہی کیوں قتل کیا جا رہا ہے؟ میرے ساتھی یہاں جتنے لوگ ہیں ان سب نے تمہارے ساتھ جنگ کی ہے، یہ سب قریش، میرے ہی قبیلے کے لوگ ہیں تو پھر صرف مجھے کیوں قتل کر رہے ہیں؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

لعداوتک للہ ورسولہ

”اللہ اور اس کے رسول سے تمہاری عداوت کی وجہ سے۔“

اس نے کہا:

”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ساتھ باقی قبیلے والوں کی طرح ہی برتاؤ کیجیے۔ اگر ان کو قتل کریں تو مجھے بھی قتل کر دیں، اگر ان کو چھوڑیں تو مجھے بھی چھوڑ دیں، اگر ان سے فدیہ لیں تو مجھ سے جو چاہے لے لیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بچوں کا خیال کون رکھے گا؟!“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جہنم کی آگ! عاصم اس کو پکڑ کر اس کی گردن اڑا دو!“

اس کے قتل کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم کتنے برے آدمی تھے! واللہ میں نے تم سے بڑھ کر اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول کا انکاری نہیں دیکھا۔ تم نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی۔ میں اس اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں جس نے تمہیں مارا اور تمہاری موت دکھا کر میری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔“

یہ بالکل واضح بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ بہت مختلف طریقے سے پیش آئے۔ اس کے علاوہ ایک نابینا صحابیؓ کا واقعہ ہے جن کے پاس ایک لونڈی ام ولد تھی۔ ام ولد ان کے بچوں کی والدہ تھی، اسی لیے اسے ام ولد کہتے تھے۔ ان کے دو بچے تھے۔ یہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ وہ نابینا صحابیؓ اس کو منع کرتے لیکن وہ پھر بھی باز نہ آتی۔ ایک رات وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہی تھی

کہ ان صحابیؓ نے خنجر لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے قتل کر دیا۔ صبح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: ”میں اللہ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ جس نے یہ کام کیا ہے وہ کھڑا ہو جائے۔“ چنانچہ وہ نابینا صحابیؓ کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ انہوں نے عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اسے قتل کیا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتی تھی اور میرے منع کرنے پر رکتی نہیں تھی۔ میرے پاس اس سے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں اور میری ذات کے لیے وہ بہت رحمدل تھی لیکن جب رات کو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا تو میں نے خنجر لے کر اسے قتل کر دیا۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہو گیا ہے۔ یعنی اس کا کوئی خون بہا نہیں اور اس کے قاتل کے لیے کوئی سزا نہیں ہوگی۔“

ذرا ان صحابیؓ کے الفاظ پر غور کریں۔ ان کے دو بچے تھے اور وہ ان کو موتیوں سے تشبیہ دے رہے تھے اور انہوں نے کہا کہ وہ عورت میرے لیے بہت رحم دل تھی۔ وہ نابینا تھے جنہیں ایسی رحم دل عورت کی ضرورت بھی تھی جو ان کے ساتھ حسن سلوک کرتی تھی۔ لیکن کیونکہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ذات سے بڑھ کر محبت ہونی چاہیے، اپنے گھر والوں سے بڑھ کر، دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہیے۔ اسی لیے انہوں نے اسے قتل کر دیا، صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر، ان کی محبت میں۔ درحقیقت ہر مسلمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں اسی طرح ہونا چاہیے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کی مذمت نہیں کی بلکہ اسے پسند کیا اور فرمایا: ”گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہو گیا ہے۔“

اسی طرح کی ایک اور صورت حال تب پیش آئی جب ایک صحابیؓ نے اپنے قبیلے کی کسی عورت کو قتل کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رد عمل کیا تھا؟ کیا انہوں نے اسے سزا دی؟ نہیں بلکہ فرمایا: اس پر تو دو بکریاں بھی آپس میں سینگ نہیں ماریں گی! ہم اس واقعے کو تفصیل سے دیکھتے ہیں۔ علامہ واقدیؒ نے اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اس عورت کا نام اسماء بنت مروان تھا۔ اس کا تعلق انصار سے تھا اور وہ بہت عمدہ شاعری کیا کرتی تھی۔ لیکن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی اور اسلام کے خلاف باتیں بنا کر لوگوں میں فتنہ پھیلانے کی کوشش کرتی تھی۔ اس طرح کی باتیں کرتی کہ یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قبیلے کا نہیں ہے پھر کیوں ہم اس کی میزبانی کر رہے ہیں اور اس کی وجہ سے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال رہے ہیں۔ کیوں اس کو اپنے

درمیان رہنے دے رہے ہیں۔ اس کو یہاں سے نکال دو! انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی وجہ سے بہت سی مشکلات برداشت کی تھیں۔ معاشی طور پر انہیں نقصان ہوا، ان کے بہت سے لوگ مارے گئے، ان کے شہر کا محاصرہ کر لیا گیا لیکن یہ سب کچھ وہ اللہ کی خاطر برداشت کر رہے تھے اور اسی لیے انہیں انصار کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی۔

عمیر بن عدی اس عورت کے گھرانے کے ایک نابینا فرد تھے۔ انہوں نے کہا:

”اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ لوٹنے کے بعد میں اسے قتل کر دوں گا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دوران بدر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس آنے کے بعد عمیر بن عدیؓ آدھی رات میں اس کے گھر گئے اور سیدھا اس کے کمرے تک پہنچ گئے۔ وہ اپنے بچوں کے درمیان سو رہی تھی اور ان میں سے ایک اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ عورت نے بچے کو پکڑا ہوا ہے تو اس بچے کو اٹھا کر الگ رکھ دیا اور اپنی تلوار سے اس کے سینے پر وار کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

اس کے بعد انہوں نے فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کر لی تو عمیرؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا:

”کیا تم نے مروان کی بیٹی کو قتل کیا ہے؟“

جواباً عرض کیا:

”جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان

ہوں۔“

عمیر بن عدیؓ کو یہ خدشہ تھا کہ کہیں میں نے کچھ غلط نہ کر دیا ہو، مجھے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لینی چاہیے تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولی الامر تھے۔ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے کچھ غلط تو نہیں کیا؟“

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب کیا تھا؟ کیا انہوں نے یہ کہا کہ ہاں اجازت لینی چاہیے تھی یا نہیں تم نے بہت غلط کیا؟ نہیں بلکہ فرمایا:

لا ینتطع فیہا عنزان!

”اس پر دو دو بکریاں بھی آپس میں سینگ نہیں ماریں گی!“

یعنی یہ معاملہ اتنا واضح ہے دو بکریوں کے درمیان بھی اس پر اختلاف نہیں ہوگا! جانوروں کی رائے بھی اس پر ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہوگی! اور اب سبحان اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ اس معاملے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ یہ بات تو جانوروں کی سمجھ میں بھی آتی ہے! وہ بھی اس پر نہیں جھگڑیں گے تو آخر ایسا کیوں ہے کہ اچھے خاصے سمجھ دار لوگ اس پر اختلاف کر رہے ہیں۔ اتنی صاف اور سیدھی بات

میں اختلاف کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ اس پر علما کا اجماع ہے، جو ہم آگے چل کر بیان کریں گے ان شاء اللہ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارد گرد بیٹھے افراد کو دیکھ کر فرمایا: اذا احببتم ان تنظروا الى رجل نصر الله ورسوله بالغيب فنظروا الى عمير بن عدی

”اگر تم ایک ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اس کے رسول

کی غیب میں مدد و نصرت کی تو عمیرؓ بن عدی کو دیکھ لو!“

عمیرؓ بن خطاب بولے:

”اس نابینا شخص کو دیکھو جو رات کو اللہ کی اطاعت میں نکلا!“

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقل الاعی ولكنہ البصیر

”اس کو نابینا نہ کہو! اس کے پاس تو بصارت ہے۔“

افسوس! آج بہت سے لوگ اندھے ہیں! بہت سے لوگ اندھے ہیں!

جب عمیرؓ واپس پلٹے تو اس عورت کے بچے اپنے قبیلے کے کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر اسے دفنار پہنچے۔ وہ ان کے پاس آکر ان کو دھمکانے لگے۔ ”اے عمیرؓ تم نے اس کو مارا ہے؟“ ذہن میں رکھیں کہ یہ انتہائی جنگجو قسم کے لوگ تھے۔ اس اور خزر ج نے اپنی آنکھیں ہی جنگوں میں کھولی تھیں! عمیرؓ نے جواب دیا:

”ہاں! تم سب مقابلے کے لیے آ جاؤ! اگر تم میں سے کوئی اس جیسی بات

کرے گا تو میں تم سب سے بھی لڑوں گا یہاں تک کہ تمہیں ختم کر دوں یا

خود ختم ہو جاؤں!“

اس عمل کا نتیجہ کیا نکلا؟ کیا لوگ اسلام سے دور بھاگ گئے؟ کیونکہ یہ تو ہجرت کے فوراً بعد کا واقعہ ہے۔ غزوہ بدر کے فوراً بعد یہ پیش آیا جب کہ تمام انصار مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس طرح کے فعل سے تو لوگوں کو اسلام سے دور ہو جانا چاہیے تھا نا! لیکن ہوا کیا؟ علامہ واقدیؒ کے مطابق:

”اس کے بعد ان لوگوں میں اسلام رائج ہو گیا کیونکہ جو لوگ مسلمان ہو

چکے تھے اور اپنی قوم کے لوگوں کی وجہ سے اسے چھپائے بیٹھے تھے، جب

انہوں نے اسلام کی یہ قوت اور شان دیکھی تو اپنے ایمان کو ظاہر کرنا

شروع کر دیا۔“

اس واقعہ میں اور اس سے پہلے والے واقعہ سے ہم کیا سیکھ سکتے ہیں؟ ایک بات جو ہمیں ملتی ہے وہ اجازت کے حوالے سے کیونکہ آج کل حاکم وقت سے اجازت لینے کی بہت بات ہو رہی ہے۔ اور یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ اگر آپ کے گھر پر کوئی حملہ کرے اور آپ کو مارنا چاہے تو اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے؟ حدیث میں آتا ہے:

”جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مراوہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مرے وہ شہید ہے، وہ اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے مرے وہ شہید ہے، جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے مرے وہ شہید ہے۔“ (ابوداؤد، ترمذی)

یقیناً آپ سب اس حدیث سے واقف ہوں گے! اب اگر کوئی آپ کے گھر آ جاتا ہے اور آپ کے سر پر پستول لے کر کھڑا ہے اور آپ کو قتل کرنے لگا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ اس سے اپنا دفاع کریں جسے اسلامی فقہ میں دفع الصائل کہتے ہیں، تو کیا آپ کو حاکم وقت سے اجازت لینے کی ضرورت ہوگی؟ وہ آپ پر پستول تانے کھڑا ہے لیکن آپ صدارتی محل میں یا بادشاہ کے محل میں فون کرتے ہیں، اس کے سیکڑوں سیکڑیوں سے گزرنے کے بعد بالآخر اس تک رسائی ہوتی ہے اور آپ پوچھتے ہیں: براہ مہربانی! میں اپنا دفاع کر سکتا ہوں؟ یہاں کوئی مجھے مارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی کوئی تک نفی ہے؟ اگر آپ کو اپنے دفاع کے لیے حاکم سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لیے امام سے اجازت لینا پڑے گی؟؟

اس شخص نے جس نے بنی ختمہ کی عورت کو جا کر قتل کیا تھا کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی تھی؟ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے نہیں! اور کیا ان نابینا صحابیؓ نے اجازت لی تھی؟ جنہوں نے اپنے بچوں کی ماں کو مارا تھا نہیں! انہوں نے اپنا کام کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عمل کو پسند کیا اور فرمایا: اس پر تو دو بکریاں بھی آپس میں سنگ نہیں ماریں گی!

لہذا امام سے اجازت لینے کا یہ مسئلہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب اور شان اس سے بہت اونچی ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر امام سے بڑھ کر ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں کسی حاکم کی اجازت کی ضرورت نہیں! کسی حاکم کا اتنا مرتبہ نہیں کہ وہ اس معاملے میں اپنی کوئی بات کہے!

میرے عزیز بھائیو اور بہنو! یہ یاد رکھیے کہ ہم کس کی بات کر رہے ہیں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کر رہے ہیں۔ وہ جن کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے دفاع کے لیے کسی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خاص ہیں اور یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سب سے الگ ہے اور ان کے لیے خاص احکام ہیں۔ یہ اجازت کے اصول ان کی ذات کے لیے نہیں ہیں!

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆

لقد قمنا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم مقامنا كنا نهلك فيه لولان الله من علينا بابي بكر [فقيه الامة عبد الله ابن مسعود رضي الله عنه]

قاری ابوعمارہ

و ليس منكم من تقطع الاعناق اليه مثل ابى بكر (سيدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

ربیع الاول ۱۱ھ کی ۱۲ تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا گیا، اس طرح مسلمان ریاست میں خلافت کی ابتدا ہوئی۔ اگرچہ تاریخی روایات سے یہ سامنے آتا ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کئی اطراف سے خود خلافت کے معاملے میں مخالفت کا سامنا تھا۔ لیکن حقیقت اس سے کہیں مختلف ہے۔ حقیقت میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سب ہی متفق تھے جیسا کہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”ابو بکر کی کسی نے مخالفت نہیں کی البتہ مرتد اور انصار میں سے اس شخص نے جو قریب تھا کہ مرتد ہو جاتا اگر اللہ تعالیٰ اس کو بچانہ لیتے۔“

یہ روایت دو باتیں واضح کر رہی ہے:

1- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرنے والے مرتدین تھے۔

2- انصار میں سے ایک شخص نے مخالفت کی تھی لیکن پھر رجوع کر کے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے راضی ہو گیا تھا۔ (انصار میں سے یہ شخص سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے ابتدا میں بیعت نہیں کی تھی لیکن کچھ دن بعد کر لی تھی) یہ ان تمام روایات کا خلاصہ ہے جو اس موضوع پر موجود ہیں۔ یہاں ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ ان تمام معاملات کا تعلق مسلمانوں کے اندرونی معاملات سے ہے اس لیے ہم کسی رافضی یا دیگر مذہب کے لوگوں کے الزامات کا جواب دینے کے پابند نہیں ہیں! خصوصاً رافضی، جن کا مقصد زندگی ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکفیر و تضلیل ہے۔ رافضی کے شبہات کیونکہ مسلمان ہونے کی آڑ میں ہوتے ہیں اس لیے ان کے ایمان کا ثبوت پہلے مانگا جائے گا۔

بہر حال خلیفہ بن جانے کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو پہلا خطبہ دیا وہ ان کے اور مسلم امت کے درمیان تعلقات کو واضح کرتا ہے اور اس سے وہ فرائض بھی واضح ہو جاتے ہیں جو ایک خلیفہ اور خلافت کے ادارے کے ذمے ہوتے ہیں۔

”لوگو میں تمہارا امیر بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم میں سے بہترین نہیں ہوں۔

اگر میں اچھا کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر بُرا کروں تو مجھ کو سیدھا کر دو۔

سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ ایک خیانت ہے۔ تم میں جو کمزور ہے وہ

میرے نزدیک قوی ہے چنانچہ میں اس کا شکوہ دور کر دوں گا۔ اور تم میں جو

قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے چنانچہ اس سے حق لوں گا۔ جو قوم جہاد

چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے۔ اور جس قوم میں بری باتیں عام ہو جائیں اللہ ان پر مصیبت کو مستولی کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم میری اطاعت فرض نہیں۔ اب نماز پڑھو اللہ، تم پر رحم کرے۔“

یہ خطبہ ناصر مسلموں اور ان کے امیر کے درمیان تعلق کو واضح کر رہا ہے بلکہ امیر کی ذمہ داری کی جانب بھی اس میں اشارے ہیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جن حالات میں امارت سنبھالی تھی ان پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الہی کے حامل تھے اس لیے آپ کے تمام افعال و اقوال کی حیثیت شریعت کی تھی۔ لیکن اب چونکہ وحی کا سلسلہ بند ہو گیا تھا اس لیے اب کاروبار ریاست کو چلانے کے لیے اسی شریعت پر انحصار کرنا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں چھوڑ کر گئے تھے۔ جیسا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان کو پکڑو گے تو گمراہ نہیں ہو

گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔“

لیکن اب اشکال یہ تھا کہ سنت کی تشریح کون کرے گا اور کن لوگوں کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ قرآن و سنت کی بنیاد پر فتویٰ اور عملی قوانین کی بنیاد رکھیں۔ اس سلسلے میں پہلا پتھر ان قبائل نے پھینکا جو اپنی زکوٰۃ ریاست مدینہ کی بجائے اپنے ہی مستحقین کو دینا چاہتے تھے۔ یہ معاملہ پیچیدہ تھا اور اس کا حل نکالنا ضروری تھا ورنہ ہر کس و ناکس اپنی اپنی تشریح لے کر کھڑا ہو جاتا اور اسلام صرف متضاد تشریحات کا مجموعہ بن کر رہ جاتا۔ اس خطرے کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوری شدت سے محسوس کیا اور اس کے تدارک میں کسی قسم کی نرمی سے انکار کر دیا حتیٰ کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے لوگوں کی رائے بھی رد کر دی (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کن حالات کا سامنا تھا اس کا جائزہ ذیل میں آ رہا ہے۔

پہلا مسئلہ ان قبائل کا تھا جو مدینہ کے قرب و جوار میں آباد تھے اور ریاست مدینہ کے اتحادی تھے، اسلام بھی قبول کر چکے تھے لیکن انہوں نے اس کی تشریحات میں اختلاف شروع کر دیا تھا۔ یہ اپنی زکوٰۃ اور صدقات مدینہ بھیجنے کی بجائے اپنے ہم قوم فقرا میں تقسیم کرنا چاہتے تھے۔ ان کا استدلال تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ ادا کرتے تھے کیونکہ ان کی نماز ان لوگوں کے لیے سکُن تھی لیکن اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جا چکے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز ان کے لیے

سکن کا ذریعہ نہیں ہو سکتی لہذا ان کو اپنی زکوٰۃ اپنے فقر میں تقسیم کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار نہیں کر رہے تھے نہ ہی اس کے منکر تھے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں ایک گفتگو جو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور قرۃ بن بئیرہ اعراب کے سردار کے درمیان ہوئی، جو اس صورت حال کو کافی واضح کرتی ہے۔ اسلامی ریاست اس مطالبے کو قبول نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس وقت تک جزیہ، خراج یا مال غنیمت جیسے ذرائع سے اموال حاصل نہیں ہو رہے تھے اس لیے زکوٰۃ و صدقات ہی ریاست کی آمدنی کا ذریعہ تھے، ظاہر ہے ریاست اس مطالبے کو تسلیم نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے یہ قبائل مخالف ہو گئے ان کا ایک وفد اس سلسلے میں گفتگو کے لیے مدینہ بھی آیا تھا۔ ان لوگوں نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اپنے موقف پر قائل کر لیا تھا۔ جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے۔ سیاسی سطح پر بھی بظاہر یہی لگتا تھا کہ ان کو کوئی طور پر چھوٹ دے دی جائے تو یہ ایک دشمن کو کم کرنے کے لیے مددگار ہو گا۔

دوسرا مسئلہ ان اعراب کا تھا جو سرے سے زکوٰۃ کے ہی منکر تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُّ بِكُمْ الدُّوَارَ عَلَيْهِمْ
ذَآئِرَةُ السَّوْءِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (التوبة: ۹۸)

یہ لوگ زکوٰۃ کو ایک سیاسی حکومت کا تاوان یا خراج سمجھتے تھے جو ان کے آزاد مزاج پر ناگوار تھی۔ یہ لوگ اس کو مذہبی فریضہ نہیں سمجھتے تھے۔ زکوٰۃ کو اگرچہ اسلامی نظام میں بہت اہمیت حاصل ہے اور اس کی تاکید نماز کے ساتھ ساتھ آئی ہے لیکن اس کے باقاعدہ احکامات ۸ھ کے آخر میں نازل ہوئے اور ۹ھ میں اس کی تبلیغ شروع کی تھی اس وجہ سے اکثر لوگوں کو اس کی مذہبی اہمیت کے بارے میں ابہام تھا وہ اس کو اپنی غلامی کا استعارہ اور ایک بالادست سیاسی طاقت کا خراج سمجھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اس موقع کو ریاست مدینہ سے آزادی کے لیے غنیمت جانا اور باغی ہو گئے۔ ان کے اکثر لوگ بعد میں جھوٹے مدعیان نبوت سے جا ملے۔

تیسرا مسئلہ جھوٹے مدعیان نبوت کا تھا جو جزیرہ عرب کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ یمن میں اسود عسی، یمامہ میں مسیلہ کذاب، بزاخہ میں طلحہ بن خویلد اسدی (بعد میں مسلمان ہوا)، پھر عراق سے سجاح بھی نبوت کے جھوٹے دعوے کے ساتھ بنو تغلب اور بنو تمیم کے علاقوں میں پہنچ گئی تھی، عمان میں لقیط بن مالک تھا جو نبوت کا دعویٰ کر کے فتنہ انگیزی میں اضافہ کر رہا تھا اور اس کا دائرہ اثر حضر موت تک پھیلا ہوا تھا۔

چوتھا مسئلہ غلام زکوٰۃ کا تھا جو تین حصوں میں منقسم ہو چکے تھے۔ کچھ لوگ کچے سچے مسلمان رہے اور انہوں نے اپنے جمع کیے ہوئے صدقات اور زکوٰۃ مدینہ بھیج دیے تھے

جیسے صفوان بن صفوان، کچھ وہ تھے جو متردد تھے جیسے زبرقان بن بدر اور کچھ وہ تھے جو کھلم کھلا بغاوت کر چکے تھے جیسے مالک بن نویرہ۔ ان لوگوں میں سب سے خطرناک وہ تھے جو بغاوت کر چکے تھے انہوں نے اپنے علاقوں کے مسلمانوں کا جینا دو بھر کر رکھا تھا۔ مالک بن نویرہ نے نہ صرف بغاوت کی بلکہ جب سجاح نے اس کے علاقے میں ورود کیا تو یہ اس کے ساتھ مل گیا اور اس کو مجبور کیا کہ ان علاقوں کے ان قبائل پر حملے کرے جو ابھی تک اسلام پر قائم تھے۔ مسیلہ اور سجاح کا اتحاد کرنے میں بھی اسی شخص کا مشورہ شامل تھا۔

پانچواں مسئلہ قبائل عرب کا تھا جن کے آزمودہ کار لوگ اپنے جاہلی رسوم و رواج چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھے۔ اگرچہ ان لوگوں نے ریاست مدینہ کے سامنے تسلیم ضرور کیا تھا لیکن حقیقت میں ابھی ان کی اسلامی خطوط پر تربیت نہیں ہو سکی تھی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تو ان لوگوں کو سر اٹھانے کی جرات نہ ہوئی لیکن سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے کے بعد استحکام خلافت کے لیے کچھ عرصہ درکار تھا جو ان لوگوں نے غنیمت جان کر بغاوت کر دی ان میں سے بھی اکثر مدعیان نبوت کے ساتھ جا ملے۔ عینیہ بن محسن فزاری، فہاة سلیسی، اقرع بن حابس، عباس بن مرداس، عطارد بن حاجب انہی لوگوں کے سردار تھے جو اپنی جاہلی رسومات کو نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔

چھٹا مسئلہ ان بیرونی طاقتوں کی سازشوں اور عسکری حملوں کا تھا جو ایک نئی طاقت کو اپنے قریب میں ابھرتے دیکھ کر خطرہ محسوس کر رہی تھیں۔ روم اور فارس دونوں ہی مسلمانوں کے عرب میں بڑھتے ہوئے اقتدار سے خطرہ محسوس کر رہے تھے چنانچہ طلحہ بن خویلد اسدی بزاخہ کی شکست کے بعد شام بھاگ گیا تھا اس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ اس کی بغاوت اور دعویٰ نبوت کے پیچھے رومیوں کا ہاتھ تھا۔ جب کہ عراق سے سجاح کا نبوت کا دعویٰ کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن اس کا مدینہ پر حملے کے لیے نکل پڑنا اس خیال کو ثابت کرتا ہے کہ اصل میں یہ ایرانیوں کی چال تھی جو مسلمانوں کو براہ راست کی بجائے بالواسطہ جنگ میں الجھادینا چاہتے تھے۔

پھر ایک مشکل یہ بھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارکہ میں ہی ایک بڑا لشکر شام کی جانب بھیج چکے تھے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بڑے بڑے صحابہ اس لشکر میں شامل تھے۔ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کسی طور اس لشکر کی روانگی کو موخر یا ملتوی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کی تند و تیز گفتگو اس بارے میں ملتی ہے۔ اس لشکر کی روانگی کا مطلب یہ تھا کہ مدینہ خالی ہو جاتا اور قبائل عرب جو ابھی بغاوت کے امکانات کو جانچ رہے تھے شیر ہو جاتے اور ایسا ہی ہوا! لیکن سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی آپ رضی اللہ عنہ نے صاف طور پر فرمایا:

”جس پرچم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولا تھا میں اس کو نہیں

لپیٹ سکتا چاہے مجھے جنگل کے درندے ہی اٹھا کر لے جائیں۔“

اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرما دیا۔ اسی لشکر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ”عمر کو مدینہ میں چھوڑ جاؤ تاکہ میں ان کے مشوروں سے فائدہ اٹھاؤں۔“

چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قیام کی اجازت دے دی۔

اس لشکر کی روانگی اور واپسی میں ۷۰ دن کی مدت لگی۔ لیکن یہ ایک نہایت زبردست سیاسی فیصلہ ثابت ہوا اور روم کو اپنے عرب اتحادیوں کی امداد کرنے کی جرات ہی نہ ہوئی۔ لہذا مسلمانوں نے ان تمام مدعیان نبوت یا باغیوں کو زیر کر لیا جو روم کی امداد کے بھروسے پر لڑ رہے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب طلحہ اسدی شکست کھا کر بھاگا تو وہ شام گیا جو روم کی عمل داری میں تھا۔ اس کا شام جانا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ رومیوں کی شہ پر لڑ رہا تھا اگرچہ اس کا دست راست عینیہ اپنی جاہلی قوم پرستی کی وجہ سے اس کے ساتھ تھا لیکن طلحہ کی شکست نے روم کے ان عزائم کو خاک میں ملا دیا جو وہ نئی ابھرتی ہوئی مسلمان ریاست کے خلاف رکھتے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس خطرے کو پوری شدت سے محسوس کیا تھا جو روم کی جانب سے درپیش تھا۔ اسی لیے موتہ کی لڑائی پھر تبوک کا جیش العسرة اور پھر جیش اسامہ یہ پے درپے لشکر بھیجنا خالی از علت نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محسوس کر چکے تھے کہ عرب میں امن کا قیام شام کی جانب اپنی سرحدوں کو وسیع کیے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ عرب قبائل جس طرح کی آزادی کے عادی تھے ان کو کسی بھی سلطنت کی بالادستی گوارہ نہ تھی، اس طرح کے لوگوں کو رومی امداد کے ذریعے فتنہ و فساد پر آسانی سے آمادہ کیا جاسکتا تھا۔ اسی خطرے کو بھانپتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش اسامہ کو روانہ کیا تھا اور چونکہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج شناس بھی تھے اور رازدار بھی، تو آپ کو اس سارے منصوبے کا علم ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے لیکن اگر علم نہیں بھی تھا تب بھی آپ ہر معاملے میں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے اس سے یہ واضح ہے کہ آپ نے جیش اسامہ کو اسی وجہ سے بھیجا تھا کہ اس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔

جیش اسامہ کے وقت میں قیصر روم بذات خود حمص میں موجود تھا لیکن اس تین ہزار کے لشکر کے مقابلے میں اس کو نکلنے کی ہمت نہ ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ نہایت کامیاب چھاپہ رہا اور اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے قاتل کو قتل بھی کیا۔ اور یہ لشکر اس کے بعد بغیر کسی نقصان کے واپس آگیا۔ قیصر روم نے اس لشکر کی اطلاع ملنے پر جو خطاب کیا وہ اس کی ذہنی کیفیت اور خوف کی کافی حد تک عکاس کرتا ہے۔ اس نے اپنے درباریوں سے کہا:

”دیکھو یہ وہی لوگ ہیں جن سے میں تمہیں خبردار کرتا رہا ہوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت کے موقع پر اس کا بیان یہ ظاہر کرتا ہے

کہ وہ ذہنی طور پر مسلمانوں سے مرعوب ہو چکا تھا) لیکن تم نہیں مانتے تھے۔ تم ان عربوں کی ہمت دیکھو کہ یہ ایک مہینہ کی مسافت پر آکر چھاپہ مارتے ہیں اور صحیح سلامت واپس بھی چلے جاتے ہیں۔“

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیصر اپنے درباریوں اور مشیروں سے اس بارے میں گفتگو کرتا رہا تھا اور یقینی طور پر وہ اپنی بقا کے لیے عرب قبائل کی بغاوت میں مدد کرتا رہا تھا۔ اس کو جوابی حملے کا خطرہ بھی تھا جس کا اظہار اس نے اپنے اس بیان میں کیا ہے۔ منگمری نے اس کی تصریح کی ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام ایک زبردست سیاسی پیش قدمی تھی جس سے عرب کی سرحدوں سے لڑائی رومی علاقوں میں منتقل ہو گئی۔ لیکن یہ بعد کی بات ہے، ابھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اعراب سے مقابلہ درپیش تھا جو جیش اسامہ کے روانہ ہونے کے بعد مدینہ آئے تھے اور دیکھ چکے تھے کہ مدینہ کی دفاعی حالت کمزور ہے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ باتوں کی وضاحت کر دی جائے۔

مورخین عام طور پر عربوں کی بغاوت کو ارتداد کا نام دیتے ہیں۔ لیکن یہ بات اسی حد تک درست ہے کہ عربوں نے مکہ کی بجائے مدینہ کی سیاسی برتری قبول کی تھی نہ کہ سارا عرب مسلمان ہو گیا تھا۔ اگرچہ یہ ضرور ہوا تھا کہ ہر قبیلے کے کچھ لوگ یاسر دار وغیرہ مسلمان ہو گئے تھے لیکن بحیثیت قبائل کے کچھ ہی تھے جو یکے سے مسلمان تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کو قرآن میں اعراب کہا گیا ہے اور خود سورہ حجرات میں قرآن کی تصریح یہ ہے کہ

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَكِنَّا يَدْخُلُ الْإِنْسَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلَيْسَ لَكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ (الحجرات: ۱۴)

”یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے لیکن ان سے کہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ تم نے اطاعت قبول کی ہے۔^۱ حالانکہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا بے شک اللہ غفور الرحیم ہے۔“^۲

^۱ (یہاں اسلمنا کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی محفوظ ہو جانا کے ہیں اس لیے اسی مطلب کو اختیار کیا گیا ہے)

^۲ آج ہم اپنی حالت پر غور کریں تو یہی بات واضح ہوتی ہے کہ ایمان ہمارے دلوں میں نہیں ہے بلکہ صرف قول میں ہے جیسا کہ اعراب کے قول میں تھا اللہ ہم پر اپنا رحم اور فضل فرمائے اور ایمان کو ہمارے لیے محبوب بنادے، آمین۔

ان اعراب اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کا فرق بھی قرآن نے واضح کیا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَنْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (الحجرات: ۱۵)

”مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر وہ اس میں شک بھی نہیں کرتے اور اللہ کے راستے میں اپنے جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور بس یہی لوگ سچے ہیں۔“

یہی اعراب جن کا سورہ حجرات میں ذکر ہوا آگے چل کر ناعین زکوٰۃ بنے۔ قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات دو باتیں واضح کر رہی ہیں۔

1- ان اعراب نے مدینہ کے مسلمانوں کی قریش مکہ پر فتح کے بعد اسلام کی ظاہری شان و شوکت اور سیاسی سطوت کو دیکھ کر خود کو مسلمان کہنا شروع کر دیا ہے لیکن درحقیقت یہ ایمان کی لذت اور اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے اور ایمان ابھی ان کے دلوں میں نہیں اترا۔

2- چونکہ یہ لوگ ابھی تک ایمان کی لذت سے واقف نہیں ہوئے تھے اس لیے ان کو جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی ناگوار ہوا۔

چنانچہ سورہ فتح میں اعراب کی بہانے بازی کو اور واضح کیا گیا ہے۔ پھر اسی سورہ میں بتایا گیا ہے کہ آگے چل کر یہی اعراب پکے مسلمان بن جائیں گے اور اسلام کی جانب سے کفار کے ساتھ جہاد کریں گے۔ یہ اعراب وہ تھے جو مدینہ اور اس کے ارد گرد آباد تھے جیسا کہ سورہ توبہ میں تصریح آئی ہے:

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ (التوبہ: ۱۲۰)

”اہل مدینہ اور ان کے گرد جو اعراب ہیں ان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جائیں۔“

ان اہل بادیه میں بھی دو گروہ تھے اور قرآن میں ان کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔

1- وہ لوگ جو کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اس لائق نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو جان سکیں (کہ ان میں کیا حکمتیں ہیں)۔ اور انہی میں سے کچھ وہ ہیں جو مال خرچ کرتے ہیں تو اس کو ایک فریضہ نہیں بلکہ ایک سیاسی بالادست قوت کا تاوان سمجھتے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے (تاکہ یہ بغاوت کریں اور اس سیاسی قوت سے آزادی اختیار کر لیں)۔ یہاں مفہوم بیان کیا گیا ہے حوالے کے لیے سورہ توبہ ملاحظہ کریں۔

2- اسی سلسلہ کلام کو مزید بڑھاتے ہوئے فرمایا:

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَواتِ الرَّسُولِ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (التوبہ: ۹۹)

”انہی اعراب میں کچھ وہ بھی ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں ہاں بے شک وہ ان کے لیے تقرب الہی کا ذریعہ ہے۔“

یعنی کچھ ایسے بھی تھے جو دل سے مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر ایک اور وجہ بھی سامنے آتی ہے وہ یہ کہ مال خرچ کرنے کی اہمیت تو بار بار قرآن میں آئی ہے لیکن زکوٰۃ کا باقاعدہ نظام اور اس کی ترتیبات ۸ھ کے بعد بنائی گئیں، اس سے پہلے جو لوگ مسلمان ہو جاتے تھے وہ مدینہ آجاتے تھے لہذا زکوٰۃ مدینہ والوں سے ہی لے کر وہیں استعمال کر لی جاتی تھی۔ زکوٰۃ کا باقاعدہ حکم بھی فتح مکہ کے بعد نازل ہوا ہے اور ۹ھ کے شروع میں اس کی باقاعدہ تبلیغ و اشاعت اور وصول یابی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاملین کو قبائل میں بھیجا تھا۔ اس بنا پر ان خاص اعراب کا ذہن اس بارے میں صاف نہیں تھا جیسا کہ ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم سے ان کی گفتگو میں نظر آتا ہے اور اسی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے نرمی کرنے کے حق میں تھے۔ ان میں سے کچھ یہ بھی سمجھتے تھے کہ زکوٰۃ کا حکم خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک تھا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دار فانی سے کوچ فرما گئے تو یہ حکم بھی ساقط ہو گیا اور اگر یہ ضروری بھی ہے تو اپنے مال داروں سے وصول کر کے اپنے ہی فقر پر تقسیم کیا جانا چاہیے۔ زکوٰۃ جمع کر کے مدینہ بھیجنا وہ ایک طرح کی زبردستی سمجھتے تھے۔ چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عمان سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر عام ہو چکی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ بنو عامر کے علاقے سے گزرے تو قرۃ بن ہبیرہ کے مہمان ہوئے، اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی خوب خاطر تواضع کی پھر آپ سے تنہائی میں گفتگو کی اور کہا:

”اگر آپ لوگ (مدینہ والے) ہم سے مال لینا چھوڑ دیں تو ہم سب عرب آپ کے مطیع و فرمانبردار رہیں گے ورنہ ہم اس تاوان پر کو قبول نہیں کر سکتے اور آپ کے ساتھ کبھی متفق نہیں ہوں گے۔“

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قریش کے نامور سیاست دان تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا:

”کیا تو کافر ہو گیا ہے اور ہم کو عرب کی دھمکی دیتا ہے؟ میں تمہیں گھوڑوں سے پامال کر دوں گا!“

یہ کہا اور روانہ ہو گئے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، جن کی سیاست دانی مُسلم ہے، بھی عین وہی دھمکی دے رہے ہیں جو عملی طور پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں انجام پائی۔

کچھ ان لوگوں کو اس خیال سے بھی غلط فہمی ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب کی آزادی اور خالص مالی خود مختاری کو برقرار رکھتے تھے۔ باذان جو فارس کی جانب سے یمن کا گورنر تھا مسلمان ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس کے عہدے پر برقرار رکھا۔ بحرین اور حضر موت کے امرا مسلمان ہوئے تو یہی معاملہ ان کے ساتھ بھی ہوا اور حکم دیا کہ ان علاقوں کے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے انہی علاقوں کے فقرا پر تقسیم کر دی جائے۔ کچھ لوگوں کا استدلال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے نماز پڑھتے تھے جو ہمارے لیے سکنا کا ذریعہ تھی اور اسی وجہ سے صدقات کی وصولی انہی کا حق تھی اب چونکہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز ہمارے لیے سکنا کا ذریعہ نہیں ہے اس لیے زکوٰۃ کا وصول کرنا ان کا حق ہی نہیں ہے۔ قبائل اعراب کا یہی طبقہ ہے جس کو مورخین ’مرتد‘ لکھتے ہیں لیکن درحقیقت یہ مرتد نہیں تھے بلکہ بہت سی وجوہات کی بنا پر اپنی زکوٰۃ ریاست مدینہ کو ادا نہیں کرنا چاہتے تھے جیسا کہ اوپر کی بحث سے معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کی مخالفت کی تھی۔

اعراب کا دوسرا گروہ وہ تھا جو مدینہ کے قرب و جوار میں نہیں بلکہ دور دراز میں آباد تھے۔ جنوب میں یمن اور اس کے گرد و نواح، شمال مشرق میں شام کی سرحدوں پر اور فارس کی سرحدوں پر ان کی آبادیاں تھیں۔ مورخین ان کو بھی ’مرتد‘ ہی لکھتے ہیں اس کی وجہ ایک عام غلط فہمی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سارا عرب مسلمان ہو چکا تھا۔ جیسا کہ طبری نے سدی کے حوالے سے لکھ ہے کہ سورہ توبہ میں کفار اور مشرکین سے برأت کے اعلان کے بعد کفار عام طور پر مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ قبائل اسی گروہ میں ہیں جن کے اسلام لانے کی تصدیق کی گئی ہے لیکن ان کے مومن ہونے کا انکار کیا گیا ہے۔ اور اس اسلام کا مطلب یہ بھی نہیں تھا کہ یہ مسلمان ہو گئے تھے بلکہ یہ درحقیقت ایک سیاسی قوت کے سامنے سرنگوں ہوئے تھے چنانچہ انہوں نے خود کو محفوظ کر لیا تھا۔ اس حفاظتی تدبیر کو ہی قرآن نے اسلام کے نام سے پکارا ہے کہ انہوں نے سلامتی تو حاصل کر لی ہے لیکن ایمان ان کے دلوں میں نہیں آیا (دیکھیں سورہ حجرات)۔ چنانچہ جب عام بغاوت اور سرکشی کا طوفان کھڑا ہوا تو یہ سب اس بغاوت میں شامل ہو گئے اب اس کو ارتداد نہ کہیں تو کیا کہیں؟

ان میں سب ہی اس طور طریقے پر نہیں تھے بلکہ کچھ کچھ لوگ سچے دل سے بھی مسلمان ہوئے تھے لیکن عمومی طور پر ان سب کی حالت ویسی ہی تھی جیسی اوپر بیان کی گئی ہے۔ بنو تمیم، بنو عامر، قبائل مضر، اہل نجران اور خاص طور پر اہل حضر موت جن کو رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے باقاعدہ آزادی کا جشن منایا اور ان کی عورتوں نے مہندی لگائی اور دف بجائے۔ ان کی کچھ عورتوں کے بارے میں آتا ہے کہ وہ باقاعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی دعائیں مانگا کرتی تھیں۔ بعض تاریخوں میں ان عورتوں کی تعداد تیس بتائی گئی ہے اور ان کے نام بھی گنائے گئے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ سب شریف اور معزز عورتیں تھیں۔ ان عورتوں کی حالت سے ان قبائل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بنو عامر کے دو لوگوں عامر بن طفیل اور اربد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش بھی کی تھی۔ یہ جنوبی عرب کا حال تھا۔

شمالی عرب میں کیا صورت حال تھی اس کا اندازہ جنگ موتہ، غزوہ تبوک اور جیش اسامہ کی خصوصی روائی سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس ساری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ قبائل ابھی تک اپنی جاہلی رسوم پر قائم تھے اگرچہ ہر قبیلے کے دوچار لوگ یا سرداران مسلمان ہو چکے تھے لیکن من حیث الجماعت یہ قبائل جاہلیت پر ہی قائم تھے۔ ان حالات میں ان کو مسلمان کیسے کہا جاسکتا ہے اور جب یہ مسلمان ہی نہیں ہوئے تو عہد صدیقی میں یہ دعویٰ کرنا کہ یہ مرتد ہو گئے تھے کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسلمان ہوئے ہی نہیں تھے اور ان کی بغاوت سراسر سیاسی تھی۔ یہ ایک مذہب کو قبول کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دینا نہیں تھا بلکہ ایک سیاسی قوت کے سامنے سر جھکا کر موقع کا انتظار تھا کہ کب وہ کمزور پڑے اور کب ان کو آزادی نصیب ہو جیسا کہ قرآن حکیم نے تصریح کی ہے:

”یہ انتظار میں ہیں کہ کب حادثہ پیش آئے اور یہ آزادی حاصل کر لیں“ (سورہ توبہ)۔ عینہ بن حصن فزاری، اقرع بن حابس، عباس بن مرداس السملی، فہاة السملی، وغیرہ انہی لوگوں میں شامل تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب ہی اس بغاوت میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے اسی طرح نمٹنے کی پالیسی بنائی جیسا کہ مانعین زکوٰۃ کے ساتھ نمٹنا چاہتے تھے۔ ان کے بارے میں اختلاف بھی نہیں ہوا تھا۔ اس ساری بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو مرتد کہا جاتا ہے وہ درحقیقت کبھی مسلمان نہیں تھے اور ان کے ارتداد کی اصل حقیقت کیا تھی۔ حد تو یہ ہے کہ مسئلہ کذاب اور طلیحہ بن خویلد کے بارے میں بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہو گئے تھے لیکن اگر یہی اسلام ہے تو کفر کیا ہوتا ہے؟ درحقیقت یہ وہی سیاسی سرنگونی تھی جو ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔ (جاری ہے)



الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه،
أما بعد
قال الله تعالى:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَبِهِمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (الاحزاب: ۲۳)

”انہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا نذرانہ پورا کر دیا، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔“

ہم انتہائی دکھ کے ساتھ تحریک طالبان پاکستان سے وابستہ مجاہدین سے بالخصوص اور اہل پاکستان اور تمام مسلمانانِ عالم سے بالعموم امیر تحریک طالبان پاکستان، مولانا فضل اللہ خراسانی کی شہادت پر تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی شہادت اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، آپ کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور آپ کی شہادت اہل ایمان کی تقویت جبکہ ظالموں کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت فرمائیں، آمین۔

آپ نے اپنی زندگی دین کے لیے کھپادی، اس راستے میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا، گھر بار چھوڑا، ہجرت کی اور ہمیشہ دشمنانِ دین کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ آپ دشمنانِ دین اور ظالموں کے لیے بغض و نفرت کا استعارہ تھے، نحسبہ کذلک واللہ حسیبہ۔ ہم تحریک طالبان پاکستان سے وابستہ تمام مجاہد بھائیوں کو صبر کی تلقین کرتے ہیں اور یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہماری جماعت ظلم کی ہر صورت ختم کرنے اور اللہ کارحمانی عدل قائم کرنے کے سفر میں آپ کے شانہ بہ شانہ ہے۔

مولانا فضل اللہ رحمہ اللہ کی امریکیوں کے ہاتھوں شہادت ہوئی اور اس نے ایک دفعہ پھر ثابت کر دیا کہ مجاہدین اور اہل دین کے خلاف پاکستانی فوج کی جنگ فی الحقیقت امریکی جنگ ہے، اس نے یہ بھی واضح کر دیا کہ مجاہدین سردارانِ کفر کے آلہ کار نہیں، دشمن ہیں، جب کہ پاکستانی فوج، امت کے قاتل امریکہ کی غلام ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تحریک طالبان پاکستان کے حلقہ محمود کے محترم امیر خالد (سجنا) محمود اور طالبان رہ نما اعظم طارق محمود رحمہما اللہ اور ان سے پہلے تحریک طالبان کے بیشتر مرکزی قائدین بھی امریکہ ہی نے شہید کیے ہیں، خراسان سے شام و یمن بلکہ پوری دنیا میں دیگر جہادی قائدین کی بھی یہی کہانی ہے۔ یہ سب واقعات ہمیں کھلا پیغام دیتے ہیں کہ امریکہ امت پر مسلط شریعت

کی دشمن افواج کا محافظ اور سردار ہے اور یہ کہ اس کی کمر توڑے بغیر جہادی تحریکیں کامیاب ہو سکتی ہیں اور نہ ہی ہم آزادی امت کے سورج کا طلوع دیکھ سکتے ہیں۔

اس موقع پر ہم تحریک طالبان پاکستان کے نئے امیر مفتی نورولی محمود دامت برکاتہم سے بھی کہتے ہیں کہ ہماری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائیں، آپ کے ہاتھ پر خیر عام فرمائیں اور آپ کے حامی و ناصر ہوں، آمین۔

اللہ تعالیٰ تمام مجاہدین کو اپنے راستے میں استقامت عطا فرمائیں، ہر مسلمان سے محبت کرنے والا، اس کے غم میں گھلنے والا، اس کے حقوق ادا کرنے والا اور ہر دشمن دین کے مقابلے میں ڈٹ جانے والا بنادیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد۔

جماعۃ قاعدۃ الجہاد بر صغیر

۸ شوال المکرم ۱۴۳۹ھ، ۲۲ جون ۲۰۱۸ء

☆☆☆☆☆

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کا مولانا فضل اللہ خراسانی رحمہ اللہ کی

شہادت پر تعزیتی بیان

دنیا بھر بسنے والے میرے عزیز مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں پوری امت مسلمہ کو بالعموم اور سرزمینِ خراسان میں موجود تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین کو بالخصوص ان کے امیر شیخ فضل اللہ خراسانی رحمہ اللہ کی شہادت کی مبارک باد دیتا ہوں، جو کہ امریکی ڈرون حملہ کے نتیجے میں شہادت کے مقام پر فائز ہو گئے۔

میں دعاگو ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی ہجرت اور ان کے جہادی کارناموں کو قبول فرما کر، جنت الفردوس کو ان کے لیے منتخب فرمائے اور ہماری بھی ان کے ساتھ اس حال میں ملاقات کرا دے، کہ نہ ہم شرمندہ ہو، اور نہ ہی ہم نے فتنہ میں مبتلا ہو کر منہج تبدیل کیا ہوا ہو۔

اسی طرح میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے ساتھیوں کو ان کے چھوڑے جہادی راستے پر چلتے رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے، اور ان کو اللہ اسلام اور مسلمانوں کا مددگار بنادے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فوائد ضروریہ

منقول از رسالہ وصول الأفكار:

ابناء زمانہ کی افراط و تفریط اور کفر و اسلام کے معاملہ میں بے احتیاطی دیکھ کر آج سے تیس سال پہلے ۱۳۵۱ھ میں احقر نے ایک سوال کے جواب میں مفصل مقالہ لکھا تھا، جو بنام ”وصول الأفكار الى أصول الاكفار“ شائع ہو چکا ہے۔ اس جگہ بھی اس کا خلاصہ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے:

حقیقت یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر یا کسی کافر کو مسلمان کہنا دونوں جانب سے نہایت ہی سخت معاملہ ہے۔ قرآن کریم نے دونوں صورتوں پر شدید نکیر فرمائی ہے۔ مسلمان کو کافر کہنے کے متعلق ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمٌ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (النساء: ۹۲)

”اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو، اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کر دے دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش میں یوں مت کہہ دیا کرو کہ: ”تو مسلمان نہیں!“ کیونکہ اللہ کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں، پہلے بھی تم ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا۔ سو غور کرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔“

یعنی جب تم اول مسلمان ہوئے تھے اگر تمہیں بھی یہی کہہ دیا جاتا کہ: ”تم مسلمان نہیں!“ تو تم کیا کرتے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنا اسلام ظاہر کرے تو جب تک اس کے کفر کی پوری تحقیق نہ ہو جائے اس کو کافر کہنا ناجائز اور وبالِ عظیم ہے۔

اسی طرح اس کے مقابل یعنی کسی کافر کو مسلمان کہنے کی ممانعت اس آیت میں ہے:

أَتَيْنِدُونَ أَنَّ تَهْدُوا مِّنْ أَضَلِّ اللَّهُ ۚ وَ مَن يُّضِلِّ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا (النساء: ۸۸)

”کیا تم لوگ اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جن کو اللہ

تعالیٰ نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے؟ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال

دیں اس کے لیے کوئی سبیل نہ پاؤ گے۔“

تفسیر جلالین میں ”أَنْ تَهْدُوا“ کی تفسیر یہ کی ہے:

ای تعدوهم من جملة المهتدين

”کفار کو اہل ہدایت میں شمار کرنا۔“

سلف صالح، صحابہ و تابعین اور مابعد کے ائمہ مجتہدین نے اس بارہ میں بڑی احتیاط سے کام لینے کی ہدایتیں فرمائی ہیں۔ حضرات متکلمین اور فقہانے اس باب کو نہایت اہم اور دشوار گزار سمجھا ہے اور اس میں داخل ہونے والوں کے لیے بہت زیادہ تہیظ و بیداری کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ علامہ قاریؒ نے شرح شفا فضل ”تحقیق القول فی اکفار المتأولين“ میں امام الحرمین کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

ادخل كافر في الملة الإسلامية واخراج مسلم عنها عظيم في الدين

”کسی کافر کو اسلام میں داخل سمجھنا یا مسلمان کو اسلام سے خارج سمجھنا

دونوں سخت چیزیں ہیں۔“ (شرح شفا: ۲، ص ۵۰۰)

لیکن آج کل اس کے برعکس یہ دونوں معاملے اس قدر سہل سمجھ لیے گئے ہیں کہ کفر و اسلام اور ایمان و ارتداد کا کوئی معیار اور اصول ہی نہ رہا۔

ایک جماعت ہے جس نے تکفیر بازی کو ہی مشغلہ بنا رکھا ہے۔ ذرا سی خلاف شرع بات بلکہ خلاف طبع کوئی بات سرزد ہوئی اور ان کی طرف سے کفر کا فتویٰ لگا۔ ادنیٰ ادنیٰ فروعی باتوں پر مسلمانوں کو اسلام سے خارج کہنے لگتے ہیں۔ اُدھر ان کے مقابل دوسری جماعت ہے جن کے نزدیک اسلام و ایمان کوئی حقیقت محصلہ نہیں رہتی بلکہ وہ ہر اس شخص کو مسلمان کہتے ہیں جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے، خواہ تمام قرآن و حدیث اور احکام اسلامیہ کا انکار اور توہین کرتا رہے۔ ان کے نزدیک اسلام کے مفہوم میں ہر قسم کا کفر کھپ سکتا ہے۔ انہوں نے ہندوؤں اور دوسرے مذاہب باطلہ کی طرح اسلام کو بھی محض ایک قومی لقب بنا دیا ہے کہ عقائد جو چاہے رکھے، اقوال و اعمال میں جس طرح چاہے آزاد رہے، وہ بہر حال مسلمان ہے، اور اس کو اپنے نزدیک وسعت خیال اور وسعت حوصلہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

لیکن اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اس کج روی اور افراط و تفریط کے دونوں پہلوؤں سے سخت بے زار ہیں۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کے لیے ایک آسمانی قانون پیش کیا

ہے، جو شخص اس کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کرے اور کوئی تنگی اپنے دل میں اس کے ماننے سے محسوس نہ کرے وہ مسلمان ہے۔ اور جو اس قانونِ الہی کے کسی قطعی حکم کا انکار کر بیٹھے، وہ بلاشبہ و بلا تردد دائرۃ اسلام سے خارج ہے، اس کے دائرۃ اسلام میں داخل رکھنے سے اسلام بے زار ہے اور اس کے ذریعہ اسلامی برادری کی مردم شماری بڑھانے سے اسلام اور مسلمانوں کو غیرت ہے، اور ان چند لوگوں کے داخل اسلام ماننے سے ہزاروں مسلمانوں کے خارج از اسلام ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے، جیسا کہ بہت دفعہ اس کا تجربہ اور مشاہدہ ہو چکا ہے۔

سوال اول:

کفر و اسلام کا معیار کیا ہے؟ اور کس وجہ سے کسی مسلمان کو مرتد یا خارج از اسلام کہا جاسکتا ہے؟

الجواب:

ارتداد کے معنی لغت میں پھر جانے اور لوٹ جانے کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں ایمان و اسلام سے پھر جانے کو ارتداد اور پھرنے والے کو مرتد کہتے ہیں، اور ارتداد کی صورتیں دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی کم بخت صاف طور پر تبدیل مذہب کر کے اسلام سے پھر جائے۔ جیسے عیسائی، یہودی، آریہ سماجی وغیرہ مذہب اختیار کرے یا خداوندِ عالم کے وجود یا توحید کا منکر ہو جائے، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر دے۔

دوسرے یہ کہ اس طرح صاف طور پر تبدیل مذہب اور توحید و رسالت سے انکار نہ کرے، لیکن کچھ اعمال یا اقوال یا عقائد ایسے اختیار کرے جو انکارِ قرآن مجید یا انکارِ رسالت کے مترادف و ہم معنی ہوں۔ مثلاً: اسلام کے کسی ایسے ضروری و قطعی حکم کا انکار کر بیٹھے جس کا ثبوت قرآن مجید کی نص صریح سے ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہوا ہو۔ یہ صورت بھی باجماع امت ارتداد میں داخل ہے اگرچہ اس ایک حکم کے سوا تمام احکام اسلامیہ پر شدت کے ساتھ پابند پر۔

ایمان کی تعریف مشہور و معروف ہے جس اہم جزو دو ہیں۔ ایک حق سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان لانا، دوسرے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ لیکن جس طرح اللہ تباری و تعالیٰ پر ایمان کے یہ معنی نہیں کہ صرف اس کے وجود کا قائل ہو جائے بلکہ اس کی تمام صفات کاملہ، علم، سمع، بصر، قدرت وغیرہ کو اسی شان کے ساتھ ماننا ضروری ہے جو قرآن و حدیث میں بتلائی ہیں۔ ورنہ یوں تو ہر مذہب و ملت کا آدمی خدا کے وجود و صفات کو مانتا ہے۔ یہودی، نصرانی، مجوسی، ہندو سب ہی اس پر متفق ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا بھی یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو مان لے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، تربیہ ٹھ سال عمر ہوئی، فلاں فلاں کام کیے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی حقیقت وہ ہے جو قرآن مجید نے بالفاظِ ذیل بتلائی ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء: ۶۵)

”قسم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی! کہ یہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام نزاعات و اختلافات میں حکم نہ بنادیں اور پھر جو فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو پوری طرح تسلیم کر لیں۔“

روح المعانی میں اسی آیت کی تفسیر سلف سے اس طرح نقل فرمائی ہے:

فقد روى عب الصادق رحمه الله انه قال: لو ان قوماً عبدوا الله تعالى واقاموا الصلوة وأتوا الزكوة وصاموا رمضان وحجوا البيت ثم قالوا لشئ صنع الله رسول الله صلى الله عليه وسلم الا صنع خلاف ما صنع او وجدوا في انفسهم لكانوا مشركين ثم تلا هذه الآية (روح المعانی ج ۶، ص ۶۵)

”حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ: اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، اور نماز کی پابندی کرے، اور زکوٰۃ ادا کرے، اور رمضان کے روزے رکھے، اور بیت اللہ کا حج کرے، مگر پھر کسی ایسے فعل کو جس کا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو، یوں کہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ اس کے خلاف کیوں نہ کیا؟“ اور اس کے ماننے سے اپنے دل میں تنگی محسوس کرے تو یہ قوم، مشرکین میں سے ہے۔“

آیت مذکورہ اور اس کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ رسالت پر ایمان لانے کی حقیقت یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کیا جائے اور اس میں کسی قسم کا پس و پیش یا تردد نہ کیا جائے۔

اور جب ایمان کی حقیقت معلوم ہو گئی تو کفر و ارتداد کی صورت بھی واضح ہو گئی۔ کیونکہ جس چیز کے ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے، اسی کے نہ ماننے اور انکار کرنے کا نام

کفر و ارتداد ہے (صحیح بہ فی شرح المقاصد) اور ایمان و کفر کی مذکورہ تعریف سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کفر صرف اسی کا نام نہیں کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرے سے نہ مانے، بلکہ یہ بھی اسی درجہ کا کفر اور نہ ماننے کا ایک شعبہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احکام قطعی و یقینی طور پر ثابت ہیں ان میں سے کسی ایک حکم کے تسلیم کرنے سے (یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے) انکار کر دیا جائے، اگرچہ باقی سب احکام کو تسلیم کرے اور پورے اہتمام سے سب پر عامل بھی ہو۔

تنبیہ:

ہاں اس جگہ دو باتیں قابل خیال ہیں۔ اول تو یہ کہ کفر و ارتداد اس صورت میں عائد ہوتا ہے جب کہ حکم قطعی کے تسلیم کرنے سے انکار اور گردن کشی کرے اور اس حکم کے واجب التعمیل ہونے کا عقیدہ نہ رکھے۔ لیکن اگر کوئی شخص حکم کو تو واجب التعمیل سمجھتا ہے مگر غفلت یا شرارت کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کو کفر و ارتداد نہ کہا جائے گا، اگرچہ ساری عمر ایک دفعہ بھی اس حکم پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئے، مگر اس شخص کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ اور پہلی صورت میں کسی حکم قطعی کو واجب التعمیل ہی نہیں جانتا اگرچہ کسی وجہ سے ساری عمر اس پر عمل بھی کرتا ہے، جب بھی کافر و مرتد قرار دیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص [پانچوں وقت کی نماز کا شدت کے ساتھ پابند ہے، مگر فرض اور واجب التعمیل نہیں جانتا، یہ کافر ہے۔ اور دوسرا شخص جو فرض جانتا ہے مگر کبھی نہیں پڑھتا، اگرچہ فاسق و فاجر اور سخت گناہ گار ہے۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے احکام اسلامیہ کی مختلف قسمیں ہو گئی ہیں۔ تمام اقسام کا اس بارہ میں ایک حکم نہیں۔ کفر و ارتداد ان احکام کے انکار سے عائد ہوتا ہے جو قطعی الثبوت بھی ہوں اور قطعی الدلالة بھی۔ قطعی الثبوت ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو جن کے روایت کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹی بات پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے (اسی کو اصطلاح میں ”تواتر“ اور ایسی احادیث کو ”احادیث متواترہ“ کہتے ہیں)

اور قطعی الدلالة ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہے یا حدیث متواترہ سے ثابت ہوئی ہے وہ اپنے مفہوم اور مراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو، اس میں کسی قسم کی الجھن یا ابہام نہ ہو کہ جس میں کسی کی تاویل چل سکے۔

پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص و عام میں اس طرح مشہور و معروف ہو جائیں کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم و تعلم پر موقوف نہ رہے بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو ورثاً وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا فرض ہونا، چوری، شراب خوری کا گناہ ہونا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ تو ایسے احکام قطعیہ کو ”ضروریات دین“ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف ”قطعیات“ کہلاتے ہیں ضروریات نہیں۔

ضروریات اور قطعیات کے حکم میں یہ فرق ہے کہ ضروریات دین کا انکار باجماع امت مطلقاً کفر ہے، ناواقفیت و جہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی۔

اور قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچیں تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی عام آدمی بوجہ ناواقفیت و جہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر و ارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا، بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالات احکام میں سے ہے، اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب کفر کا حکم کیا جائے گا۔

کما فی المسائرة والمسارة لابن الہمام ولفظہ وامام ثابت قطعاً ولم يبلغ حد الضرورة کاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلیبیة باجماع المسلمین فظاهر کلام الحنفیة الکفار بجحدہ بانہم لم یشرطوا فی الکفار سوی القطع فی الثبوت (الی قولہ) ویجب حملہ علی ما اذا علم المنکر ثبوته قطعاً

”اور جو حکم قطعی الثبوت ہو مگر ضرورت کی حد کو نہ پہنچا ہو جیسے (میراث میں) اگر پوتی یا بیٹی حقیقی جمع ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم اجماع امت سے ثابت ہے، سو ظاہر کلام حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم کیا جاوے کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں لگائی (الی قولہ) مگر واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کیا جاوے کہ جب منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے۔“

(مسامرہ ص: ۱۴۹)

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

ہم واشنگٹن پر بھی اسلام کا جھنڈا اسی جہاد کے ذریعے لہرائیں گے!

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید نور اللہ مرقدہ

میرے دوستوں! جس طرح اسلام میں نماز اور روزے اور حج اور زکوٰۃ کا ایک مقام ہے اسی طرح جہاد کا بھی ایک مقام ہے اور جس طرح کسی شخص کی ذات کی صحت اور اصلاح کے لیے نماز روزہ کی ضرورت ہے اسی طرح اصلاح معاشرہ اور امن عامہ کے لیے جہاد کے ذریعے مفسدین فی الارض کا علاج بھی ضروری ہے۔ جس طرح کسی ملک و وطن میں اس ملک کے بادشاہ کے قوانین نافذ کرنے کے لیے باغیوں کی سرکوبی ضروری ہے، اسی طرح روئے زمین کے مالک حقیقی اور خالق حقیقی کے احکام اور قوانین کو پوری روئے زمین پر نافذ کرنا اور ان قوانین سے بغاوت اور انکار کرنے والوں کا قلع قمع کرنا بھی انتہائی ضروری ہے اور اسی احکام الہی کے نفاذ اور نافرمانوں کی سرکوبی کا نام جہاد ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسی جہاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

اور اسی جہاد کی اجازت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ لِنُفِثِهِمْ لَقْدِيرٍ

اور ادا! ترکتم الجہاد کی وعید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جہاد کے ترک پر فرمائی ہے۔

فَقَضَىٰ اللَّهُ الْمُبَاجِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ كِي فَضِيلَتِ اسی میدان کے مجاہد کی ہے۔

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا مِثْلِ اسی میدان کے گھوڑوں کی قسمیں اللہ نے کھائی ہیں۔

انْفِثْرَا وَخِفَافًا وَثِقَالًا كَحِمْ اسی میدان میں جوان مردی دکھانے کے لئے ہے۔

یہی وہ جہاد ہے کہ جس کے ذریعے سے اسلام کا غلبہ ممکن ہے... یہی وہ جہاد ہے جس کے ذریعے کفر کا غرور خاک میں ملایا جاسکتا ہے... یہی وہ جہاد ہے جس سے ہر دور میں باطل خوف زدہ رہا ہے... یہی وہ جہاد ہے جس سے فارس اور روم کی سلطنتیں الٹ دی گئی تھیں... یہی وہ جہاد ہے جس کے ذریعے صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس یہودیوں سے آزاد کروایا تھا... یہی وہ جہاد ہے جس کے ذریعے طارق بن زیاد نے ساحل سمندر پر کشتیاں جلا دی تھیں... یہی وہ جہاد ہے جس کے ذریعے محمد بن قاسم نے سندھ کے راجاؤں کو سبق سکھایا تھا... یہی وہ جہاد ہے جس کے ذریعے سید احمد شہید شاہ اسماعیل شہید نے بالا کوٹ کے سکھوں سے لڑتے ہوئے جان کی بازی لگائی تھی... یہی وہ جہاد ہے جسے اپنا کر طالبان نے افغانستان میں اسلامی حکومت اور قانون نافذ کیا تھا... اور میرا دعویٰ ہے بلکہ دعویٰ ہی نہیں چیلنج ہے کہ ان شاء اللہ ایک دن ہم واشنگٹن پر بھی اسلام کا جھنڈا اسی جہاد کے ذریعے لہرائیں گے!

لیکن مجھے بڑے افسوس سے یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ ایک طرف طاغوتی قوتیں جہاد کی محبت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہیں تو کبھی قادیانی تو کبھی سرسید احمد خان جیسے پھو تیار کر کے ان سے جہاد کے تنسیخ کے فتوے لئے جاتے ہیں تو کبھی بظاہر ہمدردانہ کتاہیں چھوا کر مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد نکالنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں... اور دوسری طرف ہم بھی مغربیت سے متاثر ہو کر جہاد کی تعریف میں تاویلات کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور جہاد کو مختلف قیودات کے ساتھ مقید کر لیتے ہیں۔ میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ جہاد بالمال بھی جہاد ہے، جہاد باللسان بھی جہاد ہے، جہاد بالقلم بھی جہاد ہے لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ والی آیت میں کون سے جہاد پر مومنین کو ابھارنے کا حکم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جاتا ہے؟ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ میں منافقین اور کفار سے کس قسم کے جہاد کا کرنے کو کہا جا رہا ہے؟ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُنَيَاءٌ مَّرْصُوعُونَ میں اللہ تعالیٰ کس قسم کے جہاد کے لیے صف بندی کرنے والوں سے محبت کا اعلان کرتے ہیں؟ مجھے بتاؤ سرداران قریش کا غرور کس قسم کے جہاد کے ذریعے خاک میں ملایا گیا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک جہاد کی کون سی قسم پر عمل کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے؟ منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے کس قسم کے جہاد کا علم بلند کیا تھا؟ سیدنا عمر فاروقؓ نے لاکھوں مربع میل تک اسلامی حکومت کس قسم کے جہاد کے ذریعے پھیلا دی تھی؟ حضرت خالد بن ولیدؓ کا جسم، جس پر ایک بالشت برابر جگہ بھی زخم سے خالی نہیں تھی، کس قسم کے جہاد میں چور چور کر دیا گیا تھا؟ مجھے بتاؤ آج امریکہ اور برطانیہ کی نیندیں کس قسم کے جہاد کی وجہ سے اڑی ہوئی ہیں؟ امریکہ اور اس کے حواری کس قسم کے جہاد کو ”دہشت گردی“ سے تعبیر کر رہے ہیں؟

میرے مسلمان بھائیو! آج ہم چیخ رہے ہیں، چلا رہے ہیں، کٹ رہے ہیں، گونا گوں مسائل اور بحرانات کا شکار ہیں... کیا کبھی ہم نے سنجیدہ طور پر سوچا بھی ہے کہ یہ مسائل اور مصائب کہاں سے آئے ہیں؟ یہ ذلت اور رسوائی کیوں؟ مسلمان ہر جگہ مظلوم کیوں؟ ہم در بدر ٹھو کریں کیوں کھارے ہیں؟

یاد رکھو! ان تمام مسائل کے جہاں کئی اور اسباب ہیں وہیں ایک بڑا اور اہم سبب ترک جہاد بھی ہے! کہ ہم نے آج جہاد کو ترک کر کے غیروں کی روش کو اختیار کیا ہوا ہے۔ ہم نے جہاد سے کنارہ کشی اختیار کی ہوئی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۴۱ پر)

امام صاحب کے عہد کی سیاسی صورت حال:

امام صاحب کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی، ۱۳۲ھ میں امیہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ابو العباس سفاح کے ہاتھوں حکومت عباسیہ کی بنیاد پڑی، اس طرح امام صاحب نے اموی اور عباسی دونوں حکومت کا زمانہ پایا، اموی حکومت میں سرحدی فتوحات کی کثرت ہوئی اور عباسی حکومت میں علمی اور قلمی ترقیاں ہوئیں؛ لیکن مجموعی طور پر دونوں حکومتوں میں عوام ظلم و بربریت کا شکار ہوئے اپنی حکومت کی بقاء و تحفظ لیے عام انسانوں کی گردنیں اڑا دینا عام معمول تھا، پورا عالم اسلام بنو امیہ کے خون چکاں مظالم سے تھرا رہا تھا، حضور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں اور ان کے خاندان کے پیاسوں کو فرات کے ساحل پر شہید کر دیا گیا تھا، صدیق اکبر کے نواسے عبد اللہ بن زبیر کو بیت اللہ کے چوکھٹ پر خاک و خون میں تڑپا دیا گیا تھا، یزید، ابن زیاد، حجاج بن یوسف کو کھلا کھیل کھیلنے کا موقع مل گیا تھا، اس سلسلہ میں سب سے قابل رحم حالت کوفہ کی تھی، جہاں حضرت امام اعظم پیدا ہوئے۔ اس شہر میں ابن زیاد، پھر حجاج کی تلوار بے کسوں پر لگتی رہی، عراق کے گورنر ابن ہبیرہ کے ہاتھوں نے چھ لاکھ لوگوں کے خون سے ہولی کھیلی، ایسی صورت حال میں لوگوں کا بے چین ہونا، انسانی جانوں پر ہورہے اس بھیانک ظلم سے متاثر ہونا، ایک فطری امر ہے، پھر امام ابو حنیفہ جن کے دل میں امت محمدیہ کا بے پناہ درد تھا، جیسا کہ سلم بن سالم کا بیان ہے، میں نے بڑے بڑے علماء سے ملاقاتیں کیں؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے احترام کا جذبہ جتنا شدید ابو حنیفہ کے دل میں پایا، اس کی نظیر کہیں نہیں ملی (مناقب للموفق ۲۴۸) ظالم حکام کے ظلم سے امام صاحب کس قدر بے چین ہوتے رہے ہونگے، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

جب حکومت کا ظلم و ستم عام ہو جائے اور احترام انسانیت کو بالائے طاق رکھ کر مظالم کی حد کردی جائے، ایسی صورت حال میں علماء امت کی کیا ذمہ داری ہے، اس حکومت پر نکیر فرض ہے یا نہیں، ایسی حکومت کے خلاف خروج کرنا ظلم ہے یا عدل، تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں علماء امت کے دو گروہ تھے، ایک محدثین کا گروہ تھا جن کا مسلک تھا کہ حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں چلی جائے، خواہ کسی ذریعہ سے گئی ہو؛ لیکن جب وہ اقتدار کے مالک ہو گئے تو ان کے سلسلے میں کچھ کہنا شرعاً ناجائز ہے، خواہ ان کا طرز عمل کچھ بھی ہو، مسلمانوں کے مذہب نے ان اس کا پابند بنایا ہے کہ خاموشی کے ساتھ ان کے آگے سر جھکا دیں (احکام القرآن للجصاص ۳۴/۲)

اس کے بالمقابل امام صاحب کا مسلک یہ تھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حکومت کے ساتھ بھی کیا جائے گا اگر زبانی مفاہمت کے ذریعہ حکومت عدل کی طرف رجوع نہ کرے تو مقابلہ کے لیے کھڑا ہونا فرض ہے، ابراہیم الصالح خراسان کے بڑے تھے،

انہوں نے جب ابو مسلم خراسانی کی ظلم و زیادتی دیکھی تو انہوں نے ظالم حکومت کے خلاف خروج کے سلسلے میں امام صاحب سے مشورہ کیا، اس وقت امام صاحب نے اپنے اسی رائے کو ظاہر فرمایا، ابراہیم الصالح کے حوالے سے امام صاحب کی طرف منسوب ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے معروف امر اور منکر کے نکیر کے لیے جو کھڑا ہوا وہ اور حمزہ بن مطلب دونوں شہدا کے سردار ہوں گے؛ لیکن امام صاحب ظالم حکومت کے خلاف خروج کے لیے تنظیمی اور اجتماعی قوت کو ضروری قرار دیتے ہیں؛ جب کہ اس کے ذریعہ صالح اور مفید انقلاب لانا ممکن ہو۔

”اگر ایک دو آدمی کھڑے ہوں گے تو قتل کر دیے جائیں گے اور مخلوق خدا کے لیے کوئی کام انجام نہ دے سکیں گے؛ البتہ اگر اس کام کی سرانجامی میں کچھ اچھے صالح لوگ مددگار بن جائیں اور ان کا کوئی ایسا سردار ہو جس کے دین پر بھروسہ کیا جاسکتا ہو اور وہ اپنے مسلک سے نہ پلٹنے کو اس وقت مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑا ہونا چاہیے،“ (امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی ۲۸۶)

امام ابو حنیفہ اور حکومت بنو امیہ کی پالیسی:

امام صاحب اپنے تجارت و سخاوت، امانت و دیانت، علم و فن اور تقویٰ و طہارت کی وجہ سے کوفہ میں انتہائی بااثر لوگوں میں شمار ہوتے تھے؛ اس لیے حکومت بنو امیہ آپ کو حکومت کا حصہ بنا کر عوام سے ہمدردی حاصل کرنا چاہتی تھی؛ چنانچہ آپ کو نرمی و گرمی ہر طرح سے مختلف عہدوں کی پیش کش کی گئی، اس سلسلے میں کوفہ کے گورنر ابن ہبیرہ کو اس پالیسی پر عمل کرنے کا موقع ملا، ایک مرتبہ ابن ہبیرہ نے امام صاحب سے عرض کیا: ”شیخ! اگر آپ اپنی آمد و رفت کو ہمارے یہاں بڑھادیں تو ہم آپ سے اور زیادہ فائدہ اٹھائیں اور ہمیں آپ سے نفع پہنچے۔“ امام صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا:

”تمہارے پاس آکر کیا کروں گا، اگر تم مجھے نزدیکی اور قرب عطا کرو گے تو فتنہ میں مبتلا کرو گے اور اگر دور رکھنا یا قرب عطا کرنے کے بعد نکال دیا تو خواہ مخواہ غم میں مبتلا کرو گے۔“

اس کے بعد ابن ہبیرہ نے رنج کے ذریعہ امام صاحب کو گورنر کے بعد سب سے بااختیار وزیر بنائے جانے کی پیش کش کی اور پیغام بھیجا کہ ”گورنر کی مہران کے پاس رہے گی؛ تاکہ کوئی حکم نافذ ہو اور کوئی کاغذ جو حکومت کی طرف سے صادر ہو اور خزانہ سے کوئی مال برآمد ہو وہ سب ابو حنیفہ کی نگرانی میں ہو اور ان کے ہاتھ سے نکلے، جب امام صاحب نے دولت بنی امیہ کی اس جلیل منصب کو ٹھکرادیا اکابر علماء، داؤد بن ابی ہند، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ جیسے بڑے فقہا کا ایک وفد امام صاحب کی تفہیم کے لیے حاضر ہوا اور سمجھانا شروع کیا کہ ہم لوگ تمہیں خدا کی قسم دیتے ہیں، تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو، ہم لوگ آخر تمہارے

بھائی ہیں اور حکومت کے اس تعلق کو ناپسند کرتے ہیں؛ لیکن کوئی چارہ کار اس وقت قبول کرنے کے سوا نظر نہیں آتا؛ لیکن امام صاحب ترک موالات کا فیصلہ کر چکے تھے؛ اس لیے ان اکابر علماء کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا، اور امام صاحب نے اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، ابن ہبیرہ نے پندرہ دن کے لیے جیل بھیج دیا اور وہاں بھی طبع و لالچ اور جاہ و منصب کی پیش کش ہوتی رہی اور جب مسلسل انکار دیکھا تو عہدہ قضاء قبول کرنے پر مجبور کرنے لگا اور قسم کھاتے ہوئے اعلان کیا کہ اگر عہدہ قضاء کو بھی قبول نہ کیا تو میں ان کو کوڑے ماروں گا؛ لیکن امام صاحب جو دین کے نشے میں مخمور تھے، ابن ہبیرہ کے کوڑے سے زیادہ آخرت کی آہنی گرز کی چمک ان کے یقین کے آنکھوں کے سامنے کوند رہی تھی، انہوں نے قسم کھا کر کہا ”ہرگز عہدہ قضاء قبول نہ کروں گا چاہے ابن ہبیرہ قتل ہی کیوں نہ کر دے۔“ ابن ہبیرہ غصے میں تملٹا اٹھا اور موت کی دھمکی دینے لگا، امام صاحب نے انتہائی سکینت و استقامت کے ساتھ فرمایا: صرف ایک ہی موت تک ابن ہبیرہ کا اقتدار ہے۔ گورنر کے اشارہ پر جلاد نے کوڑے برسائے شروع کر دیے، چند کوڑوں کے بعد امام صاحب کی زبان سے ایک تاریخی جملہ نکلا، جس میں ابن ہبیرہ کو خطاب کر کے فرمایا:

”یاد کر اس وقت کو جب اللہ کے سامنے تو بھی کھڑا کیا جائے گا اور تیرے سامنے میں جتنا ذلیل کیا جا رہا ہوں، اس سے کہیں زیادہ ذلت کے ساتھ تو خدا کے دربار میں پیش کیا جائے گا، ابن ہبیرہ! تو مجھے موت کی دھمکی دیتا ہے، حالانکہ دیکھ میں شہادت دے رہا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ سے بھی پوچھا جائے گا، اس وقت بجز سچی بات کے کوئی جواب تیرا نہیں سنا جائے گا۔“

کہتے ہیں کہ آخری فقرہ پر ابن ہبیرہ کا چہرہ فق ہو گیا، جلاد کی طرف اشارہ کیا ”بس“ سزا کے بعد جب امام صاحب کو واپس جیل لے جایا جابا تھا، تو پیچھے پر مار کے نشان پڑے تھے اور مظلوم امام کا چہرہ سوجا ہوا تھا۔ لیکن امام، ظالم حکومت کے خلاف جو مقاطعہ کا فیصلہ کر چکے تھے، اس سے سر مو انحراف نہ کیا، تا آنکہ بنو امیہ حکومت کا سورج غروب ہو گیا۔

امام صاحب عہد عباسی میں:

بنو امیہ کے خاتمہ اور عباسی حکومت کے آغاز میں امام صاحب مکہ معظمہ میں مقیم رہے، عباسی حکمران منصور کے عہد میں امام صاحب کو فہ آئے۔ بنو امیہ کے عہد میں حضرت زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید بن علی الشہیدؑ نے کوفہ میں خروج کیا، ان کے متعلق امام صاحب نے فتویٰ دیا

”حضرت زید کا اس وقت اٹھ کھڑا ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر میں تشریف آوری کے مشابہ ہے“

گوچند وجوہات کی بنا پر عملاً امام صاحب حضرت زید شہید کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوئے۔ لیکن آپ نے اس جہاد کے لیے کثیر رقم بھی عنایت فرمائی۔ ابو جعفر منصور، حضرت زید شہید کی تحریک میں امام کی اس شرکت سے یقیناً واقف تھا، اور کوفہ میں امام صاحب کے اثر و رسوخ کو اپنی آنکھوں دیکھ رہا تھا۔ اس لیے سابقہ فرماں رواؤں کی طرح منصور نے امام صاحب کو اپنی حکومت کا حصہ بنانا ضروری خیال کیا۔ چنانچہ منصور نے جب بغداد کی تعمیر کا فیصلہ کیا تو اس نے علماء فقہ، مہندسین، اور ارباب فضل و کمال کو جمع کیا، اس میں امام صاحب بالخصوص بلائے گئے اور ناظم تعمیرات کی حیثیت سے امام صاحب کا تقرر ہوا، ابتدا میں منصور کے حکم کی مخالفت مناسب خیال نہ کیا اور جزوقتی طور پر اس عہدہ کو قبول کر کے منصور کے قریب ہو گئے۔ منصور بڑا مدبر اور سیاسی تھا، اس نے دھیرے دھیرے امام صاحب کو اپنی گرفت میں کرنے کی کوشش کی، چنانچہ امام صاحب کی خدمات سے خوشی ظاہر کر کے دس ہزار کا انعام یہ کہتے ہوئے پیش کیا کہ میری خواہش ہے کہ آپ یہ رقم قبول فرمائیں، امام صاحب نے کسی حیلے کے ذریعہ رقم وصول کرنے سے معذرت کر دی؛ اس لیے کہ امام صاحب جانتے تھے کہ حکومت کے لقمہ تر ہضم کر لینے کے بعد حکومت کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت ختم ہو جاتی ہے۔

بیت المال کے سلسلے میں حضرت امام کی رائے:

ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ منصور نے امام صاحب کو مال کی پیش کش کی، یحییٰ بن نصر کے حوالے سے منقول ہے کہ دوسری مرتبہ منصور نے مال کے ساتھ حسین و جمیل باندی کی پیش کش کی لیکن امام صاحب بیت المال کے بے جا استعمال کو حرام سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کے نزدیک حکم میں جو بیت المال میں خیانت ایک امام کی امامت کو باطل کر دینے والے افعال تھے۔ اس لیے انہوں نے مال کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

”امیر المؤمنین اگر ذاتی مال سے دیتے تو شاید میں قبول کر لیتا؛ لیکن یہ جو کچھ

آپ مجھے دے رہے ہیں یہ تو مسلمانوں کے بیت المال کا ہے جس کا میں اپنے

آپ کو کسی طرح مستحق نہیں سمجھتا ہوں، نہ میں ننگا، بھوکا، محتاج فقیر ہوں، اگر

یہ صورت ہوتی تو فقیروں کی مدد سے شاید میرے لیے کچھ لینا جائز ہوتا، اور نہ

میں ان لوگوں میں ہوں جو مسلمانوں کی حفاظت کے لیے لڑتے ہیں، اگر میرا

تعلق ان فوجیوں سے ہوتا تو اس وقت بھی اس مدد سے لے سکتا تھا، جب میرا

تعلق نہ اس گروہ سے ہے اور نہ اس طبقے سے تو آپ ہی انصاف کیجیے میں یہ رقم

کس بنیاد پر لے سکتا ہوں؟، (امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی ۳۷۲)

بیت المال کے بے جا استعمال پر آپ ہمیشہ معترض رہتے تھے اور حکومت کے مالوں کو انتہائی بے نیازی کے ساتھ ٹھکرا دیتے تھے، جب منصور نے امام صاحب کے سامنے عہدہ قضاء پیش کیا اور امام صاحب نے انکار کر دیا تو منصور نے امام صاحب کو ۳۰ کوڑے لگوائے

کے لیے کسی طرح جائز نہیں، امیر المؤمنین خدا کا عہد زیادہ مستحق ہے کہ اس کا ایفا کیا جائے“ (مناقب لکھنؤی ۱۷)

مذکورہ واقعہ سے امام صاحب کی جرأت و حق گوئی اور ظالم بادشاہ کے سامنے اظہارِ حق کا ہر ملا اظہار نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے، مجلس کی برخواسی کے بعد منصور امام کی طرف متوجہ ہو کر بولا: شیخ بات وہی ہے جو آپ نے کہی، امام کی یہی جسارت و حق گوئی شاہی کیمپ سے نجات کا ذریعہ ثابت ہوئی، اسی واقعہ کے بعد منصور نے امام صاحب سے فرمایا: آپ اپنے وطن تشریف لے جائیں (آخر میں بڑی لجاجت سے بطور وصیت اور وداعی ہدایت کے اس نے کہا) مگر اس کا ذرا خیال رکھا کیجئے کہ ایسا فتویٰ لوگوں کو نہ دیجیئے جس سے آپ کے امام کی ذات پر حرف آجائے آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کے فتوؤں سے خوارج (یعنی حکومت کے باغیوں) کو حکومت کے خلاف دست اندازی کا موقع مل جاتا ہے۔ (امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی ۳۷۷)

ظالم حکومت کے خلاف خروج:

جب منصور بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا، انہیں ایام میں مدینہ میں محمد بن عبد اللہ نفس ذکیہ اور بصرہ میں ان کے بھائی ابراہیم نے خروج کیا، منصور اس بغاوت کو ختم کرنے کے لیے کوفہ آیا اور عیسیٰ بن موسیٰ کو مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ امام صاحب چونکہ اس حکومت کو ظالم حکومت تصور کرتے تھے، اور امام صاحب کی رائے تھی کہ ظالم حکومت ناصر باطل ہے، بلکہ اگر صالح اور مفید انقلاب ممکن ہو، افراد مہیا ہوں، اور کوئی ایسا قائد ہو جس کے دین پر اعتماد کیا جاسکتا ہو، تو ایسی صورت میں خروج کرنا واجب ہے۔ نفس ذکیہ کا تعلق حسنی سادات سے تھا، اس لیے مدینہ، عراق، اور مختلف اسلامی ریاستوں میں لوگ ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ امام صاحب نے موقع غنیمت جان کر ابراہیم بن عبد اللہ کی کھل کر حمایت کر دی، اور آپ اس درجہ اس کی حمایت پر آمادہ تھے کہ آپ کے شاگردوں کو خیال ہو گیا کہ ہم لوگ باندھ لیے جائیں گے۔ امام صاحب، ابراہیم کا ساتھ دینے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی تلقین کرتے تھے، ان کے ساتھ خروج کو پچاس گنا نفلی حج سے عظیم قرار دیتے تھے، ابو اسحاق فزاری سے آپ نے کہا تھا کہ

”تیرا بھائی جو ابراہیم کا ساتھ دے رہا ہے، اس کا یہ فعل تیرے اس فعل سے کہ تو کفار کے خلاف جہاد کرتا افضل ہے۔“

ان اقوال کے صاف معنی یہ ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک مسلم معاشرہ کی اندرونی نظام کی بگڑی ہوئی قیادت کے تسلط سے نکالنے کی کوشش باہر کے کفار سے لڑنے کی بہ نسبت بدرجہا فضیلت رکھتی ہے۔ ظالم حکومت کے خاتمہ کے لیے امام صاحب کا حیرت انگیز کارنامہ یہ تھا کہ منصور کے نہایت معتمد جزل حسن بن قطبہ کو نفس ذکیہ اور ابراہیم کے خلاف جنگ پر جانے سے روک دیا، اس کا باپ قطبہ وہ شخص ہے جس کی تلوار نے ابو مسلم کی تدبیر

جس سے امام صاحب کا سارا بدن لہو لہان ہو گیا تو خلیفہ کے چچا عبد الصمد بن علی نے اس کو سخت ملامت کی کہ یہ تم نے کیا کیا؟ یہ عراق کا فقیہ ہے، بلکہ پورے مشرق کا فقیہ ہے، منصور اس پر نادم ہوا اور فی تازیانہ ایک ہزار درہم کے حساب سے تیس ہزار درہم امام صاحب کو بھیجوائے۔ لیکن امام صاحب نے لینے سے انکار کر دیا، کہا گیا لے کر خیرات کر دیجیئے! جواب میں ارشاد فرمایا: ”کیا اس کے پاس کوئی حلال مال بھی ہے؟“

اسی زمانہ میں جب پے در پے تکلیفیں سہتے ہوئے امام کا آخری وقت آگیا تو انہوں نے وصیت کی کہ ”بغداد کے اس حصے میں ان کو دفن نہ کیا جائے جسے شہر بسانے کے لیے منصور نے لوگوں کی املاک میں سے غصب کر لیا تھا۔“ انتقال کے بعد منصور بھی قبر پر نماز پڑھنے کے لیے آیا، جب وصیت کا حال سنا تو چیخ پڑا کہ ابو حنیفہ زندگی اور موت میں تیری پکڑ سے کون بچا سکتا ہے۔

حضرت امام کی حق گوئی:

امام صاحب کے نزدیک اظہارِ رائے کی آزادی کو بڑی اہمیت حاصل تھی اور یہ ہر مسلمان کا بنیادی حق تھا، امام صاحب اس اظہارِ رائے کی آزادی بڑی بے باکی سے استعمال کرتے تھے، اور اس سلسلے میں سخت سے سخت تکلیف کی بھی پروا نہیں کرتے تھے، جس زمانہ میں امام صاحب تعمیر بغداد کے سلسلے میں منصور کے ساتھ تھے، ان دنوں کا واقعہ ہے کہ منصور کو موصل والوں کی بغاوت کی اطلاع ملی، دربار میں امام صاحب بھی بیٹھے تھے، منصور نے مجلس کی طرف خطاب کر کے کہا کہ موصل والوں نے یہ معاہدہ مجھ سے کیا تھا کہ میری اور میری حکومت کے وفادار رہیں گے اور کبھی سرکشی پر آمادہ نہ ہوں گے، معاہدہ میں انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ اگر حکومت عباسیہ کے خلاف وہ کبھی بھی بغاوت پر آمادہ ہوں تو خلیفہ کو حق ہو گا کہ وہ ہر ایک کو قتل کر دے، منصور نے پوچھا: میرے گورنر کے خلاف وہ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، کیا ان کی خوں ریزی خود ان کے معاہدہ کی رو سے میرے لیے جائز نہیں ہو چکی ہے؟ چند لوگوں کے موافق رائے آجانے کے بعد منصور امام کی طرف متوجہ ہو کر بولا: شیخ! آپ کی کیا رائے ہے؟ امام صاحب، منصور کی بدینتی، اور اس کی ذہنی کج روی کو محسوس کر چکے تھے، اس لیے امام صاحب نے تمہیدی گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: ”کیا اس وقت میں نبوت کی جانشینی کے جو مدعی ہیں، ان کے سامنے نہیں کھڑا ہوں؟ توقع ہے کہ جس گھر میں اس وقت ہوں یہ مسلمانوں کی پناہ گاہ ہے۔“ منصور نے کہا ایسا ہی ہے اس کے بعد امام صاحب نے فرمایا:

”امیر المؤمنین، موصل والوں نے اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ آپ سے کیا تھا، یعنی بغاوت کی صورت میں ان کا خون خلیفہ کے لیے حلال ہو جائے گا تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک ایسی چیز کا اختیار آپ کو سپرد کیا، جس کے سپرد کرنے کا شرعاً انہیں قطعاً اختیار نہیں تھا، اس کے بعد بھی اگر آپ ان کی خوں ریزی پر آمادہ ہوں گے تو ایسی چیز میں آپ ہاتھ ڈالیں گے جو آپ

سیاست سے مل کر سلطنتِ عباسیہ کی بنارکھی۔ اس کے مرنے کے بعد یہ اس کی جگہ سپہ سالارِ اعظم بن گیا، منصور کو سب سے زیادہ اسی پر اعتماد تھا۔ لیکن حسن کو فہ میں رہ کر امام صاحب کا گرویدہ ہو گیا، اور امام صاحب کے اشارہ پر اس نے جنگ میں جانے سے انکار کر دیا۔ امام صاحب کی سیاسی بصیرت اور نفسِ ذکیہ کی اس درجہ حمایت سے تقریباً منصور بھی ناامید سا ہو چکا تھا۔ بلکہ اس نے کوفہ سے راہ فرار اختیار کرنے کے لیے تیز رفتار سواری کا انتظام بھی کر چکا تھا۔ اگر تقدیرِ عباسیوں کا ساتھ نہ دیتی تو یقیناً عباسی حکومت کا تختہ پلٹ دیا جاتا لیکن تقدیر تدبیر پر غالب آگئی اور نفسِ ذکیہ اور ابراہیم شہید کر دیے گئے اور منصور اپنی حکومت بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس پورے واقعہ میں امام صاحب کی سرگرمی کھل کر سامنے آ جاتی ہے، اور امام صاحب کا سیاسی مسلک عملی طور پر نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

امام صاحب اور عہدہٴ قضاء:

منصور نفسِ ذکیہ کے خروج کے واقعہ میں امام صاحب کی سرگرمی سے بخوبی واقف تھا، جس کی وجہ سے منصور کے دل میں امام صاحب کے خلاف گرہ پڑی ہوئی تھی۔ لیکن امام صاحب جیسے با اثر آدمی پر ہاتھ ڈالنا آسان نہ تھا، اسے معلوم تھا کہ ایک حسین کے قتل نے بنی امیہ کے خلاف مسلمانوں میں کتنی نفرت پیدا کر دی تھی، اور اسی وجہ سے ان کا اقتدار آسانی سے اکھاڑ پھینکا گیا۔ اس لیے اُس نے امام صاحب کو مارنے کے بجائے سونے کی زنجیروں میں باندھ کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا زیادہ بہتر خیال کیا۔ اسی نیت سے منصور نے بار بار امام صاحب کو عہدہٴ قضاء پیش کیا؛ بلکہ سلطنتِ عباسیہ کا قاضی القضاۃ مقرر کرنے کی پیش کش کی۔ مگر امام صاحب طرح طرح کے حیلوں سے ٹالتے رہے، آخر کار جب منصور بہت زیادہ مُصر ہوا تو امام صاحب نے ایک مرتبہ نرم انداز میں معذرت کرتے ہوئے فرمایا:

”قضاء کے لیے وہ شخص موزوں ہے جو اپنے اندر اتنی جان رکھتا ہو کہ آپ پر، آپ کے شہزادوں پر، اور سپہ سالاروں پر قانون نافذ کر سکے، اور مجھ میں وہ جان نہیں۔“

منصور کے بار بار اصرار پر ایک مرتبہ سخت لہجے میں منصور کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”مجھ پر بھروسہ تم کو نہ کرنا چاہیے میں اگر خوشی سے بھی اس عہدہ کو قبول کر لوں جب بھی آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے خلاف بھی فیصلہ دینے کا موقع میرے سامنے آگیا اور مجھے یہ دھمکی دی جائے کہ اس فیصلہ سے باز آ جاؤ یا دریا فرات میں تمہیں غرق کر دیا جائے گا تو میں کہہ دیتا ہوں کہ فرات میں ڈوب مرنے کو قبول کروں گا؛ لیکن فیصلہ بدلنے پر راضی نہیں ہو سکتا، اور جب رضامندی سے عہدہ قبول کرنے پر میرا یہ حال ہے، تو اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ زبردستی اگر مجھے قاضی بنایا گیا تو اس وقت غصہ کی حالت میں جو کروں گا وہ ظاہر ہے۔“ (مناقبِ موفق ص ۱۷۱/۲)

اس طرح کے متعدد واقعات تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں، جن سے قضاء اور عدلیہ کے تعلق سے امام صاحب کا نقطہٴ نظر بخوبی سمجھا جاسکتا ہے، عدلیہ کے متعلق ان کی قطعی رائے یہ تھی کہ اسے انصاف کرنے کے لیے انتظامیہ کے دباؤ اور مداخلت سے نہ صرف آزاد ہونا چاہیے؛ بلکہ قاضی کو اس قابل ہونا چاہیے کہ خود خلیفہ بھی اگر لوگوں کے حقوق پر دست درازی کرے تو وہ اس پر اپنا حکم نافذ کر سکے، امام صاحب کو اخیر زمانہ میں جب اپنی وفات کا یقین ہو گیا تھا، انہوں نے اپنے تلامذہ کو جمع کیا اور خطاب فرمایا:

”پس اب وقت آگیا کہ آپ لوگ میری مدد کریں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم میں ہر ایک عہدہٴ قضاء کی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کی پوری صلاحیت اپنے اندر پیدا کر چکا ہے، اور دس آدمی تو تم میں ایسے ہیں جو صرف قاضی ہی نہیں؛ بلکہ قاضیوں کی تربیت کا کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں، اللہ کا واسطہ دیتے ہوئے، اور علم کا جتنا حصہ آپ لوگوں کو ملا ہے، اس علم کی عظمت و جلالت کا حوالہ دیتے ہوئے آپ لوگوں سے میری یہ تمنا ہے کہ اس علم کو محکوم ہونے کی بے عزتی سے بچائے رہنا، اور تم میں سے کسی کو قضا کی ذمہ داریوں میں مبتلا ہونے پر اگر مجبور ہونا پڑے تو میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ایسی کمزوریاں جو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں اگر کوئی جان بوجھ کر اپنے فیصلوں میں ان کا ارتکاب کرے گا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے آدمی کا فیصلہ جائز نہ ہو گا اور نہ قضاء کی ملازمت اس کی حلال ہوگی، جو تنخواہ اس سلسلے میں اس کو ملے گی، وہ اس کے لیے پاک نہ ہوگی، قضاء کا عہدہ اسی وقت تک صحیح رہتا ہے؛ جب تک کہ قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو، اور اسی قضاء کی تنخواہ حلال ہے۔“

اس تقریر کا آخری فقرہ تھا:

”امام (یعنی مسلمانوں کا بادشاہ اور امیر) اگر مخلوق خدا کے ساتھ کسی غلط رویہ کو اختیار کرے تو اس امام سے قریب ترین قاضی کا فرض ہو گا کہ اس سے باز پرس کرے۔“ (موفق ص ۱۰۰/۲۔ امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۴۹۷)

امام صاحب کے اس طویل خطاب میں جس کا تھوڑا سا اقتباس یہاں پیش کیا گیا ہے قضاء اور عدلیہ کے تعلق سے امام صاحب کی رائے بہت نمایاں ہو جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

دنیا میں وہی قوم اپنے حال اور مستقبل کو بہتر سے بہتر بنا اور سنوار سکتی ہے، جو اپنے ماضی کو پیش نظر رکھ کر اس سے سبق حاصل کرے۔ اپنے اسلاف و اکابر کے واقعات و حالات اور ان کے افکار و نظریات سے واقفیت حاصل کر کے انہیں اپنے لیے مشعل راہ بنائے۔ برصغیر (پاک و ہند) کے اکابر علما کی شانِ دار دینی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں۔ انہی اکابر میں سے ایک عظیم شخصیت استاذ المفسرین و المحدثین والفقہاء، شیخ الشیوخ والصلحاء، امام المجاہدین والشہداء، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندی رحمہ اللہ کی ہے۔ جن کی ہمہ جہت شخصیت اور کارہائے نمایاں سے اسلامی تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ افسوس! کچھ عرصے سے حضرت شیخ الہندؒ کے حوالے سے ایسی باتیں کی جا رہی ہیں اور آپ کی طرف ایسے افکار و نظریات منسوب کیے جا رہے ہیں، جن کا آپ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ستم یہ کہ اب تو حضرت شیخ الہندؒ کے بعض نام لیوا اور آپ کے مشن کے نام نہاد وارث اپنی ’جمہوری سیاست‘ کو فروغ دینے، حضرت شیخ الہندؒ کی شخصیت سے محبت و عقیدت رکھنے والوں، آپ کے مشن سے وابستگی اور اس کو آگے بڑھانے کا جذبہ رکھنے والوں کو ’انتخابی سیاست‘ میں ملوث کرنے کے لیے شیخ الہندؒ کا نام استعمال کر رہے ہیں اور اس میں روز بروز شدت آرہی ہے۔

اگر یہ امر تاریخی واقعات و حالات کی غلط تصویر پیش کرنے تک محدود ہوتا تو ایک حد تک نظر انداز کرنے کے قابل تھا۔ چونکہ صورت حال یہ ہے کہ تاریخی واقعات و حالات کی غلط تصویر کی بنیاد پر حال اور مستقبل کی تعمیر کا ایک نقشہ پیش کیا جا رہا اور اس کے مطابق پوری عمارت کھڑی کی جا رہی ہے، اس لیے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ تاریخی حقائق پیش کر کے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کیا جائے اور صراطِ مستقیم کی نشان دہی کی جائے، تاکہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے قربانیاں دینے والا قافلہ حق صحیح راستے پر رواں دواں ہو کر منزل مقصود تک پہنچے۔ یاد رہے مصنف نے آئندہ سطور میں حضرت شیخ الہندؒ کی تحریکِ جہاد، جمعیۃ علمائے ہند اور اس کی سیاسی پالیسیوں کے حوالے سے جمہوری و انتخابی سیاست، ’عدم تشدد‘ اور پُر امن جدوجہد کے بارے میں تاریخی طور پر پائی جانے والی غلط فہمیوں کا اجمالی طور پر جائزہ لیا ہے۔ باقی رہا جمہوری و انتخابی سیاست، ’عدم تشدد‘ اور پُر امن جدوجہد کا شرعی حکم اور اس بارے میں قرآن، سنت اور فقہ کے دلائل و براہین... تو یہ مستقل موضوع ہے، جسے یہاں زیر بحث نہیں لایا گیا۔

وَعَالِی اللہ رب العزت ان سطور کے راقم اور امت مسلمہ کے ہر فرد کو راہِ ہدایت پر چلنے اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے صحیح منہج کے ساتھ جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرما کر اسے اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین [ادارہ]

حضرت شیخ الہند اور تحریک جہاد

مختصر سوانحی خاکہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ قصبہ دیوبند، ضلع سہارن پور کے باشندے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ذوالفقار صاحب رحمہ اللہ ۱۸۵۰ء میں بجدہ ڈپٹی انسپٹر مدارس، بانس بریلی میں ملازم تھے۔ وہاں ہی ۱۸۵۰ء کے اخیر یا ۱۸۵۱ء کے ابتدا میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی پیدائش ہوئی۔ حضرت رحمہ اللہ صغیر السن ہی تھے کہ ان کے والد ماجد کا تبادلہ شہر میرٹھ کو ہو گیا۔ تب حضرت رحمہ اللہ کی عمر چھ یا سات برس کی تھی۔ اسی زمانے میں میرٹھ میں جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کا واقعہ ہوا۔ اگرچہ ۵۷ء کے واقعات کو کم سنی کی وجہ سے پوری طرح نہیں دیکھ سکے تھے، لیکن اجمالی طور سے کافی کچھ یاد تھا۔ بڑے ہونے کے بعد اپنے والدین ماجدین اور اساتذہ اور گرد و پیش سے وہ انسانیت سوز مظالم اور درندگی و سربریت کے معاملات، جو انگریزوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ کیے تھے، سنتے اور معلوم کرتے رہے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے ۱۸۶۹ء تا ۱۸۷۰ء میں کتب صحاح ستہ (حدیث کے درجہ کی آخری کتابیں) اور بعض دیگر کتب، فخر زمانہ اُستاد حجۃ اللہ البالغہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے شروع کیں۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ میرٹھ میں منشی ممتاز علی مرحوم کے مطبع میں تصحیح (ایڈٹنگ) کا کام کرتے تھے۔ پھر مطبع دہلی میں منتقل ہو گیا تو مولانا ممدوح بھی دہلی میں مقیم ہو گئے۔ کبھی کبھی دیوبند اور اپنے وطن نانوتہ بھی تشریف لے جا کر مقیم رہتے۔ حضرت مولانا نے ان سب مقامات میں اکثر اپنے باکمال اُستاد کے ساتھ رہ کر دل و جان سے قابلِ رشک خدمت کر کے سعادت حاصل کی اور سفر و حضر میں سلسلہ درس جاری رکھ کر استاد کی شفقت اور اپنی ذکاوت سے بکمال تحقیق کتابیں پڑھیں۔ (حیات شیخ الہند: ص ۱۹، ۲۰)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کا اپنے محبوب استاد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے ساتھ استاد و شاگردی کے ساتھ ساتھ جو تربیتی و روحانی اور فکری و نظریاتی تعلق تھا، اس کے بارے میں مولانا سید محمد میاں لکھتے ہیں:

”یہ تعلق درس کی حد تک نہیں رہا، بلکہ آپ بیعت بھی حضرت مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ سے ہوئے اور روحانی تربیت بھی آپ نے حضرت نانوتوی ہی سے حاصل کی۔ ظاہری تعلیم اور باطنی تربیت کا اثر لا محالہ یہی ہونا چاہیے تھا اور یہی ہوا کہ جذباتی لحاظ سے بھی شاگرد، استاد کا ہم رنگ ہو گیا۔ یہ استاد

اور مرشد وہی مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ ہیں، جو چند سال پہلے ۱۸۵۷ء میں برطانوی فوج سے نبرد آزما تھے۔ شکست نے جذبات ختم نہیں کیے، صرف راستہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ تجویز کردہ راستہ یہی ’دارالعلوم دیوبند‘ ہے، جو بقول مولانا محمود حسن اسی لیے قائم کیا گیا تھا کہ ۱۸۵۷ء کی تلافی ہو سکے۔“ (اسیرانِ مالٹا: ص ۲۶ تا ۲۹)

تدریس:

پڑھانے کا سلسلہ زمانہ طالب علمی میں بھی جاری رہا۔ جب ۱۸۷۱ء میں آپ دارالعلوم دیوبند سے کتبِ درسیہ کی تکمیل کر چکے تو دارالعلوم دیوبند میں آپ معین مدرس بنادیے گئے۔ اس کے بعد مدرس چہارم بنا دیے گئے۔ پھر ۱۸۸۸ء میں باتفاق آراء صدراتِ مدرسین کا منصب آپ کے حوالے کر دیا گیا، جس کے فرائض ۱۹۱۵ء تک انجام دیتے رہے۔

ارشادِ تلامذہ:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد صادق سندھی (بانی مدرسہ مظہر العلوم، کراچی) حضرت مولانا عزیز گل (حضرت شیخ الہند کے رفیق اسارت مالٹا)، حضرت مولانا عبدالرحیم پولزئی رحمہ اللہ۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی خوبیوں اور کمالات کے بارے میں لکھتے ہیں:

”حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ صرف تفسیر و حدیث، فقہ و اصول، منطق و فلسفہ، حساب و مساحت اور ہیئت و معقولات کے ہی بحرِ ذخار نہیں تھے، بلکہ ان کو ادبیاتِ عربیہ و فارسیہ اور اردو شعر و سخن، اساتذہ فن کے مقالات اور قصائد و غزلیات اور مثنویات وغیرہ اس قدر یاد اور ازبر تھیں کہ سننے والا حیران ہو جاتا تھا۔ وہ تعجب کرنے لگتا تھا کہ ان کے حافظہ میں کس قدر بے شمار علوم اور محفوظات کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ اسی طرح حضرت رحمہ اللہ کی نظر تاریخی معلومات اور سیاسی واقعات پر نہایت وسیع اور گہری تھی۔ جس پر اطلاع پانے کے بعد انسان ششدر رہ جاتا تھا کہ یہ بے شمار امور کس طرح ان کے ذخائرِ علمیہ میں آگئے! نیز حضرت مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ تواریخِ سلاطین ماضیہ، خصوصاً شہنشاہانِ ہند اور ان کے واقعات و انتظامات پر نہایت زیادہ عبور رکھتے تھے۔ ہندوستان کی اقتصادی، معاشی، سیاسی، تجارتی، صنعتی، تعلیمی، انتظامی، جنگی، صحتی وغیرہ معلومات

بھی اس قدر تھیں کہ بڑے سے بڑا ڈاکٹر اور اکادمک پروفیسر ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اخبارِ بینی اور واقعاتِ عالم پر اطلاع کا بہت شوق تھا۔ بہر حال ان کو انگریزی حکومت اور ہندوستان کے واقعات نے مجبور کیا کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر انگریزی استبداد اور مظالم کا مقابلہ کیا جائے۔ اور اس کو جڑ سے اکھاڑ دینے کی پوری جدوجہد عمل میں لائی جائے۔ اور کسی قسم کے خطرے کو بھی مرعوب یا متاثر کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔“ (نقشِ حیات: ج ۱، ص ۱۵۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی خوبیوں اور کمالات کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

”ذہن ثاقب، طبیعت غیور، حافظہ نہایت قوی اور جرأت بے مثل قدرت نے عطا فرمائی تھی۔ بنا بریں تاریخی اطلاعات اور ان کی کھوج و تلاش اور ان کی یادِ مثل دیگر امورِ علمیہ سینہ مبارک میں جاگزیں ہوتی گئیں۔ پھر قدرت نے حضرت شمس الاسلام و المسلمین مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت شمس العلم والعلماء مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ کے درِ دولت تک پہنچا کر شرفِ شاگردی اور حاضر باشی بارگاہِ عطا فرمایا۔ یہ ہر دو حضرات ۱۸۵۷ء میں شاملی تھانہ بھون وغیرہ میں جہادِ حریت کے علم بردار رہے تھے۔ اور حضرت قطبِ عالم مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس اللہ سرہ کی سرپرستی میں بڑے بڑے کار نمایاں کر چکے تھے۔ اگرچہ برطانوی درندگی ان دونوں حضرات کو بھی مثل دیگر مجاہدینِ حریت صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتی تھی۔ اور اگرچہ غدارانِ ملت نے ان کو بھی اپنی ناعاقبت اندیشی سے پھنسانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا، مگر قدرت کے خفیہ ہاتھوں نے ان دونوں حضرات کی کھلی کھلی خوارقِ عادات کرامتوں سے حفاظت کی تھی۔ بہر حال حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ میں ان دونوں بزرگوں اور بالخصوص حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ کی صحبت اور شاگردی اور خدمت کی وجہ سے وہ تمام حالات، جن کی وجہ سے انقلاب ۱۸۵۷ء کی کوششیں ہندوستانیوں نے کی تھیں اور وہ واقعات، جو اس جنگِ آزادی میں پیش آئے تھے، معلوم ہو کر محفوظ ہو گئے تھے۔ جن کی بنا پر وہ جذبہِ حریت و ایثار اور اس کی آگ اور امورِ حکومت پر تنقیدانہ نظر پیدا ہو گئی تھی، جس کی نظیر بجز قرونِ اولیٰ عالم اسلام میں پائی جانی تقریباً منع ہے۔“ (نقشِ حیات: ج ۱، ص ۱۵۰، ۱۵۱)

تحریکِ جہاد:

ابھی دارالعلوم کے قیام پر ایک دہائی بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) میں اس عظیم مرکز کے سب سے پہلے فرزند جلیل مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (جنہیں دارالعلوم میں تدریس کرتے ہوئے ابھی پانچ سال ہوئے تھے) نے اپنے رفقا کی اعانت اور اپنے استاذ جلیل مجاہد حریت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ایما پر 'ثمرۃ التریبیت' (یعنی تربیت کا پھل) کے نام سے ایک انجمن قائم کی، جس کا ظاہری مقصد دارالعلوم دیوبند کے فضلا کو دارالعلوم کے ساتھ مربوط رکھنا تھا۔ جب کہ حقیقی مقصد ان فضلا کو جہاد و انقلاب کے لیے تیار اور منظم کرنا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ 'ثمرۃ التریبیت' کے مقاصد کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”دارالعلوم کے مالی مفاد کے لیے فضلاء اور ہمدردان دارالعلوم سے رابطہ رکھنا اس جماعت کا مقصد ظاہر کیا گیا، مگر ظاہر ہے کہ جملہ مقاصد کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاتا۔ خصوصاً ۱۸۷۸ء جیسے دور میں کہ ۱۸۵۷ء کے محاربہ عظیم کو صرف بیس سال گزرے تھے۔ برطانوی سامراج جو ان تھا۔ اس کا سی آئی ڈی ماہر فن، سرکار کا پکا وفادار، نیلی جنس، چاق و چوبند... البتہ رفقا اور کارکنوں کے ذوق اور ان کے کردار سے حقیقی مقاصد کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔ مندرجہ ذیل امور پر غور فرمائیے، یہ مقاصد غمازی کرتے ہیں:

(الف) ۱۸۷۸ء سے تقریباً چالیس سال بعد ۱۹۱۵ء تا ۱۹۲۳ء احقر نے دارالعلوم سے استفادہ کیا۔ اس وقت دارالعلوم کے ذہین اور ترقی پذیر طلباء کے جذبات یہ تھے (اور یہ جذبات طبقہ بہ طبقہ چلے آ رہے ہیں) کہ انگریز کی غلامی سے گلو خلاصی ہر ایک خوددار مسلمان، بالخصوص حاملین دین کا فرض اولین ہے۔ طلبا اسی جذبہ کو نمود زندگی اور جوہر حیات سمجھتے تھے۔ اپنی فہم کے بموجب اس جذبے کی جلوہ آرائی کے لیے اپنے دماغوں میں نقشہ بناتے اور متحرک قسم کے طلبا پارٹی کا ڈھانچہ بھی تیار کر لیتے تھے۔

(ب) مقبولیت دارالعلوم کے زیر عنوان جو تفصیل پیش کی گئی، اس کی شہادت یہ ہے کہ حضرت حاجی عابد حسین رحمہ اللہ اور مولانا مہتاب علی وغیرہما، یعنی جن حضرات نے دیوبند میں دینی مدرسہ کی ابتدا کی تھی، بظاہر ان کا مشا ایک دینی درس گاہ ہی تک محدود تھا، مگر جیسے ہی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے زمام قیادت اپنے ہاتھ میں لی اور بقول مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ ہر طرح اس مدرسے کے سرپرست ہو گئے۔ یہ مدرسہ صرف مدرسہ نہیں رہا، بلکہ ان تمام حضرات کا مرکز اور

مرجع بن گیا، جو ۱۸۵۷ء کے مرد مجاہد رہے تھے۔ جن کے کام و دہن میں ناکامی کی تلخی اب تک موجود تھی۔

(ج) سب سے پہلی جماعت جس نے سند فراغت حاصل کی، اس میں اکثریت ان طلباء کی تھی، جو پنجاب اور افغانستان کے رہنے والے تھے۔ اس کا بین السطور یہ ہے کہ پہلے ہی سال یعنی ۱۸۶۱ء میں ایسے افراد میسر آ گئے تھے، جن کے ذریعہ افغانستان اور سرحدی علاقوں میں کام شروع کیا جاسکتا تھا اور تحریک کی داغ بیل ڈالی جاسکتی تھی۔

(د) مولانا محمود حسن رحمہ اللہ، جو ان طلباء کے رفیق اور ہم درس تھے۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ یہ دارالعلوم اسی لیے قائم کیا جا رہا ہے کہ ایسے مردان کار پیدا کیے جائیں، جن کے ذریعے ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی ہو سکے۔

(ه) اس موقع پر مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے ایک بیان کا مندرجہ ذیل اقتباس بہت اہمیت رکھتا ہے:

”کوئی تفصیلی پروگرام نہیں بتایا گیا تھا۔ اس لیے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی، لیکن تعمیل حکم کے لیے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل سے نکلنے کا راستہ صاف کر دیا اور میں افغانستان پہنچ گیا۔ دہلی کی سیاسی جماعت کو میں نے بتا دیا کہ میرا کابل جانا طے ہو چکا ہے۔ انہوں نے بھی مجھے اپنا نمائندہ بنایا، مگر کوئی معقول پروگرام وہ بھی نہ بتا سکے۔ کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ جس جماعت کے نمائندہ تھے، اس کی پچاس سال کی محنتوں کے حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں تعمیل حکم کے لیے تیار ہیں۔ ان کو میرے جیسے خادم شیخ الہند رحمہ اللہ کی اشد ضرورت تھی۔ اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہند رحمہ اللہ کے انتخاب پر فخر محسوس ہونے لگا۔“ (اسیرانِ الٹا: ص ۲۹۲)

حضرت سندھیؒ کے مذکورہ ارشاد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ دارالعلوم میں اپنے ابتدائی زمانہ تدریس سے ہی یہ تحریک چلا رہے تھے۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری لکھتے ہیں:

”یہاں اتنی بات ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ دارالعلوم نہ محض ایک درس گاہ تھی نہ کوئی خانقاہ... دارالعلوم اسلام کے احیاء، مسلمانوں کی زندگی کے قیام اور سیاسی آزادی کی تحریک کے مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ دارالعلوم بیک وقت دینی و سیاسی تعلیم گاہ اور تربیت کا مرکز تھا۔ حضرت شیخ الہند نے یہاں مولانا قاسم نانوتوی سے دین اور سیاست کی تعلیم بھی حاصل کی تھی اور تربیت بھی پائی تھی۔ اب اس تحریک کے مجاہدوں کی تعلیم و تربیت دینی

وسیاسی کی ذمہ داری آپ پر تھی۔“ (شیخ الہند مولانا محمود حسن، ایک سیاسی مطالعہ: ص ۳۶)

مولانا سید محمد میاں نے اس کے ثمرات کے متعلق لکھا ہے:

”آپ (حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ) حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص اور ہم راز رفیق تھے۔ لہذا آپ تحریک دارالعلوم دیوبند کے اصلی منشاء سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ آپ کی تدریس خشک اور جامد زہد و تقویٰ کی تلقین نہیں ہوتی تھی، بلکہ آپ کی تربیت نے ایسے حضرات کو پیدا کیا، جو آسمان سیاست کے روشن ستارے مانے گئے۔ لیکن افسوس کہ اس عظیم انجمن کے قیام کے چند ہی دنوں بعد ۱۲۹۷ھ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پچاس سال سے بھی کم عمر میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور ثمرۃ التربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ کے عظیم شاگرد ارشد مستقبل کے شیخ الہند پر آپڑی۔ چنانچہ اس تلمیذ رشید نے اپنے استاذ اجل کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہر ممکن جدوجہد شروع کر دی۔ اس کے بعد متواتر تیس برس تک آزادی کے متوالوں اور ملت اسلامیہ کے نام لیواؤں کی یہ خفیہ انجمن نہایت رازداری کے ساتھ اپنے مقصد حقیقی کی طرف گامزن رہی اور ان منتخب افراد کے سینوں میں جذبات حریت بھڑکاتی رہی۔ جن کے قلوب روح ایمانی سے معطر اور بدن جذبہ شہادت سے سرشار تھے۔ اس انجمن کی سرگرمیاں اگرچہ ہندوستان میں رُکی ہوئی نظر آتی تھیں، لیکن قبائلی علاقوں میں حضرت شیخ الہندؒ کے جانثار شاگردوں کے ذریعے یہ تحریک نہایت راز داری کے ساتھ سرگرم عمل تھی۔ اور تحریک کے روح رواں حضرت شیخ الہندؒ ان علاقوں سے برابر رابطہ قائم کیے ہوئے تھے۔“ (اسیرانِ الٹا: ص ۲۵)

ثمرۃ التربیت کا کام جاری تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ نے ۱۳۱۵ھ میں اپنے لائق ترین شاگرد مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو (جو ۱۳۰۸ھ میں دارالعلوم سے فارغ ہو کر اپنے وطن لوٹ گئے تھے) دیوبند طلب فرمایا اور اس وقت کے حالات کے پیش نظر علمی کام کے ساتھ ساتھ سیاسی کام کرنے کی بھی تلقین فرمائی اور ان کو اپنی تحریک کا ایک اہم رکن منتخب کر لیا۔ اس کے بعد مولانا سندھیؒ حضرت شیخ الہندؒ کا سیاسی پروگرام لے کر سندھ پہنچے اور اپنی عملی زندگی کا آغاز ’دارالرشاد‘ نامی ایک مدرسہ کے قیام سے کیا۔ جب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا تعلق ’تحریک شیخ الہند‘ سے ہوا تو انہوں نے موجودہ جنوبی پنجاب کے اپنے پیرومرشد، عظیم المرتبت بزرگ حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ اور سندھ کے عظیم مرشد حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ رحمہ اللہ اور اپنے استاد حضرت شیخ الہندؒ کے درمیان تعلق پیدا کرنے میں

عظیم الشان کردار ادا کیا۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے حضرت دین پوریؒ اور حضرت امروٹیؒ رحمہما اللہ کو ’تحریک شیخ الہند‘ کے ساتھ مربوط کر کے حضرت شیخ الہندؒ کو زبردست سیاسی قوت سے ہم کنار کیا۔ قیام سندھ کے زمانہ میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب (سندھیؒ) کا خفیہ رابطہ برابر دیوبند سے رہا اور حضرت شیخ الہندؒ سے برابر مشورہ لیتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ اپنے مدرسے میں امتحان لینے کے بہانے حضرت شیخ الہندؒ کو سندھ کا دورہ کروا کر یہاں پر ہونے والے کام سے متعارف کرایا۔ (داستانِ خانوادہ مولانا احمد علیؒ: ص ۵۸۔ عبدالرؤف ملک، ید بیضا، ص ۸۳۔ نقشِ حیات: ج ۲، ص ۱۹۲)

جمعیت الانصار کا قیام:

۱۹۱۰ء میں جمعیت الانصار کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا سید محمد میاں لکھتے ہیں:

”۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء کا ہنگامہ خیز دور، جس میں بقول سرو نیل انیش گورنر پنجاب ہر جگہ لوگ کسی متوقع تبدیلی کے منتظر تھے۔ ان کے دماغوں میں نئی ہوا بھری ہوئی تھی۔ وہ منتظر تھے کہ اس تحریک کا کیا نتیجہ نکلتا ہے‘ (یہ زمانہ) حضرت شیخ الہندؒ اور آپ کی جماعت کے لیے ایک حیات بخش دور تھا، جس کی تمہید خفیہ طور پر ستائیس سال پیشتر کی جا چکی تھی۔ (یعنی ثمرۃ التربیت کے قیام کے ذریعے) چنانچہ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں اسے منظر عام پر لانے کا تہیہ کیا گیا اور جمعیت الانصار کے نام سے ایک ہمہ گیر نظام کا خاکہ مرتب کیا گیا، جس کی مقبولیت بھی اسی طرح ہمہ گیر ہوئی۔“ (علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، حصہ اول، ص ۱۳۰/۳)

(جاری ہے)



یہ فیصلے تمہارے اپنے ہی خلاف جائیں گے، جتنا ظلم کر سکتے ہو کرو، یہ ظلم تمہاری اپنی ہی جانوں پر ہو گا، اور جتنی سرکشی دکھا سکتے ہو دکھا لو! اس کا وبال تمہیں خود ہی بھگتنا ہو گا۔ رب کائنات کی قسم ہم تم سے تب تک لڑتے رہیں گے جب تک قیامت برپا نہ ہو جائے یا پھر تم اپنے جرائم سے باز نہ آ جاؤ۔ تم جسے چاہو قید کر لو، جسے چاہو قتل کر دو، جس پر چاہو بارود کی بارش برسا دو، جتنا تکبر کر سکتے ہو کر گزرو!

امتِ مسلمہ تمہیں چھوڑنے والی نہیں!

ہم باری کے بدلے ہم باری ہوگی!

قتل کا بدلہ قتل ہو گا!

تباہی کے بدلے تباہی ہوگی!

تمہاری ہر سرکشی کا جواب اتنی ہی شدت سے دیا جائے گا! (ان شاء اللہ)

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

لحد یقام فی الأرض أحب إلى أهلكا من أن یطروا أربعین صباحا

”زمین میں حدود اللہ میں سے کسی ایک حد کا قائم ہونا، میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ چالیس دن بارش ہوتی رہے۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر چالیس روزہ بارش سے زمین میں جتنی بہتری آتی ہے، وہ جس قدر غلے اگاتی ہے اور بارش سے زمین پر جو جو روئیں پھوٹتی ہیں، حدود اللہ میں سے ایک حد کے قائم کیے جانے سے اتنی زیادہ برکتیں نصیب ہوتی ہیں کہ چالیس روزہ بارش کی برکتیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حدود اللہ قائم کی جاتی ہیں تو تمام لوگ یا اکثر لوگ یا کافی سارے لوگ برائیوں کی طرف جانے سے رک جاتے ہیں۔ جب معاصی اور گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے آسمان سے نازل ہونے والی اور زمین سے برآمد ہونے والی برکتیں وصول ہونا بند ہو جاتی ہیں۔“

دوسرا مسئلہ سیاسی طور پر عدم استحکام کا ہے۔ یعنی مسلمان قیادت و سیادت کے معاملے میں ایک طرح سے یتیمی کا شکار ہیں۔ اسلام کے نظام حکومت ’خلافت‘ کے نہ ہونے کی وجہ سے عالم اسلام جس بے چارگی کی عملی تصویر بنا ہوا ہے، وہ انتہائی دکھ انگیز ہے۔ ایسی بے بسی پہلے کبھی دیکھنے کو نہیں ملی۔ یہی وجہ ہے عالم کفر مسلمانوں کی سیاسی یتیمی کا فائدہ اٹھا کر انہیں ہر اس طرح کی اذیت دے رہا ہے، جسے وہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہتا۔ تیسرا مسئلہ جہاد ہے۔ جہاد سے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے:

’عَنْ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ‘

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں: جب تم تجارت عینہ (سودی کاروبار) کرنے لگو گے اور کھیتی باڑی میں مشغول ہو جاؤ گے اور کاشت کاری کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ بیٹھو گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا، جس سے تب ہی چھٹکارا مل سکتا ہے، جب تم اپنے دین کی طرف (مکمل طور پر) لوٹ آؤ گے۔“

علمائے تفسیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حلال تجارت اور کھیتی باڑی کو برا نہیں کہا گیا، بلکہ اس فرمان مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد یہ ہے کہ تجارت و کھیتی باڑی (دنیا کے

فی زمانہ اہل اسلام جن مصائب و تکالیف سے دوچار ہیں، یقیناً ان کی ایک وجہ قرب قیامت بھی ہے۔ البتہ دنیا کے دارالاسباب ہونے کے سبب اس امر سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سب کردار کی اُس ’مجرمانہ ضعیفی‘ کی بنیاد پر ہے، جس کا لازمی نتیجہ ’مرگِ مفاجات‘ کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کامل کی کمی... سب کچھ اللہ سے ہونے کے عقیدے میں ضعیف... اپنے ہر طرح کے مادی و روحانی مسئلے کے حل کے لیے اللہ وحدہ لا شریک کی طرف توجہ کی کمی... حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہونے کی بنیاد پر ان ہی کی تابع داری میں ہماری دنیا و آخرت کی راحتیں پوشیدہ ہیں، اس حوالے سے فکری و عملی کمزوری... حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ منہج سیاست و اقتصاد اور اسلوب معاشرت و جہاد سے کنارہ کشی... قرآن مجید کی آیت مبارکہ کی بنیاد پر یہی وہ کمزوریاں ہیں، جو مسلمانوں کے ہاتھوں وقوع پذیر ہونے پر برپا فتنہ و فساد کی وجہ بنی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

فَهَرِ النَّفْسُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَسَلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الرؤم: ۴۱)

”لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اُس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلایا، تاکہ انہوں نے جو کام کیے ہیں، اللہ ان میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔“

اگر عالم اسلام اپنے عقائد، افکار، اعمال، اخلاق، معاشرت، تجارت اور جہاد کے حوالے سے غفلت کا مظاہرہ نہ کرتا تو آج کے ناگفتہ بہ حالات کے تاریک دن دیکھنے کو نہ ملتے۔ موجودہ حالات میں مسلمانوں کو جن عظیم مسائل کا سامنا ہے، ان میں سے کچھ اپنی اہمیت اور اثرات و نتائج کے لحاظ سے مکمل اور دیانت دارانہ توجہ کے طالب ہیں۔

پہلا مسئلہ نظام اسلام کے نفاذ کا ہے۔ جب تک کم از کم اسلامی خطوں میں اسلام اپنے تمام تر احکامات، حدود و تعزیرات، فرائض و واجبات اور وقار و غلبے کے ساتھ نافذ نہیں ہو جاتا، تب تک ہم جس سر بلندی، عزت و شوکت اور آسانیوں کی راہ تک رہے ہیں، انہیں نہیں پاسکیں گے۔ تفسیر ابن کثیر میں ’ابو عالیہ‘ کے حوالے سے لکھا ہے:

”جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، وہی زمین میں فساد مچانے والا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ زمین کی صلاح، یعنی اس کا پُر امن اور ہر طرح کی بھلائی سے لبریز ہونا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی لیے

ابوداؤد کی روایت کردہ حدیث میں بیان ہوا ہے:

ہر کام) میں اتنی زیادہ مشغولیت اختیار کر لینا کہ یہی کام زندگی کا سب سے اہم مقصد بن کر رہ جائے اور دنیا کو آخرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دی جانے لگے، حتیٰ کہ جہاد تک کو چھوڑ دیا جائے تو یہ معاملہ قبیح اور بُرا ہے۔ یہی وہ قباحات اور بُرائی ہے، جو عالم اسلام کو اُس ذلت و مسکنت سے دوچار کرتی ہے، جس کا آج ہر کوئی نظارہ کر رہا ہے۔

چوتھا مسئلہ اقتصادیات کا ہے۔ جمہوری ملکوں میں بگاڑا عالم اسلام اپنے دنیا پرست اور نام نہاد حکمرانوں کی وجہ سے مالی تنگیوں کا ایسا شکار ہے، جس کی وجہ سے لوگ خود کشیاں تک کرنے پر مجبور ہیں۔ ایک جان ہی تو کسی بھی انسان کا آخری سرمایہ ہوتی ہے۔ جب کہ اس جان کی بقا پیٹ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ جب عوام کے منہ کا لقمہ حکمران کے پیٹ میں چلا جائے تو تب غربت نہیں، غریب مٹتے ہیں۔ یہی وہ مصنوعی غربت ہے، جو کافر کو کٹر کافر بناتی ہے۔ کمزور مسلمان کو مذہبی زندگی سے دور کرتی ہے اور پختہ مذہبی مسلمان کو پریشان کیے رکھتی ہے۔ اس غربت سے مال دار مزید دولت مند ہو جاتا ہے، جب کہ غریب مزید فقیر ہو جاتا ہے۔

عمومی نظر سے یہ وہ چار اہم مسائل ہیں، جو آج ہر مسلمان کی کہانی ہیں۔ اگر ان مسائل کا عام نظر سے حل تلاش کیا جائے تو یہی سوچ جڑ پکڑتی ہے کہ حالات کے سدھار کے لیے بالترتیب ’نظام اسلام نافذ کیا جائے، سیاسی استحکام حاصل کیا جائے، جہاد کی راہ اختیار کی جائے اور اقتصادیات کو مضبوط کیا جائے‘، لیکن اگر فی زمانہ اس ترتیب کو ہی حرف آخر سمجھ کر اس کے پیچھے پڑ جائیں تو ’عالم اسلام کی جمہوری قید کے تناظر‘ میں مسائل کے حل میں بہت زیادہ وقت درکار ہو گا۔ لیکن شام، عراق، فلسطین، کشمیر، بوسنیا، چینیا، مشرقی ترکستان، افغانستان، ہندوستان اور برما کے امیر جنسی حالات وقت کے لحاظ سے اتنی وسعت نہیں رکھتے کہ وہ ہماری ترتیب کا انتظار کرتے رہیں۔ جسدِ مسلم کے ان زخمی اعضا کو جس قدر جلدی آرام دہ مرہم کی ضرورت ہے، اُس کی جلد از جلد فراہمی ’جہاد‘ ہی کے راستے سے ممکن ہے۔

جہاد حالات کے سدھار کے لیے ایک ایسا علاج اور ٹانک ہے، اگر اس طریقہ علاج کو اس کے تمام آسمانی و زمینی تقاضوں کے ساتھ اختیار کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ’نفاذ اسلام‘، سیاسی استحکام، جہاد کا قیام اور مضبوط اقتصادیات، جیسے مسائل از خود حل ہوتے چلے جائیں گے۔ جب ’جہادی آپریشن‘ شروع ہوتے ہیں تو اُس کے نتیجے میں کیا کیا معجزے رونما ہوتے ہیں، اُن کی عملی تصویر سمجھنے کے لیے کسی لمبے چوڑے فلسفے کی طرف جانے کے بجائے صرف اتنا دیکھ لیا جائے کہ یہی وہ راستہ ہے، جس سے مدینہ منورہ میں ’دارالاسلام‘ کا قیام ممکن ہوا تھا۔ اسی سے خلیفہِ اوّل نے فتنہ ارتداد کی آگ بجھائی تھی۔ اسی سے عمر فاروقؓ نے دارالاسلام کی سرحدیں ایشیا، افریقا اور یورپ تک پھیلادی تھیں۔ اسی جہاد سے فتنہ تاتار کا زور توڑا تھا۔ اسی جہاد سے مسجد اقصیٰ کو نصاریٰ کی قید و بند کی صعوبتوں سے

آزادی ملی تھی۔ اسی جہاد سے شرک کی جڑ سومنات کے مندر کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی تھی۔ اسی جہاد سے اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے والوں کا خاتمہ ممکن ہے۔ اسی جہاد سے برطانیہ جیسی مجرم سلطنت کو بحر اوقیانوس میں غرق کیا گیا تھا۔ اسی جہاد سے سوویت یونین کو برف کے پہاڑوں میں دفن کر دیا گیا تھا۔ اسی جہاد سے افغانستان میں ’امارت اسلامیہ‘ قائم ہوئی تھی۔ اسی جہاد نے سندھ کے حاکم ’راجہ داہر‘ کو اُس کے بُرے انجام تک پہنچایا تھا۔ اسی جہاد نے افغانستان میں بُدھ کے اُن مجسموں کو مٹی کا ڈھیر بنا ڈالا تھا، جو اللہ وحدہ لاشریک کی زمین کو اپنے ناپاک جسم سے آلودہ کر رہے تھے۔

لہذا آج بھی اسی جہاد کے ذریعے ہی بُدھ مت کے سرکش پیروکاروں کو برمی مسلمانوں کی نسل کشی کے جرم کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اسی جہاد سے فتنہ داعش ختم کیا جاسکتا ہے۔ اسی جہاد سے فلسطین آزاد کیا جاسکتا ہے۔ اسی جہاد سے کشمیر فتح ہو سکتا ہے۔ اسی جہاد سے ’فتنہ‘ جمہوریت کا قلع قمع کر کے تمام عالم اسلام میں ’خلافت اسلامیہ‘ نافذ کی جاسکتی ہے۔

[یہ مضمون امارت اسلامیہ افغانستان کی اردو ویب سائٹ ’الامارہ اردو‘ پر نشر ہو چکا ہے]

☆☆☆☆☆

”پس انگریز تو یہاں سے چلا گیا لیکن جو فوجی جرنیل، بیوروکریٹ افسر، سرمایہ دار سیاسی خاندان جو وہ اپنے عہدِ حکومت میں تیار کر چکا تھا وہ پھر بھی باقی رہے۔ مسلمانانِ ہند نے آزادی کا جو خواب دیکھا تھا، وہ بس خواب ہی رہا! نہ تو فرنگی جمہوری نظام کی جگہ شرعی نظام واپس لوٹا، نہ ہی اقتدار، فرنگی نواز غدار طبقوں کے ہاتھ سے نکل کر علمائے کرام اور حقیقی معززین معاشرہ کے ہاتھ میں واپس آیا، اور نہ ہی ہند کی وہ عظیم تر اسلامی سلطنت بحال ہوئی جس کا دار الخلافہ کبھی کابل اور کبھی دہلی تھا اور جس کی حدود پورے برصغیر کے شرق و غرب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کی بے چاری عوام تو انگریز کی غلامی سے نکل کر انگریز کے غلاموں کے غلام بن گئے! آزاد تو بس انگریز کا آلہ کار یہ حکمران طبقہ ہوا، کہ جنہیں ۱۹۴۷ء کے بعد ہمارے وسائل لوٹنے اور زمین میں فساد مچانے کی مکمل

آزادی مل گئی!

ہر سال منایا جانے والا جشنِ آزادی، ہماری نہیں انہی کی آزادی کا جشن ہوتا ہے! ہمیں تو ایک اور تحریک آزادی سے گزرنا ہو گا! خون کا ایک اور دریا

پار کرنا ہو گا!“

شہید عالم ربانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

نالی کی طرح۔ یہ احساس کہ ہم ایک امت ہی کا تسلسل ہیں، اپنی بنیادوں سے کٹے کوئی علیحدہ لوگ نہیں۔ ہم ایک عظیم امت کا حصہ ہیں جس کے بارے میں ہمیں جاننے کی ضرورت ہے۔

(2) تمام دنیا میں پھیلی امت مسلمہ کا حصہ بن کر۔ ہماری مقامی شناخت ہماری مسلم شناخت پر ہرگز مقدم ناہو۔ پس میری امریکی یا برطانوی یا پاکستانی شہریت کو میری اسلامی شناخت پر فوقیت حاصل ناہو۔ دیکھئے، یہ وطنی ریاستوں کا تصور ایسی چیز ہے جس کو اسلام ختم کرنے آیا۔ ہماری وفاداریاں اللہ سبحان و تعالیٰ اور اس کے دین کے لئے ہیں۔ اور ہم عالمی اسلامی امت کا حصہ ہیں۔ چنانچہ ہمیں مسلم امت کے حالات سے باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔ فلسطین میں جو کچھ بھی ہوتا ہے، اس سے برطانیہ میں بسنے والے مسلمان کو بھی ویسے ہی فرق پڑنا چاہئے جیسے کسی فلسطینی کو۔ ایسے ہی کشمیر میں ہوتے ظلم سے ہر امریکی مسلمان کو بھی فکر مندی و تشویش لاحق ہونی چاہئے۔ دنیا کے کسی بھی حصے میں مسلم امت کے ساتھ کچھ ہوتا ہے، اس کا مجھ پر اثر ایسے ہی ہونا چاہئے جیسے وہ میرے گھر ہی کا معاملہ ہے۔ پس شناخت کی تعمیر میں ان دو عوامل کا بنیادی کردار ہے۔

☆☆☆☆

یہ نظریہ توحید ہی ہے جو انسانی حاکمیت کی ہر شکل کی نفی کرتا ہے۔ انسانی حاکمیت نہ تو فرد واحد کی صورت میں قابل قبول ہے نہ کسی قوم کی دوسری قوم پر حاکمیت کی شکل میں جیسے انگریز ہم پر حاکم ہو گیا تھا۔ اور نہ ہی عوام کی حاکمیت جائز ہے۔ حاکمیت (Sovereignty) کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور انسان کے لیے خلافت ہے۔ دورِ حاضر میں Popular Sovereignty یعنی جمہوری حاکمیت کا تصور بدترین شرک ہے۔ شارع صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نمائندے ہیں۔ اب بتائیے نعرہ توحید سے انقلابی نعرہ کیا ہو گا؟ لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)، یعنی لا حاکم الا اللہ۔ استاد المجاہدین، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ

ہم ایک ایسی عالمی تہذیب کا سامنا نہیں کر رہے جو چمک دار و ہمدرد ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی تہذیب کے جو ہمارے تمام راستے مسدود کر دیتی ہے۔ یا تو مک ڈونلڈ کو تسلیم کرو، بصورت دیگر میکڈونلڈ ڈگلس کے ایف 15 طیاروں کی بم باری کے لئے خود کو تیار کر لو۔ یہ عدم برداشت پر مبنی تہذیب ہے، جو کسی بھی دوسری تہذیب کے ساتھ شانہ بشانہ چلنے کو ہرگز تیار نہیں۔ یہ روئے زمین پر موجود ہر دوسری تہذیب کو جڑ سے اکھاڑ رہی ہے۔ یہاں ایک روسی مورخ کا قول نقل کروں گا، وہ کہتا ہے:

”کسی بستی کو اجاڑنا ہو تو ان کی تہذیب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو۔“

پس یہ عالمی تہذیب درحقیقت زمین پر موجود تمام تہذیبوں کو مسمار کر رہی ہے اور اس کا یہ مزاج قطعاً نہیں کہ یہ متعدد تہذیبوں کے ساتھ امن و سلامتی سے رہے۔ پس اس عالمی تہذیب یا ”گلوبل ویلج“ کی راہ میں اگر کوئی تہذیب حائل ہے تو وہ اسلام ہے۔ مگر اس کے باوجود، ہم بطور مسلمان ہم اپنی اسلامی شناخت کھوتے جا رہے ہیں۔

میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہمیں بہت سے بھائی اور بہنیں اسلام پر عمل پیرا نظر آتے ہیں لیکن خاص اسلامی شناخت وہ کہیں گم ہو رہی ہے۔ یعنی ایک مسلمان میں انبیاء و صحابہ سے زیادہ کسی فٹ بال کے پلئیر سے عادات و خصائل میں مشابہت زیادہ ہے۔ آپ یہ دیکھیں گے کہ ہماری نوجوان نسل کے پاس گانے بجانے والوں کی معلومات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے، اور بعض اوقات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں معلومات سے بھی بڑھ کر ہوں گی۔ کتنے نوجوان ایسے ہیں جنہیں تمام انبیاء علیہم السلام کے اسماء یاد ہیں؟ کتنوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام یاد ہیں؟ مگر آپ ان سے کسی فٹ بال یا باسکٹ بال کے پلئیر کی بابت پوچھیں تو ان کے پاس معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ ہو گا۔ پس، مسلمان مجموعی طور پر شناخت کے شدید بحران سے گزر رہے ہیں۔

اس شناخت کے بحران کو دور کرنے کے لئے ہمیں ہنگامی بنیادوں پر درج ذیل کام کرنے کی ضرورت ہے۔

(1) اسلامی تاریخ کا گہرا علم۔ وہ تاریخ جو انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں پر مشتمل ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، اصحاب رسول رضوان اللہ اجمعین کی زندگی، اور اس کے بعد کے ادوار کی عمومی اسلامی تاریخ۔ یہ پہلا نقطہ ہے۔ اپنی تاریخ سے لگاؤ، اسلامی شناخت کی طرف پہلا قدم ہے۔ کیونکہ ہماری تاریخ ہماری زندگی ہے، سانس کی

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو گوبر کے نیچے موجود کیڑے سے تشبیہ دی۔

مشکوٰۃ مصابیح میں درج ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو عصیت کی طرف بلاتا ہے پس وہ ایسا ہے جیسے اس نے اپنے والد کا عضو خاص کاٹ لیا ہو۔“

مزید فرمایا:

”چھوڑ دو اسے، یہ بدبودار ہے“

پھر مزید فرمایا:

”اے مسلمانو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، کیا تم اب بھی مشرکوں کی طرح عمل کرو گے جب کہ میں تمہارے درمیان ہوں اور اللہ نے تمہیں اسلام سے ہدایت دی ہے۔“

اس کے علاوہ بھی کثرت سے دیگر احادیث اس عمل کے لئے قطعاً منع کرتی ہیں۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ تو آج سے سو سال پہلے ہی کیا خوبصورت سچ لکھ گئے تھے:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

جو پیر بن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

خون کروائے اس مومن کا یہ محبت، کہ جس کی حرمت کعبۃ اللہ سے بھی افضل ہے جب کہ آج تو پورے پورے ملک تباہ کر دیے گئے ہیں۔

ہائے کہ یہ بت دلوں سے نکلیں تو ایمان کے آنے کی گنجائش بنے ناں! وہ ایمان جو ہمارے اس سیاہ ہوتے دل کو دھو ڈالے، جو اس بکھری ہوئی امت کو پھر سے ’انما المومنین اخوة‘ کی مثال بنادے!

کیا ہی افسوس کا مقام تھا کہ ہمارے ہی چند درباری علما نے ٹوٹی بلسیر کو ’انما المومنین اخوة‘ کے معنی یہ بتائے کہ ”سب انسان بھائی بھائی ہیں“۔

کاش!!! ہم واقعی پتھر کے دور میں چلے جاتے مگر ہمارے ایمان سلامت رہتے

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں ہر قسم کی گمراہیوں سے محفوظ فرما کر صراطِ مستقیم پر چلنے والا بنائے

آمین ثم آمین یا رب العالمین

☆☆☆☆☆

حضرت انسان جہاں بھی پیدا ہوتا ہے وہاں رہنے والے لوگوں، زبان، رسومات، اور کھانوں سے اسے ایک خاص انسیت ہو جاتی ہے

لیکن جب ہم اس بنیاد پر اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے کاٹ دیں، پاکستان کو صرف ہمارا ملک، اس فوج کو صرف ہماری فوج، اس کے وسائل کو صرف ہمارے وسائل اور اس کی بنیاد پر مسلمانوں میں فرق کریں (ہم پاکستانی ایسے ہیں اور یہ افغانی ایسے ہیں یا عرب ایسے ہیں وغیرہ وغیرہ) تو پھر یہ ”عصیت“ کہلاتی ہے جو قطعی طور پر حرام ہے۔

ہمیں یہ بھی ضرور جان لینا چاہئے کہ وطن پرستی اور قوم پرستی کی کوئی فکری بنیاد نہیں ہے اور یہ سوچ انگریزوں نے چار سو سال لگا کر خلافت توڑنے اور امت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے مسلمانوں میں ڈالی۔

اہم ترین سوال یہ ہے کہ اگر پٹھان، پنجابی، سندھی اور بلوچی ہونا غلط ہے تو پھر پاکستانی، افغانی، ترکی اور شامی ہونا کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟؟؟ اگر پاکستان کے جھنڈے کے نیچے ہم سب کو متحد ہونا چاہتے، تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے ’رأیہ‘ اور ’عقاب‘ کے نیچے تمام مسلمانوں کو کیوں نہیں؟؟؟ کیا انگریزوں نے مسلمان خطوں کا بٹوارہ کر کے ان تمام مسلمان ملکوں کو ایک ایک جھنڈا، قومی ترانہ، قومی شاعر، پھول، جانور، یادگار عطا نہیں کئے؟؟؟

ہمارے علاقوں سے انگریزوں کی فوج تو چلی گئی، لیکن ہمیں اپنے نظریات کی غلامی میں باندھ گئی ہے جن کی حفاظت کا ٹھیکہ بھی انھوں نے اپنے ہی ایجنٹوں کے حوالے کیا ہوا ہے جو آج بھی ہم پر مختلف شکلوں میں حکمران ہیں۔

جب کہ اسلام اس پر بہت واضح احکامات دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری احادیث اس عمل سے سختی سے منع کرتی ہیں۔ جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے عصیت کی طرف بلایا، عصیت کے لیے لڑا، یا عصیت کے

لیے جان دی، وہ ہم میں سے نہیں۔“ (ابوداؤد)

ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے اندھی تقلید میں کسی جھنڈے کے نیچے جنگ کی، کسی عصیت کی

بنا پر، غصہ کرتے ہوئے، عصیت کی طرف بلایا، یا عصیت کی مدد کرتے

ہوئے قتل کیا گیا، تو وہ جاہلیت کے طور پر قتل کیا گیا“ (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا۔ وَأَجْعَلْ لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّاۖ أَجْعَلْ لَّنَا لَدُنْكَ نَصِيرًا۔ (النساء)

”اور تمہارے پاس کیا عذر ہے (تمہیں کیا ہو گیا ہے) کہ تم لڑتے نہیں اللہ کے راستے میں ان کمزوروں (مظلوموں) کی خاطر جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے بھیج دیجئے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔“

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

”اللہ (تعالیٰ) نے جہاد کو اپنے کلمے کی بلندی، اپنے دین کے غلبے اور کمزور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے فرض فرمایا ہے، اگرچہ اس میں جانیں چلی جائیں اور قیدیوں کو دشمنوں سے لڑ کر یا انہیں مال دے کر چھڑانا مسلمانوں پر فرض ہے اور مال کے ذریعے چھڑانا زیادہ تاکیدی فرض ہے، کیونکہ یہ جان قربان کرنے سے آسان اور ہلکا ہے۔“

امام مالکؒ اسی آیت سے اور ایک حدیث صحیحہ سے یہ مسئلہ مستنبط فرماتے ہیں:

”مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کو چھڑائیں، خواہ انہیں اپنا سارا مال ہی کیوں نہ دینا پڑے کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، قیدیوں کو چھڑاؤ۔“

ابن العربیؒ فرماتے ہیں:

”اگر کمزور مسلمان اپنی آزادی اور رہائی کیلئے بلائیں تو مسلمانوں پر ان کی مدد لازم ہے، کیونکہ مسلمانوں کے درمیان رشتہ ولایت قائم ہے، پس مدد کی پکار سننے کے بعد کسی مسلمان کی آنکھ کیلئے جائز نہیں، کہ وہ آرام کرے بلکہ اگر ممکن ہو تو ان کی مدد کیلئے نکل پڑنا چاہیے یا اپنا سارا مال خرچ کر دینا چاہیے، یہاں تک کہ کسی مسلمان کے پاس ایک درہم باقی نہ رہے۔“

علامہ نوویؒ تحریر فرماتے ہیں:

”اگر کافر ہمارے ایک دو مسلمانوں کو گرفتار کر لیں، تو کیا ان کے اس فعل کو اسلامی ممالک میں کافروں کی فوجوں کے داخلے جیسا سمجھا جائے گا یا نہیں؟ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کا یہ فعل اسلامی حدود میں فوجیں داخل کرنے کی طرح شمار ہو گا اور اسلامی سرحدوں میں کافروں کے داخل ہونے سے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان کی حرمت کسی شہر یا ملک کی حرمت سے زیادہ ہے، چنانچہ شرعی حکم یہ ہو گا کہ اگر وہ اس قیدی کو ایسے علاقے میں لے کر چلے گئے ہیں جو مسلمانوں کے ملک کے قریب ہے اور حملہ کر کے قیدی کو چھڑانا ممکن ہو، تو فوراً ان پر حملہ کیا جائے گا، لیکن اگر وہ اسے لے کر دور دراز علاقوں میں چلے گئے ہوں اور بڑے لشکر کے بغیر وہاں تک پہنچنا ممکن نہ تو پھر تیاری مکمل ہونے تک انتظار کیا جائے گا۔ (الروضة للنووی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس نے دشمنوں کے ہاتھوں سے کسی قیدی کو فدیہ دے کر چھڑایا، تو میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وہ قیدی ہوں۔“ (الطبرانی)

یعنی کسی مسلمان قیدی کو چھڑانا گویا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑانے جیسا ہے۔ سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر اس عمل کی اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر اس عمل کی اور کیا تاکید ہو سکتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان کے قید ہونے کو اپنے قید ہونے جیسا اور اس کے چھڑانے کو اپنے چھڑانے جیسا قرار دیا ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ بیان فرماتے ہیں:

”اگر میں ایک مسلمان کو مشرکوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں، تو یہ مجھے پورے جزیرۃ العرب سے زیادہ محبوب ہے۔“ (ابن عساکر)

علمائے فرمایا ہے کہ اسیروں کو رہا کروانا مسلمانوں پر واجب ہے۔ چاہے مسلمانوں کی ساری کی ساری جمع پونجی اس راہ میں ختم ہو جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ”باب فکاک

الاسیر“ میں حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسیروں کو رہا کرواؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور مریضوں کی عیادت کرو۔“

بخاری کی مشہور شرح فتح الباری میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”باب فکاک الاسیر“ کے آخر میں لکھا ہے، ”بمال او بغیرہ“ اور پھر ابن بطالؒ کے اس قول کو ذکر کیا ہے ”فکاک الاسیر واجب علی الکفایۃ وبہ قال الجمهور۔“

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دنیا میں مغلوب ہونے کیلئے نہیں بھیجا، بلکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرنے کیلئے بھیجا ہے، اسلام ایک عزت و عظمت والا دین ہے اور جو اس دین کو قبول کر لیتا ہے اور مسلمان بن جاتا ہے تو اس کی عزت و عظمت بھی بہت بڑھ جاتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مسلمان کی عزت و حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کعبہ کی حرمت سے بڑھ کر ہے اور چونکہ مسلمان کی عزت و حرمت کے ذریعے ہی اسلام کی عزت و حرمت کا پتہ چلتا ہے، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مسلمان کی خاطر اپنی اور اپنے صحابہ کرامؓ کی جان کو خطرے میں ڈالا اور آپ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے، جب تک آپ نے ایک ایک مسلمان پر ہونے والے ہر ظلم کا بدلہ کافروں سے نہیں لے لیا۔

غزوہ حدیبیہ کے موقع پر صرف ایک مسلمان یعنی حضرت عثمان غنیؓ کی حفاظت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ کرامؓ سے موت پر بیعت لی اور خون کے آخری قطرے تک لڑنے کا عزم فرمایا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ایک مسلمان کی قدر و قیمت کیا ہے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ اگر ایک مسلمان کے خون کو نظر انداز کر دیا گیا، یا ایک مسلمان کی حفاظت کو اہمیت نہ دی گئی تو پھر کوئی مسلمان بھی محفوظ نہیں رہے گا اور کافر انہیں ترنوالہ سمجھ کر نگل جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے ہاتھوں میں پھنس جانے والے مسلمانوں کا درد سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ان مسلمانوں کے لیے دعا فرماتے تھے جو کافروں کے ہاتھوں میں پھنسے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کی آزادی اور رہائی کی فکر فرماتے تھے۔

ماضی کے مسلمانوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو دل کے کانوں سے سنا تھا اور سمجھا تھا، چنانچہ وہ ایک مسلمان عورت کی خاطر لاکھوں کے لشکر لے کر شہروں

کے شہر تباہ کر دیتے تھے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک اسے آزاد نہ کر لیتے تھے، چنانچہ اس دور میں مسلمان محفوظ تھے، کافر باوجود خواہش کے انہیں گرفتار کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتا تھا اور کسی مسلمان قیدی پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے کافروں کو خود خوف کی وجہ سے پسینہ آ جاتا تھا، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ہم صرف اس پر ہاتھ نہیں اٹھا رہے ہیں بلکہ ہم پوری امت مسلمہ کو چھیڑ رہے ہیں اور ہماری مار سے جو درد اس کے جسم میں اترے گا وہ پوری امت مسلمہ کے دل میں اتر جائے گا اور وہ بے تاب ہو کر نکل کھڑی ہو جائے گی اور پھر کافروں کو پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ لیکن آج جس طرح سے مسلمانوں نے اپنے قیدی بھائیوں کو کافروں کے ہاتھوں میں چھوڑ رکھا ہے، حالانکہ ان کے ہاتھوں میں بے شمار مال، قوت اور طاقت ہے، اس پر ہم صرف انا اللہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھ سکتے ہیں۔

کل رب کے سامنے ہم نے ان (قیدی فی سبیل اللہ) بھائیوں اور ان کے بچوں کو جواب دینا ہے... ہے کوئی عمل کا دھنی کہ یہ وقت کی پکار ہے!

فُکُّوا العانی... فُکُّوا العانی

قیدی کو چھڑاؤ، ارے قیدی کو چھڑاؤ...

☆☆☆☆☆

”کبھی بھی کوئی دعوت چاہے وہ زمینی ہو یا آسمانی، ربانی ہو بشری، قربانیوں کے بغیر کامیاب نہیں ہوتی! خون، کٹے پھٹے اعضا، جسد، روحیں اور شہدا! یہ ہیں معرکے کا ایندھن!

مبادیات اور اصولوں کے معرکے کا ایندھن۔ افکار کے معرکے کا ایندھن! یہ آیات اس ضمن میں ایک اہم معاملے کی طرف توجہ دلاتی ہیں کہ جو کوئی بھی قربانی نہیں دینا چاہتا یا کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتا اس کے لیے جنت نہیں!

أَمْرٌ حَسْبُكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَسَّائَاتُكُمْ مِثْلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

”کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اس سے پہلے ہی جنت میں چلے جاؤ گے کہ تم پر وہ حالات آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے“

یہاں اللہ رب العزت نے ایک اہم معاملے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تم اللہ کے نزدیک اس کی محبوب ترین ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز نہیں ہو، تم اس کے چنیدہ بندوں سے بہتر نہیں ہو!“

شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ

میدان میں آتی ہیں۔ اگر انہی بنیادوں پر اسلام نافذ کرنا ہے تو عام آدمی کے لیے وہ جماعتیں زیادہ بہتر ثابت ہوئی ہیں جو اسلام کا نام تو نہیں لیتیں لیکن ان کے پاس تجربہ ہے کہ عام آدمی کو قابو میں کیسے رکھنا ہے۔

اے علمائے پاکستان! کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ کا دین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ہی نافذ ہو سکتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں کہیں بھی کثرت رائے کو بطور اصول نہیں اپنایا گیا۔ ہم نے اس اصول کو کراہت کے ساتھ قبول کیا تھا چونکہ ہمارے پاس اس کے علاوہ چارہ نہیں تھا لیکن یہ کیا ہوا کہ ہم کراہت کو بھول گئے اور اصول کو یاد رکھا۔ اس کراہت کو بھول جانے نے وہ ظلم ڈھایا کہ پوری نسل ہی سیکولر ازم کی آغوش میں جا گری... جس کا کوئی پرسان حال نہیں، کوئی رہ نما نہیں جو درست راستہ دکھا سکے، کوئی روشنی نہیں جو اس اندھے گڑھے سے باہر نکلنے کا راستہ دکھائے۔

اے علمائے کرام! ذرا صورت حال پر نظر تو ڈالیں... آپ نے جس نظام کے لیے لوگوں کو دعوت دی وہ اس نظام کی طرف آئے اور اس کے لیے جدوجہد کی، نہ صرف جدوجہد کی بلکہ قربانیاں بھی دیں تاکہ اللہ کا نظام اللہ کی زمین پر قائم ہو لیکن جب اس نظام کی راہ میں مصائب آئے اور مشکلات کے پہاڑ ٹوٹے تو آپ نے اپنے ہی لوگوں سے نظریں پھیر لیں۔

اے علمائے پاکستان! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ لال مسجد تاقبا ئلی علاقہ جات اور کراچی تا سوات خون کی ہولی کھیلے جانے کے ذمہ دار صرف پاکستانی افواج یا دیگر ادارے تھے؟ کیا آپ کی خاموشی اور پھر خوف یا طمع کے سبب ان اداروں کے ساتھ کھڑے ہو جانا اس ظلم میں شمولیت کے مترادف نہیں ہے؟ آپ کو یاد رہے کہ ایلہ کے لوگ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی پر بندر اور خنزیر بنادیے گئے تھے اور ان میں وہ بھی شامل تھے جو ان لوگوں کو ان کی سرکشی پر روکنے کی بجائے خاموش رہے تھے۔ اللہ کا قانون کسی کے لیے نہیں بدلتا!

اے علمائے پاکستان! آپ شاید جانتے نہیں یا جان بوجھ کر انجان ہیں کہ افواج پاکستان جن کے لیے کام کر رہی ہیں ان کا ہدف صرف اسلام نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص ہے جو کسی نہ کسی طرح اسلام سے جڑا ہوا ہے۔ یہ مت سمجھیے کہ قتل و غارت کا یہ طوفان قبائل اور سوات

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم... بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاک ہے وہ ذات جس کی بادشاہی تمام جہانوں میں پھیلی ہوئی ہے جس کے قبضہ قدرت اور احاطہ علم سے کچھ بھی باہر نہیں، جس نے اپنے حرف ”کُن“ سے اس کائنات کو پیدا فرمایا، جو کسی مددگار کے بغیر اس کائنات کا نظام چلا رہا ہے اور جو اتنی قوت و جبروت کا مالک ہے کہ اس سے بغاوت اور سرکشی کی مجال کسی میں نہیں، اُسی نے اپنے خاص فضل و کرم سے انسان کو اس کائنات کا سردار بنایا۔ پھر اس کائنات کے سردار کے لیے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان کے ذریعے ایک مکمل نظام حیات انسان کو عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کو ”خیر امت“ کا خطاب عطا فرما کر اس زمین پر اپنی نیابت عطا فرمائی اور ان کے ذمے لگایا کہ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کو نافذ کریں، اس کے لیے ان کو باقاعدہ ہدایات اور طریقہ کار عطا فرمایا۔

اے علمائے پاکستان! آپ کا ایک ادنیٰ خدمت گار آپ سے مخاطب ہے... انتخابات کا ہنگام ختم ہو چکا اور نتائج آچکے... جمہوری نظام میں پاکستانی عوام نے بحیثیت طبقہ آپ کو مسترد کر دیا اور نظام چلانے والوں کی توخیر کبھی یہ خواہش تھی ہی نہیں کہ وہ آپ کو اس نظام میں پہنچنے دیں، سوائے اس کے کہ ان کے اغراض آپ سے وابستہ ہو جائیں۔ ستر سال کی جدوجہد اور انتظار کے بعد بھی جمہوری نظام ہمیں ہمارے حقوق دینے کے لیے آمادہ نہیں... ہر چند سال کے بعد ہمیں طے شدہ مسائل پر دوبارہ دباؤ ڈال کر ان سمتوں کو بند کرنا پڑتا ہے جہاں سے اسلام اور اسلامیان کے خلاف سازشیں حملہ آور ہیں۔

اللہ نے ایک موقع دیا ہے کہ ہم اپنے طریقہ کار کو دیکھ کر اس کی خامیوں کا جائزہ لیں... آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اس مقصد کے قریب پہنچنا تو درکنار اس سے کہیں پیچھے جا کھڑے ہوئے جو لے کر ہم پاکستان میں آئے تھے اور اس کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا تھا۔ ہمیں جائزہ لینا پڑے گا اور یہی جائزہ واضح کرے گا کہ جن معاملات میں ہم نے کام کیا وہاں ہماری توقع سے بڑھ کر نتائج ملے لیکن حقیقی تبدیلی کسی طرح آکر نہیں دے رہی، اس کی وجوہات کیا ہیں؟ کیوں ایسا ہوا کہ ہم اپنے مقصد ”نفاذ اسلام“ سے بتدریج پیچھے ہٹتے گئے... یہاں تک کہ آج ہم بھی وہی نعرے لے کر میدان میں کھڑے ہیں جو دوسری سیاسی جماعتیں لے کر

تک ہی رہے گا بلکہ یہ کراچی اور لاہور میں بھی اسی طرح آپ کو بہا کر لے جائے گا جیسے سوات اور قبائل میں بہا لے گیا۔ اس طوفان سے بچنے کا واحد راستہ یہ تھا کہ اس کے سامنے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہوا جاتا لیکن آپ نے یہ موقع گنوا دیا۔

موجودہ انتخابات میں آپ کی حمایت یافتہ جماعتوں کی شکست سے ایک اور موقع پیدا ہوا ہے۔ اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کیجیے! اپنی غلطیوں سے سیکھئے تاکہ سابقہ روش کی بنا پر آپ پر لگے ہوئے ذلت و رسوائی کے دھبے مٹیں اور آپ کو وہی عزت و وقار حاصل ہو جائے جو افغانستان پر امریکی حملے سے پہلے حاصل تھا۔ یہ بات سمجھ لیں کہ پارلیمان میں آپ کی موجودگی کسی کو گورا نہیں! نہ افواج کو نہ اشرافیہ کو نہ ہی عالمی استعمار کو! یہ بھی آپ جان چکے ہیں کہ پارلیمانی راستہ، اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے ناکامی پر ہی منتج ہوا ہے! یہ بھی آپ نے دیکھ لیا کہ لادین اور اسلام مخالف لوگ پارلیمان میں پہنچائے گئے ہیں۔ یہ لوگ جو کسی سطح پر آپ کے شاگردوں اور خدام کا مقابلہ نہیں کر سکتے صرف اس پارلیمانی نظام کے بل بوتے پر آپ کے مقابل آکھڑے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جن کے پاس نہ دلیل ہے نہ ہی اوقات ہے، وہ آپ کے نہیں بلکہ اللہ کے دین کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں اور پورا ریاستی نظام ان کے پیچھے کھڑا ہے۔

ان حالات میں آپ کا بھی ریاستی نظام کے ساتھ کھڑے ہو جانا سوائے آپ کے کسی کو نقصان نہیں دے سکتا۔ دین اللہ کا ہے اور وہ اس کو غالب کر کے رہے گا! جیسا کہ اس کا اپنا ارشاد ہے، لیکن کیا ہم اس دین کی جانب کھڑے ہیں یا اس کی مخالف سمت میں؟ بد قسمتی سے آپ اس کی مخالف سمت میں کھڑے ہو گئے ہیں اور یہ چاہے مد اہنت کی وجہ سے ہو یا جبر کی وجہ سے، دونوں صورتوں میں نہ یہ قرآن کہ ہدایت ہے نہ سنت کا طریقہ ہے!

اے مدارس میں بیٹھ کر قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دینے والو! کبھی اپنے مدارس سے باہر بھی جھانکنے! اللہ کی بنائی ہوئی دنیا بہت وسیع ہے! اس دنیا میں اللہ کی مخلوق، اللہ کا خلیفہ انسان موجود ہے۔ ان انسانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی موجود ہے! اس امت پر مظالم کی انتہا ہو چکی اور آپ اپنے مدارس سے باہر جھانکنے کے روادار نہیں! کیا جواب دیں گے اللہ کو جب آپ سے پوچھا جائے گا کہ حق کو کیوں چھپا لیا؟ کیا جواب دیں گے جب پوچھا جائے گا کہ کیوں امت کی نصرت نہ کی؟ کیا جواب دیں گے جب یہ مظلوم امت استغاثہ کرے گی کہ ان علما نے ہماری مدد و نصرت

نہیں کی بلکہ ان کی زبانیں طاغوت کے ساتھ رہیں، ان کے فتوے ہمیں واجب القتل ثابت کرتے رہے، انہوں نے امت کے اس طبقے کو روکے رکھا جو ہماری مدد و نصرت کے لیے آسکتا تھا اور آنا چاہتا تھا۔ کیا ان سوالات کا کوئی جواب ہو گا؟

آج آپ منطق کی رو سے اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کر سکتے ہیں لیکن یہ آپ کو بھی خوب معلوم ہے کہ وہاں کوئی منطق کام نہیں آئے گی! آج آپ رخصت کی بات کر سکتے ہیں مگر اللہ کے بندو! سوچو تو سہی کہ کیا یہ رخصت صحابہ رضی اللہ عنہم اور اسلاف امت سے ثابت ہوتی ہے؟ ایک مسلمان کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے موت کی بیعت لیتے ہیں اور خود بھی موت پر بیعت کرتے ہیں! کیا یہ ثابت کرنے کو کافی نہیں کہ ایک مسلمان کی جان و مال کس قدر اہمیت رکھتے ہیں؟ یہاں تو افغانستان، شام، فلسطین، عراق، کشمیر، بوسنیا، شیشان، بھارت، برما، مشرقی ترکستان کوئی جگہ ہی نہیں بچی جہاں امت پر ظلم نہ ہوا ہو! جہاں مسلمانوں کی لاشیں نہ گری ہوں اور آپ جس نظام کے ذریعے اسلام کے نفاذ کی کوشش کر رہے تھے اس نظام نے آپ کو بیک بنی و دو گوش نکال باہر پھینکا۔ اور ایسے لوگوں کو نظام میں داخل کر دیا گیا جو اسلام تو کیا مسلمانوں کو بھی برداشت کرنے پر تیار نہیں... تو کیا اب وقت نہیں آگیا کہ ہم اس نظام پر لعنت بھیج کر اللہ کے دین کی جانب پلٹیں! ان چھوٹے چھوٹے قید خانوں کی بجائے ایک بڑی آزاد ملت کی جانب قدم بڑھائیں! کوئی فرق نہیں پڑے گا سوائے اس کے کہ انٹرنیشنل کمرے چھوڑ کر محاذوں پر خاک و خون سے کھیلنا پڑے گا... تن آسانی چھوڑ کر مشقت اٹھانے کی عادت ڈالنی پڑے گی... آپ پر بھی خارجی اور غدار وطن کے فتاویٰ آئیں گے... لیکن حضرات یہ سب تو اس راہ کی متقاضیات ہیں!

کون ہے جس کے ساتھ یہ نہیں ہوا؟ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے لیکر ملا عمر اور شیخ اسامہ رحمہما اللہ تک... سب کے ساتھ یہی ہوا! کون اس سے بچا؟ لیکن آج اس لڑی میں آنے والے سب حضرات امت کے سر تاج اور مقتدا شمار ہوتے ہیں اور ان فتاویٰ جاری کرنے والوں کا نام بھی کسی کو یاد نہیں!

اے خود کو شاہ ولی اللہ اور شیخ الہند کے وارث کہلانے والو! نہ ہی حضرت شاہ صاحبؒ اور نہ حضرت شیخ الہندؒ کا یہ طریقہ کار تھا جو آپ نے اپنالیا۔ خدا را! اس سے پلٹو! امت کے دکھ

سوچنا چاہیے کہ آخر یہ فرق کیوں ہوا؟ وہی نیت کا فرق ہے کہ اپنے بچے کو مارنے میں اس کی اصلاح اور تربیت مد نظر ہے اور محلے کے بچے کو مارنے میں یہ چیز نہیں۔ اسی طرح اگر کسی شخص سے نادانستہ کسی کا نقصان ہو جائے کہ اس کی نیت اور ارادہ اس کا نقصان کرنے کا نہیں تھا، مگر لاعلمی اور غیر اختیاری طور پر وہ نقصان ہو گیا تو اگر یہ دوسرا شخص عدالت میں دعویٰ دائر کرے اور عدالت میں یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ کام اس نے قصداً نہیں کیا بلکہ نادانستہ ہو گیا ہے تو عدالت اس کو سزا نہ دے گی اور اگر دے گی تو اس درجہ کی سزا نہ دے گی جیسی کہ قصداً کرنے میں دی جاتی۔ تو جب دنیا کے احکام نیت سے بدل جاتے ہیں تو آخرت کے احکام بطریق اولیٰ بدل جائیں گے۔ حدیث ”نیۃ المؤمن خیر من عملہ“ کی ایک توجیہ علما نے یہ کی ہے کہ نیت ایک ایسا فعل ہے کہ اس میں ریا کا احتمال نہیں۔ اس لیے یہ عمل سے بہتر ہے، کیوں کہ عمل میں ریا کا احتمال ہے اور ایک توجیہ اس کی امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھی ہے، وہ یہ کہ:

”عمل کا تعلق تو اعضا ظاہری سے ہے اور نیت کا تعلق باطن سے ہے، تو اس کی مثال ایسی ہے کہ اطباء جو مریضوں کو دوا دیتے ہیں ان میں بعض تو اوپر لیپ کرنے کی ہوتی ہیں اور بعض دوائیں پلانے کی ہوتی ہیں، تو ظاہر ہے جو دوا جسم کے اندر پہنچ کر اپنا اثر کرے گی، وہ زیادہ موثر ہوگی بہ نسبت اس دوا کے جو اوپر سے لیپ کے طور پر لگادی جائے، اس طرح نیت اور عمل کا حال ہے۔“

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

بقیہ: ہم واشنگٹن پر بھی اسلام کا جھنڈا اسی جہاد کے ذریعے لہرائیں گے!

اگر ہم اسی طرح جہاد سے پہلو تہی کرتے رہے اور خوابِ خرگوش سے بیدار نہ ہوئے تو یاد رکھنا یہ اہل مغرب اور اہل کفر ہمیں ایسے کچل ڈالیں گے اور ایسے ختم کر دیں گے کہ ہماری داستان تک افسانوں میں نہ ملے گی!

اٹھو! بزدلی کا کشکول توڑ دو، ایک ہی قوت بن کر میدان کارزار میں اتر کر اعلان کر دو!

نغمہ توحید کو کچھ اس انداز سے گاتے ہیں ہم

خرمن باطل پر گویا آگ برساتے ہیں ہم

رات کی تاریکیاں منزل پہ چھا سکتی نہیں

نور برساتے ہیں تارے جس طرف جاتے ہیں ہم

☆☆☆☆☆

اور تکلیف کا کوئی علاج نکالو! نہ کہ خود ہی امت کے مصائب میں اضافہ کے ذمہ دار بن کر اپنے اور امت کے لیے تباہی کے ذمہ دار بنو۔ اس راستے پر سوائے تباہی کے کچھ بھی نہیں ہے۔

امت صرف ان مصنوعی حد بندیوں کی وجہ سے مصائب کا شکار ہے یا پھر عدم نصرت کی وجہ سے... اور ان دونوں معاملات میں واضح نصوص ثابت کرتی ہیں کہ جغرافیائی حد بندی اس امت کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتی جب کہ عدم نصرت، اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے لیے کافی ہے... سو اپنے خادم کی عرض پر کان دھریں! آپ کے خدام آپ کی قیادت کے منتظر ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ آپ حضرات کی قیادت میں وہ فتح و نصرت حاصل کر سکتے ہیں۔

یاد رہے اللہ کا دین نہ ہمارا محتاج ہے نہ آپ کا! یہ بھی یاد رہے کہ اگر اس امت کو کسی بھی سطح پر کفر کو قبول کرنا پڑا تو آپ پکڑے جائیں گے اور اگر یہ امت مظلومانہ ماری گئی تب بھی آپ پکڑے جائیں گے اور اگر کوئی بھی اس دین کی نصرت کرنے والا نہ ہو تو اللہ یہ کام کسی کو مسلمان کر کے اس سے لے لیں گے!

یہود و نصاریٰ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ سو اس وقت سے ڈریں جب قدرت ہم سے مایوسی ظاہر کر کے کسی اور قوم کو اس کام کے لیے منتخب کر لے اور ہم ضریت علیہم الذلۃ والمسکنة کا مصداق بن جائیں۔ یہود کا جرم بھی یہی تھا کہ وہ اللہ کے دین کی نصرت کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے حالانکہ ان کے ہاں بھی بڑے بڑے علمائے، ان کے ہاں بھی مدارس آباد تھے، آج بھی ہیں لیکن کیا اس سے ان کی ذلت و مسکنت میں کسی کو شبہ پیدا ہوتا ہے؟ یقین کریں ہم بھی اسی جانب بڑھ رہے ہیں۔ ”خیر امت کا تاج اپنے سروں پر رکھنے والو! یہ تاج اتنا آسان نہیں ہے اور ریشہ الانبیاء کہلانے والو! انبیاء علیہم السلام کا ریشہ تو اللہ کا دین ہے! اسی میں ان کی زندگیاں لگیں اور اسی کام کو وہ وراثت میں چھوڑ کر گئے۔

آج سبق سیکھنے کا وقت ہے! سو سبق سیکھیں واپس پلٹیں ابھی دیر نہیں ہوئی ابھی اللہ کی رحمت منتظر ہے اور شاید کہ آپ کا پلٹنا ہی امت کے مصائب کا مداوا بن جائے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم

☆☆☆☆☆

حالیہ الیکشن میں امیدواروں نے اپنی انتخابی مہم میں چار کھرب روپے سے زائد اخراجات کیے۔ یاد رہے یہ صرف انتخابی مہم میں ہونے والے اخراجات ہیں۔ اس کے علاوہ جہانگیر ترین کی جانب سے کی جانے والی ”خرید و فروخت“ کی الگ داستانیں ہیں! جب کہ الیکشن کمیشن نے ۲۱ ارب روپے خرچ کر کے یہ انتخابات منعقد کروائے!

اگر مجموعی طور پر اس سارے عمل کو دیکھا جائے تو یہ بات مضحکہ خیز لگے گی کہ الیکشن کمیشن (یعنی عوام ہی) کا کاروبار روپیہ، پھر الیکشن کمپین میں سیاسی جماعتوں کی طرف سے کھریوں روپیہ کے اخراجات، آزاد امیدواروں کی خرید و فروخت کے بعد محض ایک کھ پتی حکومت ہی تو کھڑی کی جاتی ہے!

”امپورنڈ ملک ریاض“:

برطانیہ میں پراپرٹی بزنس کی ڈان سمجھی جانے والی شخصیت انیل مسرت جس کا مقابلہ کئی ملک ریاض مل کر نہیں کر سکتے عمران خان اور آرمی چیف جنرل باجوہ کے مشترکہ دوست کے طور پر جانا جاتا ہے۔ پی ٹی آئی کے روزگار کی فراہمی کے دعوے کی بنیاد ہاؤسنگ سکیموں کے منصوبے کو دیکھا جائے تو اس کا تعلق بھی انیل مسرت سے ہے کہ اسی نے عمران خان کو اس منصوبے پر عملدرآمد کا مشورہ دیا۔ اگر ہم مغربی جمہوری نظام خصوصاً امریکہ کو دیکھیں تو وہاں بھی ہمیں نظر آئے گا کہ پس پردہ قوتوں کی جانب سے جمہوری نظام کو کنٹرول کرنے اور اپنے مہرے سامنے لانے کے لیے بڑی کاروباری شخصیات کو کسی پارٹی کی مدد کرنے کا کہا جاتا ہے الیکشن جیتنے کے بعد یہ کاروباری شخصیات اپنی انویسٹمنٹ بمعہ نفع وصول کرتی ہیں۔ یہی کام اسٹیبلشمنٹ نے کیا کہ وہ کاروباری شخصیات کو عمران خان کی الیکشن مہم کو فنڈ کرنے کی ترغیب دلاتے رہے۔

مسلح انتہاپسندوں کو انتخابی سیاست میں لانے کی خطرناک پالیسی:

جرمنی کے اخبار ڈی ڈیلو نے ایک مضمون چھاپا جس کی ہیڈ لائن تھی ”مسلح انتہاپسندوں کو انتخابی سیاست میں لانے کی خطرناک پالیسی“ اشارہ دراصل پاکستان میں حافظ سعید کے صاحبزادے کو ٹکٹ ملنا اور مولانا سمیع الحق کی پارٹی کو الیکشن لڑنے کی اجازت ملنا تھا۔ یہاں ان صاحبان کی جمہوریت میں شرکت موضوع بحث نہیں لیکن مغرب کا دورخی معیار ملاحظہ فرمائیں۔ امریکہ میں بڑی بڑی اسلحہ ساز کمپنیاں جن کا اولین ہدف دنیا بھر میں

الیکشن ۲۰۱۸ء ملکی و غیر ملکی ذرائع ابلاغ اور ناقدین کی نظر سے:

الیکشن کمیشن آف پاکستان نے فوج کے جوانوں کو پولنگ سٹیشنز پر مجسٹریٹ درجہ اول کے اختیارات دیئے جس کے تحت فوجی جوان ووٹر کو گرفتار کر سکتے تھے، مقدمہ دائر کر سکتے تھے اور موقع پر سزا سناس کتے تھے۔ اس کے علاوہ اے ٹی سی ایکٹ کی دفعہ چار اور پانچ کے تحت انہیں اختیار حاصل تھا کہ وہ کسی بھی جگہ بغیر وارنٹ گھس کر گولی چلا سکیں۔ پاکستانی فوج کی جانب سے تین لاکھ ستر ہزار جوانوں کی تعیناتی کے ذریعے طاقت کا ایسا مظاہرہ پاکستانی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ فوجیوں کی تعیناتی کے سبب یہ الیکشن لاگت کے اعتبار سے پچھلے الیکشن سے تین گنا زیادہ مہنگا تھا۔

انتخابات کی حقیقت، بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی نظر میں:

بین الاقوامی ذرائع ابلاغ میں پاکستان کے اس الیکشن کے حوالے سے تضحیک آمیز خاکے شائع ہوئے جن میں عمران خان کی فحش کوا سٹیبلشمنٹ کا کارنامہ دکھایا گیا ہے کسی کارٹون میں جنرل صاحب عمران خان کو ڈائری پینا رہے ہیں تو کسی کارٹون میں عمران خان جنرل کی مٹھی میں بند ہے۔ گو کہ پاکستان میں اسٹیبلشمنٹ کے خلاف ایسے کارٹون چھاپنے کے لیے اخباری مالکان کو ہمت درکار ہوگی لہذا ڈھکے چھپے انداز میں سیاست دانوں کو ہی ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔

یورپین یونین کے مبصر کی جانب سے الیکشن کے متعلق گارڈین اخبار میں شائع ہونے والی رپورٹ میں کہا گیا کہ الیکشن سے قبل کے واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ تمام جماعتوں کو یکساں مواقع حاصل نہ تھے۔ نواز شریف کے تیس کے قریب امیدوار الیکشن مہم کے دوران ہی پارٹی چھوڑ گئے اور ایسا کرنے پر انہیں آئی ایس آئی کی جانب سے مجبور کیا گیا۔

سابق وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی کا بیان بھی اس ضمن میں بڑا واضح تھا کہ

”مجھے اور تمام وزرائے اعظم کو فوج لائی اور وہ انہیں واپس بھیج سکتے

ہیں۔“

بے تحاشہ انتخابی اخراجات:

الیکشنز میں جس بڑے پیمانے پر امیدواروں کی جانب سے اشتہارات اور جلسوں پر رقم خرچ کی گئی اس نے بھی سابقہ تمام ریکارڈ توڑ ڈالے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق

یہ تردد آخر اٹھاتے ہیں کیوں ہو؟

پھر یہ ساری چیزیں ایک طرف... لیکن اقتدار میں اسے ہی آنا ہے جس پر اسٹیبلشمنٹ راضی ہو تو پھر جھوٹ اور فریب پر مبنی اس سارے پراسیس کی ضرورت ہی کیا ہے اور اگر اسٹیبلشمنٹ کو مکمل اختیار ہی چاہیے اور وہ سیاستدانوں کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے کہ وہ حکومت سنبھال سکیں تو مارشل کیوں نہیں لگاتی۔

اس کا جواب بھی سادہ ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ مغربی دنیا جو آمریت کی حمایت نہیں کرتی آمرانہ نظام میں شاید ویسی مالی امداد نہیں کرے گی جیسی جمہوری نظام میں کرتی ہے اس لیے کنٹرولڈ جمہوریت کو استعمال میں لایا گیا ہے کٹھ پتلی سیاستدانوں کو باری باری سامنے لایا جاتا ہے تاکہ عوام اپنی محرومیوں، تکلیفوں پریشانیوں کی وجہ سیاستدانوں کو ہی سمجھیں اور انہی کو گالیاں دے کر جی ٹھنڈا کریں اور یہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر ملکی معاملات کا کل اختیار اپنے پاس رکھیں اور مرضی کے مطابق ہی چلوائیں۔

جہاں کہیں سیاست دانوں سے تعلق مرہ نہ دے، یا مطابقت نہ رہے یا ان کی فرماں برداری میں کمی آجائے تو اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہو گا جو نواز شریف کے ساتھ ہوا۔ اور یہ آئیڈیل صورت حال تبھی حاصل ہو سکتی ہے جب اس کھیل میں شامل ساری کٹھ پتلیاں کرپٹ ہوں، ان کا کردار داغ دار اور ماضی تاریک ہو تاکہ انہیں وقتاً فوقتاً بلیک میل کیا جاسکے۔

☆☆☆☆☆

ایک مومن کا نظریہ اور عقیدہ ہی اس کی قومیت قرار پایا۔ اور عقیدہ ہی اس کا وطن بنا۔ عقیدہ ہی اس کا خاندان قرار پایا، ایک مومن بھائی کا درجہ سگے بھائی سے بلند اور مضبوط ہو گیا۔ انسانیت کا مستحکم اجتماع اور اکٹھے ہمیشہ عقیدے ہی کی بنیاد پر ہوا۔ انسانیت کبھی بھی حیوانات کی طرح باڑے، چراگاہ، چارے اور ریوڑ کی بنیاد پر جمع نہ ہوئی۔ ذرا دیکھیے تو سہی مومن کا نسب کس قدر بلند ہے۔ اس کا شجرہ نسب تاریخ انسانی میں دور دور تک جا پہنچا ہے۔ وہ ایسے معزز خاندان کا فرد ہے جس کی قیادت اونچے درجے کے معزز افراد کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بالآخر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ان هذه امة واحدة وانا ربکم فاعبدون

سید قطب شہید رحمہ اللہ

جنگیں برپا کرنا ہوتا ہے وہ الیکشن پر اثر انداز ہوتی ہیں ایسے امیدواروں کے لیے فنڈنگ کرتی ہیں جو جنگ کے حامی ہوں۔ ان کے متعلق یہ مغربی دانشور اندھے ہو جاتے ہیں۔ مہاجرین کے سیلاب سے یہ جس قدر خوف زدہ ہیں اور انہیں روکنے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں انہی کی برپا کردہ جنگوں کے سبب بے گھر ہوئے ہیں۔

اہل مذہب کی انتخابی معرکہ آرائیاں:

الیکشن میں مذہبی جماعتوں کی جانب سے جو تگ و دو کی گئی وہ بھی غور طلب ہے۔ الیکشن سے کچھ عرصہ قبل ایک جماعت کی جانب سے خواب سنانے کا سلسلہ شروع کیا گیا کہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جماعت کو حق بتلا کر اس کا ساتھ دینے کا کہہ رہے ہیں۔ کوئی کہتا رہا ووٹ کی پرچی تلوار ہے اس کے ذریعے باطل قوتوں کا خاتمہ کر دیں۔ پہلے جنگیں تلوار سے لڑی جاتی تھیں اب ووٹ سے لڑی جاتی ہیں۔ ووٹ کے بدلے جنت کی یقین دہانیاں کروائی گئیں۔

ایک مذہبی سیاسی اتحاد کا رہنما علی الاعلان اپنی شکست کو اسلام کی شکست سے تعبیر کرتا رہا۔ ایک مذہبی جماعت جو بلوچستان میں خالصتاً ایجنسیوں کی تخلیق کردہ باپ پارٹی (بلوچستان عوامی پارٹی) کی حمایت کر رہی تھی اس کا کارکن اپنی جماعت کے ساتھیوں کو باپ پارٹی کی حمایت میں ووٹ ڈالنے کے ترغیب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسا آپ نے مسلمانوں کی مدد بدر کے میدان میں فرشتے اتار کر کی ویسی ہی مدد الیکشن میں فرشتے اتار کر اس باپ پارٹی کے امیدوار کی کر دیں کہ اس کی جیت سے ہمارا بھرم رہ جائے (کہ ہم نے اس کی حمایت کا اعلان کیا ہوا ہے)۔ مذہبی جماعتوں کی طرف سے الیکشن مہم کی تیار کردہ ویڈیوز میں میوزک کا استعمال بھی کیا گیا اور اداکاروں کی مدد بھی لی گئی۔

یہاں ہم مذہبی جماعتوں کے اس طرز عمل کا موازنہ جبران ناصر جیسے شخص سے کریں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے ووٹ بنک کو اپنے دو ٹوک موقف کی بنیاد پر نقصان پہنچا کر پھر بھی اپنے موقف پر ڈٹا تھا لیکن اسلامی جماعتوں کے رہنماؤں کی جانب سے اس الیکشن میں مختلف ایشوز پر دو ٹوک موقف کی بجائے مبہم بیانیہ تھا۔ یعنی وہ لادین ہو کر اپنے نظریاتی اساس سے چمٹا ہوا ہے اور یہاں دین دار طبقے نے ووٹ کے حصول کے لیے ہر شرعی ضابطے اور ہر دینی تقاضے کو روند دیا!

پاکستان کو کس نظام کی ضرورت ہے؟

مولوی محمد فیض بونیری

یا ظاہر اُدنیا میں تو نہیں لیکن آخرت میں ہلاکت یقینی ہے۔ (اور اللہ تعالیٰ کے اس کتاب یعنی قرآن میں درج قواعد و ضوابط مسلمانوں کے ہاں 'شریعت' کے نام سے موسوم ہیں) خالق کائنات کے بنائے ہوئے نظام کی موجودگی میں کسی مخلوق کا بنایا ہوا ناقص نظام (جمہوریت) اپنا کر نافذ کرنا پرلے درجے کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے نظام (شریعت) پر کسی بھی نظام کو ترجیح دینا نہ صرف یہ کہ صریح کفر ہے، بلکہ عذابِ خداوندی کو دعوت دینا ہے، اور یہ آئے دن مختلف قسم کے مصائب مثلاً سیلاب، زلزلے، بد آمدنی، بجلی کی لوڈ شیڈنگ اور مہنگائی وغیرہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہے، ورنہ قدرتی وسائل سے مالا مال ایک ایسی طاقت اتنے جُحراؤں میں گھرا ہوا ہونا اسی بات کی غمازی کرتا ہے کہ مسلمانوں کے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ کا عذاب اس پر مسلط ہے۔ اور سب سے بڑھ کر گناہ بلکہ کفر اللہ تعالیٰ کے قانون (شریعت) کو پس پشت ڈال کر اُس کی جگہ غیر اللہ کا قانون (جمہوریت) نافذ کرنا ہے، اور پھر اپنے کفر سے توبہ کر کے اپنے کیے پر نادم ہونے کے بجائے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ شریعت چاہنے والوں کی بیخ کنی کے لیے پوری حکومت کا متفق ہونا اور اس کے خلاف کسی کی آواز تک نہ اٹھانا۔

رہی دوسری بات کہ ملک کے نظام پر عمل درآمد کتنا ہوتا ہے؟ اور نظام نافذ کرنے والے کس قسم کے لوگ ہیں؟ یہ تو سب جانتے ہیں کہ کسی بھی نظام کو نافذ کرنے کے لیے مضبوط اعصاب والے افراد کی ضرورت ہوتی ہے، یہ نہ ہو کہ صرف ایک فون کال پر اپنی سابقہ پالیسی پر نہ صرف پوٹن لے، بلکہ ”مدعی سست، گواہ چست“ کا مصداق بنتے ہوئے آرڈر دیے بغیر بھی کاسہ لیس کا کوئی دقیقہ ہاتھ سے جانے نہ دے، اور معاملہ یہاں تک پہنچے کہ اُن کے کتے کے بھونکنے پر بھی یس سر (yes sir, yes sir, yes sir) کی گردان لگائے، ایک کال پر جیتی ہوئی جنگ (کارگل) دشمن کی جھولی میں ڈال دے، اپنے شہریوں کے قاتل (ریمنڈ ڈیوس) کو اقتدار کو طول دینے کی خاطر باعزت رہائی دے، اُمتِ مسلمہ کے محسنین (مجاہدین) کو چند ڈالر کے عوض فروخت کرے... تو ایسے لوگوں سے سوائے ذلت کے اور کس چیز کی توقع رکھی جاسکتی ہے؟

اس لیے میں کہتا ہوں کہ شیر دل صفت افراد ہی نظام کو من و عن نافذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور ایسے افراد موجود دھرتی پر صرف اور صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے مختصر سے عرصے میں دو سپر پاور ملکوں اور ان کے اتحادیوں کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کرنے اور ایک ایسی طاقت رکھنے والے ملک کو ناکوں چنے چبانے پر مجبور کیا۔

لہذا ملک کے تمام غیور عوام بالخصوص اسلام سے محبت رکھنے والے افراد سے گزارش ہے کہ وہ اُن لوگوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں جنہوں نے عزمِ مصمم کر رکھا ہے کہ وہ اس طاعونی نظام [جمہوریت] کے بُت کو توڑ کر نظامِ مصطفیٰ نافذ کر کے ہی دم لیں گے۔ ان شاء اللہ

کسی بھی ملک میں اہم ترین چیز اُس ملک کا نظام ہوتا ہے، کہ وہ نظام وہاں رہنے والے انسانوں کے مال، جان اور عزت کا کتنا محافظ ہے؟ یعنی اگر وہ نظام نافذ ہو جائے تو اس میں انسانوں کا مال کتنا محفوظ ہو گا، اُن کی جان کی کتنی قدر و قیمت ہوگی اور اُن کی عزت و آبرو کی حفاظت کس قدر ہوگی۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس نظام پر عمل درآمد کتنا ہوتا ہے؟ اور نظام نافذ کرنے والے کس قسم کے لوگ ہیں؟ یہ نہیں کہ صرف نظام ہو اور اس پر عمل کرانے والے (یعنی حکمران طبقہ) اس پر عمل کرانے میں مخلص نہ ہوں، بلکہ وہ خود اس نظام کو ذہنی طور پر تسلیم نہ کرتے ہوں یا کسی کے دباؤ میں آکر نافذ نہ کر سکتے ہوں یا خود مجرمانہ افعال میں ملوث ہونے کی وجہ سے اُسے نافذ العمل ہونے نہ دیتے ہوں۔

چنانچہ جب ہم دنیا میں موجود تمام نظاموں کا تقابل اور موازنہ کرتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ کسی بھی ملک میں اُس کے باشندوں کے مال، جان اور آبرو کی حفاظت کے لیے دنیا میں موجود تمام نظاموں میں سب سے بہتر نظام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود بنایا، جو ہر دور میں انسان کے لیے نہ صرف یہ کہ قابلِ عمل ہے، بلکہ ایک مہذب معاشرہ کو تشکیل دینے کا سو فیصد ضامن ہے، چونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ ہی انسان کی طبعی خصلت سے پوری طرح آگاہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کے آپس میں رہن سہن، آپس میں معاملہ کرنے اور بد معاملہ گی کی صورت میں ایک مناسب قانون بنانے کا زیادہ لائق ہے۔

اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ عام مشاہدہ ہے کہ دنیا میں کسی بھی نئی ایجاد کا ظاہری موجد اپنی ایجاد کردہ چیز کے استعمال کے لیے کچھ اصول و ضوابط بناتا ہے، اور غلط کارکردگی کی صورت میں اس کی درستگی کا طریقہ متعین کرتا ہے، پھر اُن اصول کو ایک کتابچہ کی شکل میں ہر پیس کے ساتھ منسلک کر کے آگے فروخت کرتا ہے، تاکہ اس کے استعمال کرنے یا اس کی خرابی کی صورت میں ٹھیک کرنے اور خصوصاً اُس کے ضرر سے بچنے میں وہ اصول کارآمد ہوں۔ اب کوئی شخص اُن اصول سے ہٹ کر اپنی سمجھ کے مطابق اُسے استعمال کرتا ہے تو ممکن ہے ٹھیک چلے، لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اپنی سمجھ کے مطابق چلانا یا تو خود اُس چیز کی یا استعمال کرنے والے کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔

ٹھیک اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کے درست چلنے کے اصول اور بد چلنی کی صورت میں درستگی کا طریقہ اور اس کے ضرر سے بچنے کے لیے کچھ ضوابط مقرر فرمائے ہیں، تاکہ تمام مخلوق خصوصاً انسانوں کی جان، مال، عزت، دین اور حقوق کی حفاظت ہو، اور ان اصول و ضوابط کو ایک کتاب (قرآن کریم) کی شکل میں انسانوں کو عطا کیا کہ ان پر عمل کرنا، ورنہ بصورتِ دیگر تمہاری ہلاکت ہے۔ یا تو دنیا و آخرت دونوں میں،

عابد شہزاد نے لکھا:

ہم نے کہا تھا کہ یہ مرزائیت زدہ فوج آپ کو مجبور کر دے گی غازی کا ”طریقہ کار“ استعمال کرنے پر۔ آپ ابھی تک ”پرامن جدوجہد“ کی بات کر رہے ہیں، شوق سے کیجیے۔ ہم پھر دہراتے ہیں کہ غازی کا مطالبہ بھی ٹھیک تھا اور طریقہ کار بھی ٹھیک تھا۔ آپ پورا زور لگا دیجیے نہ ماننے کیلئے، لیکن جس رب کیلئے غازی نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، اس رب کو بات منوانا آتا ہے۔

یہ وقت بتائے گا کہ جان پر کھیل جانے والے حق پر تھے یا جان بچانے والے۔ تمہاری عقل و فہم تمہاری ہی ذلتوں کا سبب بنے گی
مراجنوں پھر مراجنوں ہے، مراجنوں کا میاب ہو گا

وقت ثابت کر رہا ہے کہ اگر غازی عبدالرشید اور حکیم اللہ محسود جیسے لوگ نہ ہوں تو عوام تو عوام خواص بھی غلامی، پاشیت، بستی اور ذلت در ذلت کی طرف لڑھکتے ہی جاتے ہیں، اور انہیں احساس تک نہیں ہو پاتا کہ وہ کہا جا رہے ہیں۔ انقلاب ستر سالوں سے پرامن جدوجہد کے ذریعے نہیں آسکا تو آگے بھی محال نظر آ رہا ہے۔ غازی نے جو راہ دکھائی ہے، بالآخر انقلاب کا وہی راستہ اختیار کیا جائے گا۔ غازی نے ابتدا کر دی ہے، انتہا باقی ہے۔ جب بھی کبھی انقلاب آئے گا تو لوگ پکار اٹھیں گے کہ غازی کی بات بھی ٹھیک تھی، طریقہ کار بھی ٹھیک تھا۔ یہ بات لکھ کر رکھ لیں!

تم طاغوت کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر ذلیل ہوئے، طالبان طاغوت سے ٹکرا کر سرخرو ہوئے۔

و تعز من تشاء و تذلل من تشاء

تم نوے ہزار بھی ہتھیار ڈال دیتے ہو، طالبان مٹھی بھر بھی ہوں تو پوری دنیا سے ٹکرا جاتے ہیں۔

و تعز من تشاء و تذلل من تشاء

تم ایٹمی طاقت ہو کر بھی کفار کا کچھ نہ بگاڑ سکے، ٹوٹی چپلوں والے طالبان نے پرانے ہتھیاروں کے ساتھ بھی، امریکی فوجیوں کے پیچھے بھر دیے۔

و تعز من تشاء و تذلل من تشاء

طالبان نے جہاد کے ذریعے وہ عزت پائی کہ اپنے تو اپنے غیر بھی انہیں ہلکا دکھانے میں ناکام ہیں، جبکہ تم بقلم خود ”نمبرون“ کہلوانے کے باوجود اپنے ابو آقا ٹمپ سے بھی عزت نہیں پا رہے، اور یہاں کے بلڈی سولیلین نے تو ویسے ہی تمہاری عزت کا فالودہ بنا کر رکھا ہوا ہے۔

و تعز من تشاء و تذلل من تشاء

وقت ثابت کر رہا ہے کہ پہاڑوں اور غاروں میں رہ کر جہاد کا راستہ اختیار کرنے والے عزت والی مختصر سی زندگی جیتے ہیں، جب کہ جمہوریت کا راستہ اختیار کرنے والے ستر سالوں سے ذلت کی زندگی جی رہے ہیں۔ ابھی بھی وقت ہے خود کو مزید دھوکے میں مت رکھیے، لوگوں کو مزید گمراہ مت کیجیے۔ جزاک اللہ۔

یوسف ابوالخیر نے لکھا:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پندرہویں قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا تو ایک دم سے ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کا مشہور اور موثر ٹیکچر یاد آیا جس میں انہوں نے وطن پرستی اور شرک سے متعلق پرمغز مدلل گفتگو کی ہے۔

اجلاس کا باقاعدہ آغاز خالق کائنات کے بابرکت نام اور کلام سے کرنے کے بجائے قومی ترانے سے کیا گیا جس کے احترام میں اسمبلی ہال میں موجود ہر خاص و عام کو کھڑا ہونا پڑا۔ ترانہ ختم ہوتے ہی سارے اراکین آرام سے اپنی اپنی نشستوں پر تشریف فرما ہو چکے، اس کے بعد تلاوت اور نعت کی رسم پوری کی گئی۔ واضح طور پر سمجھ آ رہا تھا کہ تلاوت کلام پاک و نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور قومی ترانے میں سے کس کی کتنی اہمیت اور احترام ہے۔ اگر اسمبلی ہال میں قومی پرچم لہرایا جاتا تو یقیناً سارے اراکین کو اس کے آگے بھی سر جھکانا پڑتا۔ کیوں کہ یہ نہ صرف وطن پرستی کا تقاضہ، بلکہ جمہوریت کا حسن بھی ہے ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

جو پیر بن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

مہتاب عزیز نے لکھا:

یہ مذہبی لوگ کتنے اچھے محب الوطن ہیں۔ انہیں حکم ملا جہاد شروع کر دو۔ نہیں پوچھا کہ جو اس کام کی تنخواہ وصول کرتے ہیں وہ کیوں نہیں کرتے، بلکہ بنگال، افغانستان اور کشمیر میں لاکھوں بچے قربان کر دیے۔

پھر حکم ہوا سولین جہاد کی نفی کرنا ہے۔ سوال نہیں کیا کہ شروع ہی کیوں کیا تھا، بلکہ تکفیری، خارجی کے فتوے سے لے کر پیغام پاکستان تک سب کچھ کر ڈالا۔

اب حکم ہوا ہے، نغے بناو، بولنے والوں کو گالیاں دو۔ انہوں نے بالکل نہیں کہا، کہ ایک ہمارا کام نہیں دوسرا ہمارے شایان نہیں۔ بلکہ پوری تندہی سے شروع ہو گئے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی حاکم انہیں "آٹھواں کئی" ہی سمجھتے ہیں۔ کام بھی لیتے ہیں جھڑکیں بھی ملتی ہیں، غلطی ہو جائے تو زمین پر لٹا کر لٹروپلا بھی کر دیتے ہیں۔ یہ کپڑے جھاڑ کر کھڑے ہوتے ہی مسکراتے ہوئے ہاتھ سینے پر باندھ کر کہتے ہیں: جی سرجی، کوئی اور حکم ہمارے لائق!

سکندر خان نے لکھا:

پاکستان میں جو نشہ دور دور میں جھنگ کی طرح بکا ہے وہ "اسلامی وطنیت" ہے۔ وطنیت کی جھنگ کو اسلام کے ساتھ کچھ اس طرح ملا کے بچا گیا ہے کہ تین نسلیں اسے پی کے ٹھنڈی پڑی رہی ہیں۔ ہمارے یہاں ایک عامی ذہن وطن پرستی کو گویا اسلام کا کوئی اعلیٰ نظریہ سمجھتا ہے، اس حقیقت سے بالکل بے خبر کے وطنیت اسلام تو کیا سیکولر ازم کی نظر میں بھی ایک گھٹیا نوعیت کا حامل تصور ریاست ہے، جس کے مقاصد شدید پست نوعیت کے ہیں۔ یہ گندی برین واشنگ اس پروپگنڈہ کا نتیجہ ہے جس کے بغیر ملک پر قابض طبقہ اپنی حکمرانی برقرار نہیں رکھ سکتا۔

یہاں غلیظ ترین وطنیت کی ہر علامت پر اس طرح اسلام کا موم جامہ کیا گیا ہے کہ وہ نہ ڈرون میں مرنے والے معصوموں کے لہو سے اترتا ہے اور نہ گمشدہ افراد کے اہل عیال کی آہ و بکا سے۔ یہاں وطنیت سے وابستہ ہر قبیح جرم اسلام کے نام پر بکتا رہا ہے اور "اسلامی وطنیت" کے نشے میں مدہوش اکثریت ان جرائم کا ہمیشہ دفع کرتی آئی ہے۔

اسلامی فوج، اسلامی جھنڈا، اسلامی ترانہ، اسلامی سپہ سالار، اسلامی جمہوریت، غرض کہ اسلام کے نام پر بننے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے علاوہ سب کچھ اسلامی ہے۔

لیکن جہاں اسلامی نظام کا تقاضہ کر دیا جائے وہاں وطنیت کی صد ہزار مجبوریاں متضادم آ کھڑی ہوتی ہیں اور بظاہر ایک عام اسلام پسند پاکستانی (جو اصل میں وطنیت میں سر تک ڈوبا ہوتا ہے) حیلے تراشنے لگتا ہے۔

محمد طلال نے لکھا:

مسلمانوں کا فخر انگوٹھوں پہ لگے سیاہی کے نشان نہیں تلواروں پہ لگے خون کے نشان ہوتے ہیں!

جمہوریت پسند الیکشن کے راستے جمہوریت کا نفاذ نہیں کر پائے یہ اس راستے سے اسلام لائیں گے!

جو قوم شریعت کی بحالی کے لیے دو تہائی اکثریت کی منتظر ستر سالوں سے ہے، تو سوچیں روزِ محشر اس کی شفاعت کا انتظار کتنا تکلیف دہ اور تباہ کن ہو گا!!! اعاذنا اللہ من ذالک

فاروق الخطاب نے لکھا:

مفتی صاحب! دین قائم نہیں ہے، بندے جبری طور پر اٹھائے جا رہے ہیں، کچھ تو بولیں!

مفتی صاحب: چل چھوڑا، آج تجھے کالی مریج کے فائدے بتاؤں

دوست بارش کے کھڑے پانی میں کانٹا ڈال کر مچھلی کا انتظار کر رہا تھا، میں پاس گیا اور پوچھا "اوبھائی! یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ بولا: "نظر آ رہا ہے یا نہیں مچھلی پکڑ رہا ہوں"

میں نے کہا: "پاگل ہو گیا ہے کیا؟"

وہ بولا: "اس میں پاگلوں والی کیا بات ہے؟"

میں غصے میں بولا: "اس جوڑ میں تجھے مچھلی کہاں سے ملے گی؟"

وہ بڑے اطمینان سے بولا: "کیوں نہیں ملے گی، میرا کام کانٹا ڈال کر انتظار کرنا ہے، مچھلی نا پھنسی تو اس میں میرا کیا قصور، میں تو اپنی محنت کر رہا ہوں نا!"

میں نے کہا: "بھائی، کانٹا ڈال کر انتظار کرنا ہے تو کسی دریا میں جا کر ڈالو جہاں پر مچھلیاں ہوتی ہیں، یہاں مچھلی ہی نہیں ہے تو کیسے پھنسنے گی؟"

وہ بولا: "یار دریا بہت دور ہے، میرے پاس جانے کے لیے گاڑی بھی نہیں ہے، اور نا ہی کوئی میرے ساتھ چلنے کو تیار ہے، جب تک کوئی گاڑی نہیں مل جاتی اور کوئی ساتھ چلنے کو تیار نہیں ہوتا میں تو اسی جوڑ میں کانٹا ڈال کر مچھلی کا انتظار کروں گا"

یہ سننا تھا کہ میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا

نوٹ: تحریر میں جو ہڑکی جمہوریت، مچھلی کی اسلامی نظام، دریا کی خلافت، دوست سے علما کی مماثلت محض اتفاقیہ ہے! میں پہلے ہی بتا رہا ہوں!

محمد سعد نے لکھا:

اس ملک میں "آزادی" کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی میڈیا پر سچ بول دے تو گھر والے مصلے بچھا کر اس کی حفاظت کی دعائیں مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور رشتہ دار کہتے پائے جاتے ہیں کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ لاپتا ہو جاؤ گے۔

ابراہیم پاشا نے لکھا:

ضرور کچھ کیا ہو گا! ہمیں کیوں کچھ نہیں کہتے!

مکہ کے گلیوں و بازاروں میں چند ہی تھے جنہوں نے کچھ کیا تھا جسکی وجہ سے انہیں زمین پر دھکتے ہوئے انگارے ڈال کر انکو اس پر لٹایا جاتا تھا السابقون الاولون کو لیکن اس وقت بھی اور بعد میں بھی ہم جیسے تھے اور ہیں جنہیں یہ کچھ نہیں کہتے تھے جو ایمان تو رکھتے ہیں لیکن ظالموں سے نکرانے کی ہمت نہیں رکھتے۔

نوٹ: یہ پوسٹ ان کی بابت ہے جو خالص اللہ کی رضا کے خاطر گوانتا ناموبے سے لے کر ہر زندان میں بند رہے جن کی لاشیں جعلی پولیس مقابلہ میں سڑکوں پر ملیں لیکن اس کے باوجود شریعت کے پابند ہیں ار جاو غلو سے پاک ہیں اور اقامت دین کا کام کر رہے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَيَنْتَفِئْهُ مِنْهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ
(المائدہ: ۵۱)

”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔
بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

افواجِ پاکستان نے اپنے مکروہ افعال سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام دشمنی میں یہود و نصاریٰ اور یہ ایک ہی ہیں۔

جانی خیل میں ہونے والا واقعہ اپنی نوعیت کا کوئی پہلا واقعہ توہر گز نہیں ہے۔ طاغوتی فوج کے ہاتھوں ایسے سیکڑوں واقعات سرزد ہو چکے ہیں۔ وانا آپریشن کے نام پر وہاں کے مسلمانوں کو بے گھر کیا گیا۔ ان کی املاک کو بلے میں تبدیل کر دیا۔ مساجد و مدارس پر گولیاں اور بم برسائے۔ اس سب پر دجالی میڈیا کی خاموشی تو بیتی ہے مگر عوام اور عوام کے ”رہ نماؤں“ کی جانب سے بھی کوئی مثبت کردار سامنے نہیں آ سکا ہے۔ عین اس وقت جب جانی خیل میں گھروں کو جلایا جا رہا تھا اور قرآن پاک شہید ہو رہے تھے، کچھ جمہوری علما، جمہوریت اور ووٹ کے تقدس پر کانفرنس بلارہے تھے۔ عوام کی حالت تو قابلِ رحم ہے کہ یہ سچ اسی کو مانتی ہے جو میڈیا پر نشر ہو اور حق اس کے نزدیک وہی ہے جو ان کے جمہوری لیڈران ان کو بتائیں۔

عوام کو یہ جان لینا چاہیے کہ افواجِ پاکستان کی تعلیم و تربیت اور اغراض و مقاصد کی ہدایات مغرب سے ملتی ہیں اور اس کی پختگی کے لیے افواجِ پاکستان کو یہود و نصاریٰ اور ہندو کی زیر قیادت ٹریننگ اور مشقیں بھی کرائی جاتی ہیں۔ موجودہ آرمی چیف قمر جاوید باجوہ اقوام متحدہ کے تحت ہونے والی مشقوں میں بدنام زمانہ بھارتی جہاز بکرم سنگھ کے ماتحت کام کر چکا ہے۔ ایسے بے ایمان اور ظالم لوگوں کی حمایت سے اللہ پاک ہمیں بچائے، ان کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور ہماری طرف سے ان کے لیے کافی ہو جائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

انگریزوں کی سرپرستی میں قائم ہونے اور تربیت میں پانے والے فوجی ادارے کی بد معاشیاں روزِ اول ہی سے جاری ہیں۔ عوامی ٹیکسوں پر پلنے والی اور ۷۰ فی صد بجٹ ہڑپنے والی فوج نے ملک اور اس کی عوام کو پر غمال بنایا ہوا ہے۔

صلیبیوں کی اتحادی افواجِ پاکستان کی حالیہ بربریت کا واقعہ بنوں جانی خیل کے گاؤں نصری خیل میں یکم اگست کو پیش آیا۔ ایک شخص کے لیے کیے جانے والے سرچ آپریشن کے دوران میں فوجی اہل کار گھروں میں گھسے اور فائرنگ کی۔ مطلوبہ شخص کی پوچھ گچھ کے لیے بوڑھے آدمی اور عورتوں پر تشدد کیا گیا۔ سفید ریش بزرگ نے متعلقہ شخص کی لاعلمی اور لاتعلقی کا اظہار بھی کیا لیکن فوجی اہل کاروں نے دو گھروں کو آگ لگا کر جلا ڈالا۔ گھر والوں نے اندر جا کر قرآن پاک اٹھانے چاہے کہ جل جائیں گے، مگر فوجی افسر نے کہا:

”سب کچھ جلانے کا حکم ملا ہے۔“

لوگوں کا گھر اور سارا سامان جل گیا اور ساتھ میں قرآن پاک بھی شہید ہوئے۔ ایک گھر میں ایک بیوہ رہتی تھی جو چار بچوں کی ماں ہے اور سلائی کر کے خود کا اور بچوں کا پیٹ پالتی تھی۔ اس کا کمرہ، سلائی مشین اور سارا سامان جلا دیا گیا۔ فوجی اہل کار دوسرے دن پھر آئے اور بوڑھے شخص کی تذلیل کی خاطر اسے صبح سے لے کر شام تک بیچ راستے میں بٹھائے رکھا اور اس کا شناختی کارڈ بھی ضبط کر لیا۔

افواجِ پاکستان سے اسلام اور مسلمانوں کو کبھی کوئی خدمت تو پہلے بھی میسر نہیں آئی تھی۔ لیکن جب سے یہ فوج اسلام کے خلاف جنگ میں صلیبیوں کی اتحادی بنی ہے، تب سے اس کی تعلیم اور تربیت میں واضح تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ اس ادارے کی تعلیم یہ ہے کہ کفار سے امن رکھنا ہے اور تربیت یہ ہے کہ مسلمانوں کو ظلم اور بربریت کا نشانہ بنانا ہے۔ اپنی اس تعلیم اور تربیت میں یہ اس قدر شدید ہیں کہ مسلمان کی چار دیواری کا تقدس، عورت کی عزت اور قرآن کی حرمت کا لحاظ بھی نہیں رکھتے۔ کفار کے لیے ان کے پاس ”امن کی آشا“ ہے لیکن مجال ہے کہ شریعت چاہنے والا مسلمان ان فوجیوں کی ”عقابی“ آنکھ سے بچ سکے!

صلیبیوں سے افواجِ پاکستان کا اتحاد اس قدر گہرا اور مضبوط ہو چکا ہے کہ دونوں کی اسلام دشمنی میں فرق نہیں رہا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

واضح رہے کہ فوج میں ان غلیظ اور پلید عناصر کی موجودگی سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اسکے باوجود ایسی فوج کو علمائے دربار و سرکار کی جانب سے اسلام سے وفاداری کا سرٹیفکیٹ دینا اور ان کی جانب سے ایسی غلیظ حرکتوں کا دفع کرنا اور ان کے خلاف بولنے والوں کو ملک دشمن و وطن کے غدار قرار دینا۔ اور پھر فوج کا ہر اس فرد کو اغوا کرنا جو ان کے ظلم پر آواز بلند کرے۔ وطن عزیز میں بسنے والے ہر ذی شعور مسلمان کے لیے باعث عبرت بھی ہے اور باعث نصیحت بھی۔

کون نہیں جانتا کہ لال مسجد و جامعہ حفصہ، ڈمہ ڈولا مدرسہ باجوڑ سمیت یہ تازہ واقعہ ان چند واقعات میں سے ایک ہے جو میڈیا کی زینت بن گئے ورنہ ایسے ہزاروں واقعات ہیں، جن میں امریکی خوش نودی کے لیے بنام امن، آپریشن در آپریشن میں ان ظالموں نے ہزاروں مساجد و مدارس مسما کیے ہیں۔

کیا یہ سب واقعات ثابت نہیں کرتے کہ یہ بدبخت ٹولہ ہمارا محافظ نہیں بلکہ اپنے امریکی آقاؤں کی طرف سے ہم پر مسلط وہ درندے ہیں، جو موقع بہ موقع ہمیں بھنبھوڑنے سے ذرا نہیں ہچکچاتے۔ انہیں ہماری خود مختاری، ہماری عزت، ہماری دینی غیرت حتیٰ کہ ہماری جان تک کوئی پرواہ نہیں! یہ کفار ہی کے کارندے ہیں اور کفر کی خدمت ہی ان کا مقصدِ زندگی ہے!

خدا را اپنی آخرت اور اپنے ایمان کو اس بدبخت ٹولے کی محبت پر قربان مت کیجیے! اگر اب بھی کوئی اس فوج سے اندھی محبت کا دم بھرتا ہے تو جان لیجیے کہ وہ اللہ کے غضب کو دعوت دے رہا ہے! ایسی ہی اندھی محبت اور حمایت کا نتیجہ ہے کہ آج یہ بدبخت ٹولہ کھلم کھلا شعائر اسلام کو پیروں تلے روند رہا ہے۔ اگر ان کے ظلم کیخلاف بول نہیں سکتے تو کم از کم ان کے رزائل افعال و اعمال کا دفاع مت کیجیے!

اے میرے پاکستانی بھائیو! آپ کے حقیقی محافظ وہ سرفروش ہیں جو اللہ کے دین پر مر مٹنے کی قسمیں کھا چکے ہیں۔ وہ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر شہادت فی سبیل اللہ کے متلاشی ہیں اور دنیا بھر کے کفار و مرتدین اور منافقین کو غضب ناک کیے ہوئے ہیں۔ لہذا اس مردود ملعون فوج کی اندھی محبت کی پٹیاں آنکھوں سے اتاریے اور اپنے حقیقی محسنوں کو پہچانئے!

☆☆☆☆☆

یکم اگست ۲۰۱۸ء کو ایف آر بنوں میں جانی خیل کے گاؤں نصری خیل میں پاکستانی فوجی، میر قدم خان اور ماراضی خان نامی دو اشخاص کے گھروں میں چادر چادر دیواری کا تقدس پامال کرتے ہوئے گھسے۔ عورتوں بچوں کی تمیز کیے بغیر مکینوں کو بدترین تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد گھر سے بے دخل کیا اور پھر ہمیشہ کی طرح اسلام اور مسلمین دشمنی کے ہاتھوں مجبور اس خبیث فوج نے، کفر و ارتداد کی تمام حدیں پھیلا گئیں ہوئے پہلے گھر کو ساز و سامان سمیت بارودی مواد میں شامل کر کے آگ لگائی اور پھر گھر کا بیشتر حصہ مسمار کر ڈالا۔ گھر کے سوختہ ساز و سامان میں بہت سارے قرآن پاک اور چار بچوں کی بیوہ ماں کا واحد ذریعہ معاش یعنی سلائی کڑھائی کا سامان اور مشین بھی شامل تھی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ہائے افسوس کہ فرانس، ڈنمارک، امریکہ اور برطانیہ جیسے ملکوں میں کافر اقوام کے ہاتھوں ہونے والی گستاخیوں پر ماتم کیا جائے یا اپنے ہی ملک میں اپنے ہی نام نہاد محافظوں کے ہاتھوں ہونے والی قرآن مجید اور شعائر اسلام کی بے حرمتی پر رویا جائے۔

اے اللہ! ہم اپنی بے بسی کی فریاد تیرے ہی سامنے کرتے ہیں! بہر حال گھر کے سربراہ سے جب پوچھا گیا کہ اس واقعہ کا سبب کیا بنا؟ تو ان سفید ریش بزرگوار کا کہنا تھا: ”یہ ہمارے ایک لڑکے کی گرفتاری چاہتے تھے۔ جو ایک لمبے عرصے سے گھر سے غائب ہے۔“ بلکہ ان بزرگوں نے ممکنہ ظلم سے بچنے کے لیے اپنے لڑکے سے مکمل اظہارِ تعلقی کیا لیکن اس کے باوجود اس ناپاک ٹولے کی طرف سے ایسی درندگی اور انہیں اہل علاقہ کے لیے عبرت کا نشانہ بنانا، دراصل عوام الناس پر ڈر اور خوف کے سائے بٹھانے کا وہ بھونڈا حربہ ہے جو ہر دور میں طاغوت کا شیوہ رہا ہے۔ ان کے یہ گھٹیا حربے اللہ کے اذن سے ہر گز بھی اہل ایمان کے راستے کی رکاوٹ نہ بنیں گے!

فوج کے اس ”کامیاب آپریشن“ کے بعد اہل علاقہ نے گھروں کے لمبے تلے قرآن پاک کے جلے ہوئے نسخے نکالے۔ فوج کی اس سربریت پر پٹی ایم کی جانب سے پورے پاکستان میں احتجاج کی کال دی گئی۔ اس طرح اس بدبخت دجالی فوج کے ارتداد کا ایک اور بین ثبوت فوٹوز و ویڈیوز کی شکل میں سوشل میڈیا کے بھائیوں کی مہربانی سے تقریباً سارے پاکستان نے دیکھا۔

وطن عزیز پر قابض فوج کے ظلم و جبر اور کفر و ارتداد کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس پہلے بھی مرزائیوں، روافض اور کفار و مرتدین کی یہ ملغوبہ، بزدل فوج اور اس کے خفیہ کارندے اس طرح کے واقعات کی تاریخ رقم کر چکے ہیں۔

اور فجر کی اذانوں کے ساتھ ہی قلات کے کلمہ گو باسیوں پر اس قبضہ گروپ کی توپیں اور ٹینک گولے برسانے لگے۔ قصہ مختصر ماضی و حال کی خونچکاں داستانیں اور خیر تا کر اچی تک مظلوم اہل اسلام کی فریادیں اور ان کے مجروح بدن اس بد بخت لشکر کے مستقبل کا پتہ دیتے ہیں کہ یہ فریبی لشکر کس طرح لشکر دجال کی اولین صفوں میں صلیب کی محافظ فوج کا کردار ادا کرے گا!

امت کی زبوں حالی اور اس کی کسمپرسی پر پریشان حال ہر اس مرد اور عورت کو غور و فکر کرنا ہو گا کہ آخر امت پر آئی آزمائش و ابتلا کے پیچھے آخر کیا عوامل کار فرما ہیں تو اسے یہ جان کر بڑی حیرت ہو گی اور یقیناً میڈیائی فریب کا دجل ایک دن ان شاء اللہ جب دھواں ہو گا تو یہ حقیقت نظر آئے گی کہ مسلم سرزمینوں پر صلیبی و صہیونی قبضے، امت کی جان و مال پر حملے، ان کے عقائد کو الحاد و زندقہ کے دوزخ میں دھکیلنا... ان سب کے پیچھے مسلمانوں کے خون پر پلٹتے یہ فوجی بھیڑیے ہی ہیں۔ بالخصوص پاکستان کے وسائل اور اس کی زمینوں پر قبضہ کرتی فوج کے نام پر یہ لینڈ مافیا کا کردار کہیں زیادہ بھیانک ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کا سقوط ہو یا خود پاکستان کے مشرقی بازو کو اپنی خواہشات میں روڑے اٹکاتا دیکھ کر قطع کرنا یا پھر اللہ کے کلمے کی سر بلندی، امت کے دفاع اور اسے قعر مذلت سے نکال کر جرات و بہادری اور اس کی عظمت رفتہ بحال کر دینے والے مجاہد بندوں کا محاصرہ، ان کی ٹارگٹ کانگ، انگو اکر کے صلیبیوں کے حوالے کرنا، کمزور اہل ایمان پر اپنی دھاک بٹھانے کے لیے ان کا اغوا اور پھر ان نئے بندوں کو جعلی پولیس مقابلوں میں نشانہ بنانا اور سب سے بڑھ کر بطل اسلام، محسن امت شیخ اسامہ رحمہ اللہ کی جاسوسی چند ٹکوں کے عوض صلیبیوں کو کرنا تاکہ وہ اس عظیم مجاہد کو شہید کر سکیں آپ کو یہی لعین جھٹھ ان تمام جرائم کے پیچھے کار فرما نظر آئے گا۔

کیا اب بھی کوئی کمی رہ گئی کہ امت مسلمہ کے نوجوان جمہوری دسیہ کاروں کے پر فریب نعروں اور اس خمیشت لشکر کے میڈیائی فریب کا شکار ہو کر اعلائے کلمتہ اللہ اور دین اسلام کی سر بلندی کے لیے اٹھے کی بجائے بے کس بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی حفاظت، مساجد و مدارس کی نگہبانی اور قرآن کریم کو اس بد بخت گروہ کے عزائم کا نشانہ بنانے سے باز رکھنے کے لیے آگے آئیں اور اس قیادت کا بارِ عظیم اٹھانے کی سعی کریں کہ جسے ایک کے بعد ایک امت کے ابطال آپ کے سر چھوڑتے جنتوں کے راہی ہوتے جا رہے ہیں؟ مشرقی پاکستان کے بے کس عوام ہوں یا قبائل کے بے آسرا عوام یا پھر اس ملک کے طول و عرض میں پھیلی مسلم آبادی، سب ہی اس دجالی فوج کے ظلم کا شکار ہیں۔ ڈمہ ڈولہ ایسے دسیوں واقعات ہیں جنہیں سب جانتے ہیں اور آواران و کوبلو تو بھلا کیا بد نصیب ٹھہرے کہ ان پر وحشی جتھے ٹوٹے پڑتے ہیں اور ان کی تھکان ہی دور نہیں ہوتی! (بقیہ صفحہ ۵۱ پر)

غلبہ اسلام کے وعدے، امت مسلمہ کی خوش حالی اور اس کے دفاع کے نام پر اہل صلیب سے جو خطہ حاصل ہوا! اس کا حال یہ ہے کہ اپنے آغاز سے لے کر آج تک نہ تو مسلمانوں کو اس ملک میں ایک لمحہ کو سکون میسر آ سکا اور نہ ہی اسلام کو جھمکنی ملی۔

اس خطہ بد نصیب میں مسلمانوں پر مسلط جمہوری شیطانی نظام باوجود یہ کہ اپنی تمام تر خباثتوں اور دسیہ کاریوں کے واضح ہو چکا مگر طاغوت کی چاکری میں مصروف مداریوں نے اہل پاکستان کو خوش حالی و فارغ البالی کے وہ خواب دکھائے جو عرصہ ۷۰ سال سے نہ تو شرمندہ تعبیر ہوئے اور نہ ہی اس نظام کے تحت ان کی حقیقی تعبیریں پانے کی کوئی امید ہے۔

عین اس وقت جب پاکستانی مسلمین، جمہوری شیطنت کے اس فریبی جال میں دھنس رہے تھے خیر بختونخوا کے علاقے ایف آر بنوں میں جانی خیل گاؤں پر پاکستانی عوام کی محافظت کے نام پر پلنے والے بد معاش گروہ پاکستانی فوج نے سرچ آپریشن کے نام پر دھاوا بولا۔ واقفان حال بتاتے ہیں کہ کس طرح ان درندوں نے اس گھر کا کونہ کونہ چھان مارا، گھر میں موجود بزرگوں پر تشدد کیا گیا، محترم خواتین پر آوازے کسے گئے، ان پر دستِ ظلم دراز کیا گیا اور ان کی تنہیک کی گئی۔ گھر کے ایک بزرگ نے بتایا کہ تلاشی کے بعد جب کچھ نہ ملا تو سب گھر والوں کو ایک جگہ پر اکٹھا کیا گیا اور پورے گھر میں موجود سامان پر پیٹرول چھڑکا گیا، ان وحشیوں کے عزائم کی خبر ہوئی تو ان سے درخواست کی گئی کہ گھر میں موجود قرآن عظیم کے نسخے نکالنے دیے جائیں مگر ان سفاک درندوں کو بھلا قرآن سے کیا مطلب؟؟؟ دین اسلام اور کلمہ توحید کی دشمن اس بد بخت فوج نے اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے پورا گھر خاکستر کر ڈالا اور ذرا بھی خیال نہ کیا گھر میں اللہ کی مقدس ترین کتاب بھی ان وحشیوں کی بھیشت چڑھ جائے گی۔ بس یہی کہا گیا کہ ”ہمیں سب کچھ جلا دینے کا آرڈر ہے!“۔

پاکستان میں بسنے والے ہر اس کلمہ گو نوجوان کو اس پر سوچنا ہو گا جو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننے والا اور قرآن عظیم کا قاری ہے کہ آخر کب تک اس جنونی اور وحشی گروہ کو مساجد و مدارس، بستیاں اور گھر سمار کرتے دیکھ کر مصلحت و چشم پوشی کی چادر خود پر تانی جاتی رہے گی اور آخر کب تک کتاب ہدایت کو اس سفاک ٹولے کے ہاتھوں جلتا دیکھ کر محض احتجاج یا احتجاجی رسمی کلمات پر اکتفا کیا جاتا رہے گا؟؟؟

کیا مسلم نوجوان بھول گیا کہ آغاز پاکستان کے ساتھ ہی اس بد کردار ٹولے نے کس طرح فقیر اپی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں اور پورے قبائل پر لشکر کشی کی، جب کہ بھارتی فوج سے مقابلے کا وقت آیا تو اس بد طینت لشکر نے اپنی فرنگی بنیادوں سے ذرا بھی ٹکرانے کا اہتمام نہ کیا اور خطہ کشمیر پر بھارتی قبضے کو مضبوطی سے قدم جمانے دیے؛ اور جب وقت آیا مسلم آبادیوں پر قبضے کا تو اسی شیطانی لشکر نے شریعت کی داعی ریاست قلات کا محاصرہ کر لیا

اپنا کام نہایت مکاری سے کیا۔ ایسا نہیں تھا کہ یہ سیدھا سادھا سا ایک بندہ تھا جو اسلام لانا نہیں چاہتا تھا مگر بظاہر مسلمان ہو گیا بلکہ اس کے گروہ کے مختلف ٹولے تھے جن کے مختلف کام تھے۔ جیسا کہ ایک ٹولہ ایسا تھا جس کے مسلمانوں سے بہت اچھے تعلقات تھے، اور دوسرا ٹولہ ایسا تھا جس کے مشرکین مکہ سے اچھے تعلقات تھے اور ان کو مکمل آگہی دیتے تھے کہ مسلمان ان کے بارے میں کیا سوچتے ہیں اور کون مسلمان کیا کرتا ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے روپ میں ہی اہل ایمان کی مجالس میں شریک ہوتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تعلقات قائم کرتے اور مسلمانوں کے راز کفار مکہ تک پہنچاتے۔ عبد اللہ بن ابی مکمل اس کام کی نگرانی کرتا تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں کو بوقت ضرورت اپنا اسلحہ بھی فراہم کرتے تھے مگر عین موقع پر دغا دیتے تھے جیسا کہ بدر واحد میں ان لوگوں نے کیا۔

پاکستانی فوج اور اُس کے خفیہ اداروں نے ایسی ہی خیانت کی جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا۔ اس موقع پر عبد اللہ بن ابی کے پیروکاروں نے اپنا اصل روپ دکھایا جیسا منافقین مدینہ نے جنگ احد و بدر میں دکھایا تھا۔ پاکستان کی غلام فوج اور اس کے نجس خفیہ ادارے نے پہلے ”سنگل گیم“ کا آغاز کیا جس کے برے نتائج نے انہیں ”ڈبل گیم“ کی اصطلاح متعارف کروانے اور فیس سیونگ کے لیے اس اصطلاح کو پھیلانے پر مجبور کیا۔ آئی ایس آئی نے امریکہ کو چن چن کر عرب و عجم کے مجاہد دیے، جب انہی مجاہدین کی تلاش میں یہ صلیبی کتے بوسو گھستے ہوئے قبائل کی سر زمین پر پہنچے تو یہاں قبائل کے غیرت مند مسلمانوں نے اپنے مہمانوں کو دشمن کے حوالے کرنے سے انکار کیا۔

یوں ایک طویل جنگ کا آغاز ہوا دوسری طرف افغانستان میں قائم امریکی حکومت بھی ان غلاموں کو قبول نہ تھی اگرچہ پاکستان کی فوج ڈالر بھی کھاتی ہے مگر یہ کسی کے ساتھ بھی مخلص نہیں جو اپنے رب سے مخلص نہیں وہ بھلا کسی اور سے کیسے مخلص ہو گا۔ کفار کی خدمت کے لیے آئی ایس آئی، ایم آئی، آئی بی، ایف آئی اے، سی ٹی ڈی، پولیس انٹیلی جنس تو موجود تھی ہیں ان کے ساتھ آئی ایس آئی نے اپنی مزید شاخیں بنائیں، جس میں آئی ڈبلیو، سی ٹی سی جیسی ایجنسیاں شامل ہیں۔ آئی ایس آئی اور موساد کے کام کا طریقہ کچھ زیادہ مختلف نہیں کیونکہ دونوں ہی مذہبی لوگوں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ جیسا کہ پاکستان میں لشکر طیبہ و جمہت محمدیہ دیگر سرکاری جہادی تنظیمیں ہیں۔ پاکستان میں جہاد کے آغاز کے بعد آئی ایس آئی کی طاقت و ترزین شاخ آئی ڈبلیو ہے جو امریکہ اور دنیائے کفر کی حفاظت کے ساتھ ساتھ پاکستان میں جہادی سرگرمیوں کے خلاف پیش پیش

امت کی خستہ حالی ایک درد دل رکھنے والے مسلمان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ان مشکل حالات میں امت کے لیے وہ سب کچھ کرے جو اس کے بس میں ہے اور جو اس پر فرض اور لازم ہے۔ جہاد ہی ایک ایسا فریضہ ہے جسے امت نے ترک کیا تو آج کہیں ہر طرف سے امت کو گھیر گھیر کر برباد کیا جا رہا ہے۔ کہیں بم باریاں ہیں تو کہیں مسلم لاشوں کا مثلہ... کہیں جناب پر پابندی ہے اور کہیں مسلم بہنوں کو اٹھا کر بیچ دیا جاتا ہے کئی سال تک معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس پر کیا گزری ہے۔ گوانتانامو، شبرغان و ابو غریب کے قید خانے تو سامنے آگئے مگر ہزاروں ایسے ہیں جن سے دنیا آشنا ہی نہیں۔ امت کی خستہ حالی میں اہم کردار منافقین و مرتدین نے ادا کیا ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ انگریز کے پیدا کردہ غلاموں کا کردار نہایت ہی کریہہ ہے تو کچھ عجیب نہ ہو گا۔

امارت اسلامیہ کے خلاف صلیبی یلغار کے موقع پر امریکہ کی دوستی میں پاکستان کی فوج اور خفیہ ادارے اس قدر آگے نکل گئے کہ جب امریکہ نے پاکستان کی کسی بیٹی کو بھی مانگا تو اس فوج نے دیر نہیں کی، اس کی صرف اور صرف ایک مثال سامنے ہے جس کو امت عافیہ کے نام سے جانتی ہے۔ باقی جو پوشیدہ ہیں ان کے ساتھ کیا گزری وہ زبان بیان کرنے سے قاصر اور قلم لکھنے سے گریزاں ہیں۔

جب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت فرماتے ہیں تو مدینہ کے مسلمان اپنے گھر بار سب کچھ پیش کرتے دیتے ہیں اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ایک ایسی مثال قائم کرتے ہیں جو قابل رشک اور سنت صحابہ بن جاتی ہے۔ پھر یہ مسلمانوں کی تعلیم کا حصہ بن گیا جب بھی اپنے مسلمان بھائی کو بے گھر دیکھا تو انصار مدینہ کی اخوات و اپنائیت والا کردار مسلمانوں کے لیے مشعل راہ رہا۔ اہل ایمان مدینہ نے دل و جان سے اسلام کو قبول کیا۔ مدینہ میں جب دیکھا گیا کہ زیادہ لوگ ایمان لے آئے تو ہر دور ایسے لوگ ہوتے ہیں جو چڑھتے سورج کے بچاری ہوتے ہیں، ایمان اور کفر کے درمیان رہتے ہیں، اس گروہ کو قرآن نے منافقین کا نام دیا۔ مدینہ منورہ میں اس ٹولے کا سردار عبد اللہ بن ابی تھا۔ عبد اللہ بن ابی وہ شخص تھا جس کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے مدینہ کا سردار بنایا جانا تھا اور سونے کا تاج پہنایا گیا تھا۔ مگر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد مدینہ شریف کے بایسویں کار جو عام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مدینہ کے محترم و مکرم شخص بن گئے۔

عبد اللہ بن ابی نے اپنا منصوبوں کو زیر زمین جاری رکھا۔ جو اس کے خاص لوگ تھے وہ سب اُسی کے ہی رہے مگر بظاہر وہ خود کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی گروہ نے

پھر خود پنجاب کا مرکز اوکاڑہ ہو یا جنوبی پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان کا ایک دور افتادہ گاؤں کہ جہاں کے مؤذن کو راتوں رات اس بے حمیت گروہ نے بنا کسی الزام و جرم کے اٹھایا اور بے دردی سے شہید کر ڈالا۔

پاکستان میں بسنے والے ہر ذی شعور کو اس کے طاغوتی لشکر کے مقابل کھڑا ہونا ہو گا قبل اس کے کہ یہ پورے پاکستان کو بھسم کر ڈالے۔ اوکاڑہ میں اس وحشی لشکر کے مظالم کا شکار غریب مزارعوں، مقہور پختونوں، بے کس بلوچوں، مظلوم سندھیوں اور مجبور سرانیکوں کو اگر اس وحشی جتھے سے نجات حاصل کرنی ہے، اس کی دسیہ کاریوں سے جان چھڑانی ہے، اپنے حقوق لینے ہیں اور اپنے وسائل خود آپ استعمال کرنے ہیں تو انھیں دعوت ہے کہ شریعت اسلامی کی چھتری تلے محسن امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے اس مبارک جیش میں شامل ہو کر اس بد طینت گروہ کا قلع قمع کیجیے کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔

☆☆☆☆☆

مسلمانان ہند کے نام!

ہم سے بچھڑے جو... تم

اقلیت رہ گئے

یوں اکیلے ہی پھر

اتنے غم سہم گئے

اور ہم!!!!

خواب لے کر کے آئے تھے

کل جو یہاں

سیل الحاد و عصیان کے طوفان میں

کب کے..... وہ بہہ گئے!!!!

بے سدھ دم بخود

ہم جہاں سے چلے تھے

وہیں رہ گئے!

شہید انجینئر احسن عزیز رحمہ اللہ

ہے۔ اس کو لفظ 'جہاد' سے ہی چڑ ہے۔ جب بھی کوئی کارروائی امریکہ یا کفار کے خلاف ہونے کا امکان ہو آئی ڈبلیو اپنے مراسم کو مزید مضبوط کرنے کے لیے بلکہ آسان لفظوں میں اپنے آقاؤں سے شاباش لینے کے لیے پورا کھوج لگاتی ہے۔ دوسری طرف سی ٹی وی بھی بالکل یہی کام کرتی ہے اس کا گڑھ لاہور ہے۔

آئی ایس آئی کی ایک شاخ جو مذہبی لوگوں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال بھی کرتی ہے اور کوشش کرتی ہے بڑی جہادی تنظیموں میں اپنا اچھا چہرہ پیش کریں تاکہ ان کے غالب آنے کی صورت میں کہہ سکیں ہم تو تمہارے ہی تھے۔ جیسا کہ یہ لوگ 'امارت اسلامیہ' کو بھی دبانے اور اپنی گرفت میں لینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ امارت کی پالیسی ہے کہ ہمیں تنگ نہ کرو تو ہم بھی تم سے اعراض کریں گے... امارت کی پوری توجہ افغانستان پر مرکوز ہے اور افغانستان میں اشرف غنی کا مضبوط ہونا کسی طور بھی امارت کو قبول نہیں اور حقیقت میں غنی اور پاکستان کے 'خاک' یہ ایک ہی گروہ سے ہیں جو جہنم میں سب سے دردناک عذاب میں ہوں گے۔ (ان شاء اللہ)

جو کرنل آئی ڈبلیو میں سروس کرتا ہے جب عالمی تحریک جہاد کی سرگرمیوں کے توڑ کے لیے آتا ہے تو اس کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح کوئی ایسا مطلوب عالمی "دہشت گرد" ہاتھ لگ جائے جسے پکڑ کر امریکہ کو دیں اور امریکہ اُس سے خوش ہو جائے۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ پاکستان میں بہت سے ایسے گروہ ہیں جن کا امارت سے دور و نزدیک کا کسی قسم سے کوئی تعلق نہیں، اصل میں تو یہ گروہ وہاں آئی ایس آئی کے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں لیکن یہاں کے جہاد پسند نو جوانوں کو امارت اسلامیہ کے نام سے تعارف کرواتے ہیں۔ حالانکہ امارت ایسے تمام گروہوں سے برأت کا اعلان کر چکی ہے۔ ایک مجاہد جس نے افغانستان میں این ڈی ایس کے ہیڈ آفس پر فدائی حملہ کیا، اس کو پہلے پاکستان میں آئی ایس آئی نے گرفتار کیا تو ایک تفتیشی افسر نے کہا "یہاں خدا کے سنگنز بھی نہیں آتے" (نعوذ باللہ)۔ اس مجاہد نے اس موقع پر ہی عہد کیا کہ اس ناپاک فوج پر فدائی کروں گا مگر امرانے اس کے لیے کابل کا انتخاب کیا۔

پاکستانی خفیہ اداروں اور ابن ابی کی کر تو توں میں کچھ بھی فرق نہیں! یہ بھی چاہتے ہیں کہ دونوں پلڑوں میں وزن رکھیں تاکہ جو جیت گیا ہم اس کے ساتھ ہو گے۔ یہ نشانی ہے حقیقی اور پکے منافقین کی! اسی لیے رب نے ان کے ساتھ انصاف فرمایا اور ان کو جہنم کی سب سے خلی وادی میں مستقر دیا! اللہ تعالیٰ مجاہدین کو ان کے شر سے بچائیں جو سادہ لوح مجاہد ان کو محسن سمجھتے ہیں کہ ان سے وہ دین کا فائدہ لیں گے وہ دھوکے میں ہیں... اللہ ہم سب کو خالص جہاد عطا فرمائیں جو کسی بھی "سیف ہاؤس" سے شروع نہ ہوتا ہو۔ آمین یا رب۔

☆☆☆☆☆

الحمد لله الذي كتب الاحسان على كل شيء، و صلى الله على من زكاه ربه بالخلق العظيم، و على من اهتدى بهديه الى يوم الدين، اما بعد:

سرزمین ایمان و حکمت یمن بلاشبہ ایک عظیم مقام و مرتبے کی حامل ہے۔ کئی زمانوں سے اسلام کو تھامے ہوئے یہ سرزمین آج بھی امت مسلمہ کو وہ ابطال مہیا کر رہی ہے جو امت کی حفاظت تب تک کرتے ہیں جب تک ذبح نہ کر دیے جائیں۔ اور یہ سب قربانیاں پیش کرنے کا مقصد امت کو اس کی کھوئی ہوئی عزت و عظمت اور شان واپس لوٹانا ہے۔ محض اللہ کے فضل اور اس کے وفادار مجاہد بندوں کی قربانیوں کے باعث آج امت کے خلاف دشمن کے منصوبے مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں اور اس مبارک سرزمین پر دشمن اپنے ہی ہتھکنڈوں کے باعث ہزیمت کا شکار ہے۔ ایمان کی سرزمین یمن میں امریکی منصوبوں میں سے ایک روافض حوثیوں کو طاقتور کرنا اور ان کو مختلف علاقوں پر مسلط ہونے میں مدد کرنا تھا۔ انہوں نے خطوں میں سے ایک ولایہ رداع کا علاقہ قبیضہ بھی۔ جو کہ انصار الشریعہ کے دلیر اور مجاہد بھائیوں نے فریضہ جہاد کو ادا کرتے ہوئے، ناقابل بیان اور بے نظیر جنگ کے بعد حاصل کیا تاکہ اللہ کا کلمہ سر بلند ہو جائے اور ایمانی اخوت فروغ پائے۔

اس خطے میں اہل سنت، حوثی، صلیبی اتحاد سے دفاع اور مزاحمت کی ہر صورت میں مصروف تھے۔ جہاں وہ امریکی چھاپوں اور بم باریوں کا سامنا کرتے وہیں حوثیوں کے ساتھ ہولناک جنگوں میں بھی شمولیت اختیار کرتے یہاں تک کہ اس سرزمین پر وہ گروہ نمودار ہوا جو خود کو ’دولۃ اسلامیہ‘ کہتا ہے۔ انہوں نے اپنے مذہب کا پرچار شروع کر دیا اور منصوبوں پر عملدرآمد بھی جن کے خطرناک اثرات کسی بھی شخص سے ڈھکے چھپے نہ تھے۔ انہوں نے عوام میں اپنا بہتر تاثر قائم کرنے کے لیے حوثیوں سے جنگوں میں بھی حصہ لیا تاکہ اس سب کی آڑ میں اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔ مگر اچانک ہی یہ سب منصوبہ منظر عام پر آگیا جب انہوں نے عامۃ المسلمین کو بالعموم اور رباط کرتے مجاہدین کو بالخصوص اشتعال دلانا شروع کر دیا۔ انہوں نے کئی مرتبہ ہمارے بھائیوں پر فائرنگ کی، تاکہ راستوں میں قائم کردہ اپنے تفتیشی نکات سے گزرنے سے روک سکیں۔

پھر انہوں نے مزید خلاف ورزی کرتے ہوئے محاذوں کے قریبی راستوں پر چیک پوسٹیں بنانا شروع کر دیں، اور بجائے اس کے کہ یہ چیک پوسٹس وہ حوثیوں کا راستہ روکنے کے لیے بناتے مگر وہ انہوں نے مجاہدین کے ان راستوں پر نصب کیں جہاں سے مجاہدین محاذوں پر افراد اور اسلحہ پہنچاتے ہیں۔ اور یہاں تک بھی مجاہدین نے صبر کا دامن تھامے رکھا اور کسی بھی قسم کے تصادم سے گریز کیا۔ یہ سب اس لیے کہ ہم سطحی اور ذیلی لڑائیوں سے بچ کر دنیا بھر میں طاغوت اکبر امریکہ اور اس کے مرتد حواریوں کا سر کچلنے کی پالیسی رکھتے ہیں اور یہ اس لیے بھی کہ ہم اہل سنت کی حفاظت کے لیے حوثی غاصبوں سے جنگ میں مکمل توجہ رکھنا چاہتے ہیں۔

مگر اس کے باوجود داعش اپنی حدود سے باہر نکلنے لگی اور اس نے ان چیک پوسٹوں کی بابت ہمارے اور خود کے درمیان ہونے والے معاہدے کی بھی خلاف ورزی کی جس کے مطابق ”یہ گزرنے والی گاڑی کی تصدیق کریں گے اور اگر وہ انصار الشریعہ کی ہوئی تو اسے جانے کی اجازت دی جائے گی۔“ اور یہی کچھ ہم پر بھی لاگو تھا کہ ہم اپنے نقاط پر یہ تصدیق کریں گے کہ اگر گاڑی الدولۃ والوں کی ہوئی تو ہم بھی جانے کی اجازت دے دیں گے۔ مگر بروز منگل ۲۸/۱۰/۱۴۳۹ھ بمطابق ۱۰/۰۷/۱۸، انہوں نے مجاہدین انصار الشریعہ کی دو گاڑیوں کو روکا جن میں ہمارے ۱۳ بھائی اور اسلحہ موجود تھا۔ اور یہ سب حوثیوں کے خلاف جنگ کو لے جایا جا رہا تھا۔ الداعش نے انہیں روک کر گرفتار کر لیا اور اس کی خبر ہمیں دیے بغیر انہیں کئی گھنٹوں تک چھپائے رکھا۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ وہ تصدیق کرتے رہے کہ وہ واقعتاً انصار الشریعہ کے مجاہد ہیں بھی یا نہیں۔ حالانکہ انہیں یہ ثبوت مہیا بھی ہو گئے تھے کہ یہ بھائی انصار الشریعہ ہی کے ہیں اور اس سے بھی قبل وہ یہ بات اچھی طرح سے جانتے بھی تھے۔

جب ہمیں واقعے کا علم ہوا تو مجاہدین نے قیدی بھائیوں کی رہائی کے لیے مذاکرات کرنا چاہے۔ اور انہیں بھائیوں کو چھوڑنے کا کہا، مزید مذاکرات میں بھائیوں کو چھڑوانے کے لیے بعض معززین کو شامل کیا گیا مگر داعش کا جواب مذاکرات کے بند دروازوں کی صورت میں تھا۔ اور یہ ایک بالکل غیر ذمہ دارانہ رویہ تھا۔ جس پر ہم جنگ کے لیے مجبور ہو گئے اور ہمیں ان کے ظلم اور ناانصافی کو روکنے کے لیے فوری کارروائی کرنا پڑی۔ داعش کی جانب سے ہمیں ہٹ دھرمی اور تکبر کے علاوہ کچھ بھی دیکھنے کو نہ ملا۔ المالہ میں اپنے قیدی بھائیوں کو چھڑوانے کی جنگ کے پہلے روز صبح جب کہ وہ (داعش والے) مجاہدین کے محاصرے میں تھے تو ہمارے ایک بھائی نے ان سے رابطہ کیا اور قیدی چھوڑنے کا کہا تو وہ جنگ پر ہی مصر تھے۔ مگر جب ان کے خلاف جنگ کا آغاز کیا گیا اور وہ اس کی آگ میں جھلنے لگے اور ہمارے بھائیوں کے ہاتھوں اپنے بیشتر مورچے کھو بیٹھے تو انہوں نے ہمارے بارہ بھائی جو کہ وہ اغوا کر کے چھپائے بیٹھے تھے ظاہر کیے اور ہمارے حوالے کر دیے۔

داعش کے اپنے رسمی میڈیا سے جاری کردہ ویڈیو کلپ میں دکھائے گئے بیانات اس معاملے کی بابت ان کے ہی موقف کا اظہار ہے، اگر مان لیا جائے کہ قیدیوں یہ ”اعتراقات“ ذاتی ہی تھے اور داعش کے دباؤ میں نہیں دیے گئے تھے تو بھی داعش ہی قابل مذمت ٹھہرتی ہے۔ کیوں انہوں نے ان کو روکا اور گرفتار کیا جب کہ وہ یہ جانتے تھے کہ یہ سب انصار الشریعہ کے ساتھی ہیں؟ اور پھر کیوں انہوں نے مذاکرات سے انکار کر دیا اگر بقول ان کے یہ سب غلط فہمی سے ہوا؟

یہ بھی ان کے ذرائع ابلاغ پھیلا رہے ہیں کہ انصار الشریعہ نے انہیں دھوکہ دیا اور انہیں اچانک حملے کا نشانہ بنایا مزید یہ بھی جھوٹ پھیلا یا جا رہی ہے کہ مجاہدین نے یہ سب شاندار

طاقت اور افرادی قوت کے ساتھ کیا۔ مگر کیا اس پر عام لوگوں اور انصار الشریعہ کا موقف جاری کیا گیا؟ کہ سب جان سکیں کہ کس نے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور جنگ کی آگ کو بھڑکایا۔ انہوں نے جھوٹ، مکر، فریب اور دھوکے سے محاذوں پر جاتے انصار الشریعہ کے مجاہدین کو اغوا کیا۔ جنگ سے بچنے کی بارہا کوششوں کے بعد انصار الشریعہ کا عمل بالکل فطری تھا۔ مجاہدین کسی صورت اس جنگ کو نہیں چاہتے تھے۔ جب کہ فساد کا آغاز انہوں نے کیا جنہوں نے ہمارے بھائیوں کو اغوا کیا۔

پھر اس کے بعد مزید یہ کہ انہوں نے اپنے میڈیا کے ذریعے تمام علاقوں میں اپنے جنگ جوؤں کو رداع میں انصار الشریعہ کے مجاہدین سے لڑنے کے لیے طلب کر لیا۔ بد قسمتی سے ایسا الرٹ انصار الشریعہ سے جنگ کے علاوہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ نہ ہی ایسا کبھی حوثیوں کے خلاف ہوتا سنا ہے۔ ہاں مگر ان احمقوں کے بارے جاننے والے ہر شخص کے لیے یہ بات بالکل بھی اچھنبے والی نہیں ہوگی کہ کس طرح ماضی میں یہ حوثیوں کے مورچوں سے گزر کر اہل سنت کی مساجد کو مزارات کہہ کر نشانہ بنانے جایا کرتے تھے۔

انہوں نے اپنے میڈیا پر یہ بھی کہا کہ انصار الشریعہ نے ہم پر مرتد یعنی افواج کے تعاون سے حملہ کیا ہے۔ یہ خالصتاً دروغ گوئی اور جھوٹ ہے۔ اور خطے میں موجود ہر شخص جانتا ہے کہ مذکورہ علاقے میں یعنی فوج موجود ہی نہیں ہے۔

اور آخر میں، ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے کہنا چاہتے ہیں، ہم آپ ہی بیٹے ہیں جو کہ آپ بھی جانتے ہیں۔ ہم آپ کا تحفظ اور دفاع اپنے خون اور جانوں سے کرتے ہیں۔ واللہ ہم آپ کو شکست نہیں ہونے دیں گے، نہ آپ کی دنیا کو فساد زدہ ہونے دیں گے اور نہ ہی آپ کے دین پر حرف آنے دیں گے۔

پس اپنی دعاؤں سے ہماری مدد کیجیے اور اپنی نصیحتوں سے ہمیں محروم نہ کیجیے۔ اور قائم کیجیے اس عظیم عمل کو جو اللہ نے آپ کے دین میں سے آپ پر واجب کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تَجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الیم سے بچا دے؟“

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

”ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔“

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۖ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

”اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ابدی قیام کی جنتوں میں بہترین گھر تمہیں عطا فرمائے گا یہ ہے بڑی کامیابی“

وَأُخْرَىٰ تَحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۖ وَبَشِيرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

”اور وہ دوسری چیز جو تم چاہتے ہو وہ بھی تمہیں دے گا، اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہو جانے والی فتح اے نبیؐ، اہل ایمان کو اس کی بشارت دے دو۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيِّينَ مَن أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَامَنَّاتِ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرَتِ طَائِفَةٌ ۖ فَلَايَدُنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَاصْبِرُوا ۖ ظَاهِرِينَ

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے مددگار بنو، جس طرح عیسیٰ ابن مریمؑ نے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا: کون ہے اللہ کی طرف (بلانے) میں میرا مددگار؟ اور حواریوں نے جواب دیا تھا: ”ہم ہیں اللہ کے مددگار۔“ اُس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کیا پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔“

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

انصار الشریعہ (قیفہ-رداع)

ذی القعدة ۱۴۳۹ھ

اگست ۲۰۱۸ء

☆☆☆☆☆

”میں پاکستان میں موجود اپنے بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ پوری توجہ سے خفیہ ایجنسیوں کے مراکز، دفاتر اور خفیہ قید خانوں کو ڈھونڈیں اور ان پر ایسی تباہی مسلط کریں کہ آئندہ اس شیطانی راہ پر چلنے والے ان کے انجام سے عبرت پکڑیں۔ ان شاء اللہ ان خفیہ اداروں کی تباہی جنگ کا پانسہ پلٹنے میں بنیادی کردار ادا کرے گی۔ یہ لوگ روایتی فوج کی طرح سامنے سے وار نہیں کرتے مگر دراصل یہی اس جنگ کا بنیادی ایندھن ہیں۔“

امیر محترم شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

صومالیہ:

14 جولائی: ولایہ مدق کے شہر جالکیو میں پنٹ لینڈ انتظامیہ کا ایک اہل کار حرکتہ الشباب المجاہدین کے حملے میں مارا گیا۔

دارالحکومت مقديشو کے عین وسط میں صدارتی محل اور ایس وائے ایل ہوٹل پر استشہادی اور انعامی حملے میں صدارتی محل کے 25 محافظین جن میں اعلیٰ افسران بھی شامل تھے مارے گئے جب کہ درجنوں دیگر زخمی ہوئے۔

مقديشو کے علاقے ہروا میں بارودی سرنگ کے حملے میں دشمن کی بیک اپ گاڑی سواروں سمیت تباہ کر دی گئی۔

15 جولائی: مجاہدین کے خفیہ گوریلا دستے نے آفجی شہر کے لیے سکیورٹی اور انٹیلی جنس کمانڈر 'جودی محمد نور' کو قتل کر دیا اور اس کے ہتھیار اور گاڑی غنیمت بنا لیے۔

آفجی شہر میں بارودی سرنگ کے دودھاکوں میں افریقی یونین کافوج ٹرک اور بکتر بند گاڑی سوار غاصبوں سمیت تباہ ہو گئے۔

16 جولائی: ولایہ شنبیلی السفلی کے شہر قریوہ میں فوجی اڈے پر حملے میں 3 مرتد اہل کار مارے گئے۔

دارالحکومت مقديشو کے علاقے ہروا میں گوریلا کارروائی میں ایک اہل کار کو قتل کر کے اس کے ہتھیار غنیمت بنا لیے گئے۔

دارالحکومت ہی کے علاقے اربو میں فوجی اڈے پر مجاہدین نے تعارض کیا جس میں دشمن کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔

20 جولائی: مجاہدین نے پنٹ لینڈ کی افواج سے طویل جنگ کے بعد ساحلی شہر بوصاصو سے 100 کلومیٹر جنوب مغرب میں اہم قصبہ آف آرر پر حکمین حاصل کر لی۔

22 جولائی: ولایہ بای وکول کے شہر بیدو میں دشمن کے ایک جم گٹھ پر بارودی سرنگ کے دھماکے میں کم از کم 13 اہل کار مارے گئے تھے۔

دارالحکومت مقديشو کے علاقے الجزیرہ میں سرکاری فوج کے ایک مرکز پر تعارض کے نتیجے میں 4 اہل کار مارے گئے۔ ایک کلاشنکوف غنیمت ہوئی۔

ولایہ شنبیلی السفلی کے شہر براوی کے ساحل پر یوگنڈا کی افواج کے لیے عسکری سازوسامان لے کر لنگر انداز ہونے والے بحری جہاز کو مجاہدین نے تباہ کر دیا۔

23 جولائی: کسمایو شہر کے علاقے بارکامیں امریکی تربیت یافتہ سپیشل مکاندوز کے مرکز مجاہدین کے تعارض میں درجنوں مرتدین قتل، مرکز فتح، اعلیٰ ہتھیاروں کا وسیع ذخیرہ غنیمت ہوا۔

24 جولائی: ولایہ شنبیلی السفلی کے شہروں بلعد اور جوہر کے درمیان اہم نوعیت کے قصبہ قلمو پر اللہ کے شیروں نے سخت جنگ کے بعد مکمل تمکن حاصل کر لیا۔ جب کہ دوسری جانب دارالحکومت مقديشو کے اطراف میں موجود مجاہدین پر امریکی ڈرون طیارے مسلسل بمباری کرتے رہے۔

25 جولائی: ولایہ شنبیلی السفلی کے علاقے بلیدوقلی میں فوجی اڑبیس اور امریکی ہیڈ کوارٹر کے قریب مجاہدین نے سپلائی پر مامور سرکاری فوجیوں کے قافلے پر حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں 10 مرتدین قتل، فوجی گاڑی تباہ اور دیگر کئی زخمی ہو گئے۔

26 جولائی: دارالحکومت مقديشو کے علاقوں ہدن اور ہولوداق کے درمیان دو افسران سمیت 4 سرکاری فوجی مجاہدین کا نشانہ بن کر مارے گئے۔

ولایہ بری کے شہر بوصاصو میں اللہ والوں کے ہاتھوں پنٹ لینڈ کے 2 اہل کار مارے گئے۔

27 جولائی: دارالحکومت مقديشو کے شمال میں بلعدنامی علاقے میں مجاہدین نے دھماکہ کر کے بروندی کی افواج کا ٹینک تباہ کر دیا جب کہ سوار ہلاک ہوا۔

اسی مقام پر ہی دوپہر کے وقت مکمل کو آنے والے بروندی افواج کے ایک ٹرک کو بھی مجاہدین نے بارودی سرنگ کے دھماکے سے تباہ کر دیا جس کے نتیجے میں ہلاکتوں کی تعداد محمد اللہ بیبیوں میں ہے۔

جالکیو شہر میں اللہ کے شیروں نے پنٹ لینڈ کے پولیس ڈپارٹمنٹ کے اعلیٰ ترین افسر عبدالرشید حسن حاشی کو قتل کر دیا۔ یاد رہے یہ شخص مدق نامی علاقے کے لیے ایک عرصہ پولیس چیف بھی رہا ہے۔

29 جولائی: مجاہدین نے سرکاری افواج سے شدید جنگ کے بعد ولایہ جیزو کے شہروں لوق اور دولو کے درمیان اہم نوعیت کے قصبہ ساتیلو پر اللہ کے فضل سے تمکن حاصل کر لیا۔

30 جولائی: ولایہ شنبیلی السفلی کے ساحلی شہر براوی کے علاقے امبریسو میں یوگنڈا کی افواج کو رسد مہیا کرنے والے ہیلی کاپٹر کو فوجی اڈے پر لینڈنگ کے وقت مجاہدین نے تباہ کر دیا۔ ایک یوگنڈین اور دو مقامی غلام قتل ہوئے۔

مقديشو کے علاقے لفولی اور آفجی میں دو بڑے فوجی اڈے مجاہد کے تعارض کا شکار ہوئے۔ مقديشو کے علاقے ہدن میں سرکاری فوج کے مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا جس میں دشمن شدید جانی نقصان کا شکار ہوا۔

31 جولائی: دارالحکومت مقديشو کے علاقے دینیلی میں مجاہدین نے دشمن کے فوجی اڈے پر تعارض کیا جس میں افسر سمیت کئی اہل کار قتل ہوئے۔ دو فوجی گاڑیاں تباہ اور ہتھیار غنیمت ہوئے۔

کینیا:

12 جولائی: حرکتہ الشباب المجاہدین نے شمال مشرقی کینیا کے علاقے جاریسا میں دشمن کے مراکز پر چڑھائی کی۔ جس کے نتیجے میں کینیا کی پولیس کے 3 ارکان قتل ہوئے اور ان کی ایک گاڑی غنیمت بنائی گئی۔ یاد رہے مجاہدین نے اس تعارض میں کینین مواصلاتی کمپنی سفاریکوم کا ایک مرکز بھی منہدم کر دیا۔

13 جولائی: ملک کے شمال مشرق کے علاقے ماندیرا میں مجاہدین نے دشمن کے بڑے فوجی اڈے پر ہاون کے گولوں سے بم باری کی، دشمن سخت نقصانات سے دوچار۔

26 جولائی: ساحلی علاقے لامو کے شہروں امبیکی تونی اور میلیسوی کے درمیان کمین میں کینین فوج کے 3 اہل کار قتل اور دو گاڑیاں تباہ ہوئیں۔

8 اگست: ساحلی خطے لامو کے علاقے بوادی میں مجاہدین نے کینین فوج کی گاڑی بارودی سرنگ کے دھماکے سے تباہ کر دی۔ جس میں 11 فوجی اہل کار قتل ہوئے۔

13 اگست: ماندیرا کے علاقے یادو میں کینین فوج کے 12 اہل کار اس وقت مارے گئے جب ان کی گاڑی مجاہدین کی نصب کردہ بارودی سرنگ پر چڑھ گئی۔

مذکورہ علاقے میں ہی خود ساختہ سرحد پر باڑ نصب کرنے والے تین اہل کار میں بھی گاڑی سمیت بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر مارے گئے۔

مالی:

29 جولائی: ولایہ کیدال کے علاقے اچلوک میں جماعۃ نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے غاصب صلیبی فرانس اور اس کے اتحادیوں کے فوجی اڈے کو بارود کے شدید دھماکے سے نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں دشمن کو شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ حملہ کے بعد علاقے میں دشمن کی سخت افراتفری کے باعث حتیٰ اعداد و شمار موصول نہ ہو سکے۔ یاد رہے یہ حملہ مالی کے عام انتخابات کے موقع پر کیا گیا۔

یمن:

11 جولائی: ولایہ بیضاء میں انصار الشریعہ (القاعدہ فی جزیرۃ العرب) کے مجاہدین کی کمین میں 4 حوثی جنگ جو مارے گئے۔

17 جولائی: ولایہ رداع کے محاذ قیقہ میں جبل نوفان پر مجاہدین نے حوثی کفار کے مراکز پر تعارض کیا۔ جس کے نتیجے میں دسیوں حوثی جنگ جو قتل اور زخمی ہو گئے۔

20 جولائی: ولایہ شبوۃ کے علاقے المصنعة میں عرب امارات کے تابع قوات النخبۃ الشبوانیہ کے مرکز پر مجاہدین کے حملے دشمن کے کئی اہل کاروں کے زخمی ہونے کی اطلاع موصول ہوئی

☆☆☆☆☆

ولایہ ہیران کے شہر بولوبردی کے ایئر پورٹ پر مجاہدین نے دھماکہ کر کے جبوتی کے دو فوجی قتل اور تیسرا زخمی کر دیا۔

دارالحکومت مقديشو کے علاقے یاقشید میں مجاہدین نے عبد علی نامی سرکاری فوج کا افسر گوریلا کارروائی میں قتل کر دیا۔

1 اگست: دارالحکومت مقديشو کے علاقوں درکینلی اور ہدن میں ایک پولیس افسر اور ایک سرکاری فوجی مارا گیا۔

2 اگست: مقديشو کے علاقے ہدن میں حملے میں ایک فوجی افسر زخمی اور اس کا محافظ مارا گیا۔

3 اگست: دارالحکومت سے محض 30 کلومیٹر شمال میں بلعد شہر میں واقع بروڈی کے فوجی اڈے پر مارٹر کے گولوں سے بم باری کی گئی۔

ولایہ بای وکول کے شہر قسحدری میں مجاہدین کی کمین میں ایک سرکاری فوجی مارا گیا۔

4 اگست: دارالحکومت مقديشو کے علاقے یاقشید میں مجاہدین کے ہاتھوں انٹیلی جنس کا ایک اہل کار قتل۔

اسلامی ولایت جوبا کے شہر جلب میں شرعی محکمے کی جانب سے دو گرفتار سرکاری فوجیوں پر ارتداد کی حد لگو کر دی گئی۔ مذکور اہل کاروں کو مجاہدین نے کسمایو شہر کے ایک تعارض میں گرفتار کیا تھا۔

5 اگست: مقديشو کے علاقے ہدن میں خصوصی نوعیت کی ایک کارروائی میں صدارتی محل کے پانچ محافظ مارے گئے۔

آفوجی شہر میں دشمن کے مراکز پر بارود بھری گاڑی سے استنبہادی حملہ سرانجام دیا گیا جس میں کئی اہل کار قتل ہوئے۔

بلعد شہر میں بارودی سرنگ کے دھماکے سے تین سرکاری اہل کار مارے گئے۔

مقديشو کے علاقے عیشا میں پولیس افسر محمد بوتو مجاہدین نے قتل کر دیا اور اس کی گاڑی اور ہتھیار غنیمت بنالے۔

6 اگست: ولایہ شبیلی السفلی جلون شہر کے قریب حملے میں سرکاری ملیشیا کا ایک اہل کار قتل اور ایک زخمی ہوا۔

9 اگست: ولایہ شبیلی السفلی کے شہر قریولی میں مجاہدین کی کمین، یوگنڈا کی فوج کے 7 اہل کار قتل اور درجنوں زخمی ہو گئے۔

اللہ کے شیروں نے ولایہ جیزو کے شہر دولو کے قصبہ جیدوینی پر مرتد صومالی فوج سے سخت جنگ کے بعد مکمل قبضہ کر لیا۔

10 اگست: ولایہ بای وکول کے شہر بیدو میں صومالی فوج کے اکٹھ پر بارودی سرنگ کا دھماکہ کیا گیا جس میں 5 فوجی قتل، درجنوں زخمی ہوئے۔

سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا، اپنی ازلی سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ہر وہ مخلوق جو زمین پر موجود ہے اور جس کے نصیب میں اس کی سوغات لکھی جا چکی ہے، اسے اپنی دھوپ اور تمازت پہنچا رہا تھا۔ اس کی دھوپ جہاں فطری ضروریات کو پورا کر رہی تھی، وہیں بشری کمزوریوں پر ناگوار سی کیفیات طاری کر رہی تھی۔ یہ وہی دھوپ ہے، جس سے بچنے کے لیے، جس کی تپش کو اپنے جسم سے دور رکھنے کے لیے انسان کیا کچھ نہیں کرتا۔ نت نئے برقی آلات کے حصول کے لیے (جن سے ٹھنڈک حاصل کی جاسکے) کیسے کیسے جتن نہیں کیے جاتے۔

لیکن اسی دھوپ اور گرمی میں کچھ حضرات ایسے بھی تھے جو عجیب دیوانگی کے عالم میں سفر کر رہے تھے۔ یہ دیوانگی بھی عجیب تھی کہ جس میں نہ ہی اپنی ذات کی کوئی پرواہ تھی، نہ زمانے بھر کی ملامت کا کوئی خوف۔ ان دیوانوں کو نہ ہی گھر بار، بیوی بچے، بوڑھے والدین اس سفر سے باز رکھ سکے اور نہ ہی دنیا کی نیرنگیاں، عیش و عشرت کے تمام ساز و سامان ان کے قدموں کی بیڑیاں بن سکے۔ یہ دیوانے سب کچھ چھوڑ کر، پوری دنیا ٹھکرا کر کسی کے ایک حکم پر یہاں آوارہ ہوئے۔ بس ایک حکم!!! یہ حکم کیا تھا؟ یہ حکم جہاد کا حکم تھا۔ وہ حکم، جو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نازل ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا آرام و سکون، گھر بار سب چھوڑ کر بس اسی حکم کی ادائیگی میں عمر مبارک وقف کر دیتے ہیں۔ پھر صحابہ کرامؓ تو تھے ہی شیعہ رسالت کے پروانے، چنانچہ ان کا تو جیسے اوڑھنا بچھونا ہی بس یہ ایک حکم ہو گیا تھا۔ یہ دیوانے بھی کوئی عام دیوانے نہیں تھے۔ یہ اس حکم جہاد پر نچھاور ہو جانے والے مجاہدین تھے، جو ایک جہادی سفر پر گامزن تھے۔ مجاہدین کے لیے یہ دھوپ ہر گز غنی نہ تھی۔ اس سے پہلے بھی کتنے ہی جہادوں میں یہ دھوپ اپنی گرمی کے جوہر دکھا چکی تھی۔ تاریخ میں واقعات کی بہتات موجود ہے۔ چاہے وہ میدان بدر کی دھوپ ہو جو مجاہدین کو جھلسا رہی تھی۔ یا پھر وہ لب دریا داؤد تپش دیتی ہوئی میدان کربلا کی دھوپ ہو، جو نواسہ رسول کو اور ان کے رفقا کو پیاس سے تڑپا رہی تھی۔ آج اگرچہ منظر بدل چکے ہیں، افراد بدل چکے ہیں، لیکن یہ موسم، یہ حالات، یہ مصائب، یہ اجنبیت، یہ گرمی سردی، یہ پہاڑ، یہ دہکا دینے والی تپش، یہ تھکا دینے والے اسفار، یہ تڑپا دینے والی بھوک اور پیاس... سب کچھ وہی ہے، کچھ بھی نہیں بدلا۔ اسلام اور جہاد کا رشتہ ان حالات سے کبھی بھی نہیں ٹوٹا۔ وہی آگ ہے... وہی اولادِ ابراہیمؑ ہے... وہی نمرود ہے... اور ویسا ہی امتحان ہے۔

فانی بھائی چلیں؟ میں انہی سوچوں میں غرق تھا کہ ایک ساتھی کی آواز کان میں پڑی۔ 'ہاں جی بس چلتے ہیں' میں نے آہستہ سے کہا۔ 'یار اور کتنی دیر بیٹھیں گے، ابھی بہت سفر باقی ہے اور دھوپ بھی تنگ کر رہی ہے، اس بھائی نے بے چینی سے کہا۔ 'بس بھائی تھوڑی دیر

اور... میری تہذیبیں ہائے کر رہی ہیں چل چل کے، اور پھر کتنی شدید پیاس ہے! مجھ 'مائی بے آب' کی تڑپ بھی تو یکھیں۔ 'کیوں جناب' مضمل ہو گئے قوی غالب، والا معاملہ تو نہیں؟' ایک اور بھائی مذاق میں گویا ہوئے، ساتھ ہی ایسی نظروں سے دیکھا، جیسے کہہ رہے ہوں 'اب اٹھ بھی جاؤ'۔ میں نے بے بسی سے امیر صاحب کی طرف دیکھا۔ فانی بھائی بس تھوڑا سا دور ہے پانی، اور پھر آگے چڑھائی شروع ہوگی تو یہ گرمی بھی نہ رہے گی۔ آپ تھوڑی سی ہمت اور دکھائیں، آپ تو مردِ مجاہد ہیں، امت کی امیدوں کا سہارا ہیں!!!

امیر صاحب کے الفاظ نے واقعی مجھے ایک نئی ہمت دی۔ میں سارا رستہ یہی سوچتا رہا اور خود کو تسلی دیتا رہا کہ میں ابھی نہیں تھکا، اور نہ ہی میں ابھی تھکنا چاہتا ہوں! بھلا میں کیوں کر تھک سکتا ہوں، جب کہ میری پشت پناہ وہ ذات تھی جس کی خاطر، جس کے حکم پر میں نکلا ہوں۔ وہی مجھے چلائے گا، اور مجھ سے اپنے دین کی خدمت لے گا آخر تک، جب تک آخری سانس ہے، جب تک جسم میں خون کا آخری قطرہ تک موجود ہے، ان شاء اللہ وہ مجھے نامراد نہیں کرے گا، یقیناً نہیں کرے گا۔ اور میرے پاس تو دعائیں تھیں... دعائیں! ایک ایسا ہتھیار، جن سے بڑھ کے طاقت میں اور کوئی ہتھیار نہیں۔ اور میرے پاس تو دعاؤں کا لامحدود خزانہ تھا۔

ان ماؤں کی دعائیں، جن کے جگر کے ٹکڑے بڑھاپے میں ان سے دور کر دیے گئے، یا قتل کر دیے گئے۔ اور ہر اس ماں کی دعا، جس کی آنکھ کا تار میری طرح ان پہاڑوں میں کہیں محو سفر تھا، وہ جب بھی اپنے بیٹے کے لیے ہاتھ اٹھاتی ہوں گی، اس کے علاوہ باقی مجاہدین کے لیے بھی ضرور اپنے رب سے مانگتی ہوں گی ان شاء اللہ۔ اور پھر میری اپنی 'امی' کی دعائیں، جن کے کلیجے کی ٹھنڈک میری دیر اور زیست کا سہارا میرے وجود سے تھا۔ میری امی کے اٹھے ہوئے ہاتھ ہمیشہ میری خیریت اور زندگی کی سعادتیں ہی سمیٹتے تھے۔ امید کرتا ہوں کہ اب بھی ان شاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔

ان بہنوں کی دعائیں، جن کے سہاگ شہید کر دیے گئے، جو جوانی میں ہی بیوہ کر دی گئیں، اور انہوں نے اُف تک نہ کی۔ جواب بھی اپنے بچوں کو شہید والد کے نقش قدم پر چلنے کا درس دیتی ہیں، اور محاذ پر موجود بھائیوں کی مدد کے لیے اپنے بچوں کو تیار کرتی ہیں۔ اسی طرح ان بہنوں کی دعائیں، جن کے گھر بسانے کے لیے صرف ان کا بھائی تھا، لیکن وہ بھی اللہ کے راستے میں، اللہ کے ایک حکم پر نکل آیا۔ ان بہنوں نے بھی خوشی خوشی بھائیوں کو رخصت کیا، اور اللہ کے ایک حکم پر اپنا مستقبل قربان کیا۔ سبحان اللہ! قربان جائیں ان بہنوں کی قربانی پر۔ پھر میری اپنی بہنوں کی دعائیں، جن کا لاڈلا اور چہیتا بھائی انہیں داغِ مفارقت دے گیا۔ انہوں نے بھی آنسو ضبط کرتے ہوئے دعاؤں کے لیے ہاتھ اٹھالے۔ غرض امت کے بچے، بزرگ، بھائی، بہنیں، علماء، طلباء ہر طبقہ دعا گو ہے

مجاہدین کے لیے۔ [اور جو نہیں کرتا دعائیں، اس کی اس سعادت سے محرومی کا تو ذکر ہی کیا!]

اسی طرح میری تھکن کو زائل کرنے، اور عزم و ہمت کو جلا بخشنے والی ایک اور چیز بھی تھی، یعنی وہ 'امیدیں' جو امت مسلمہ کو ہر مجاہد سے ہیں۔ جب بھی کسی کا جگر گوشہ زخموں سے ادھیڑ دیا جاتا اور شہید کر دیا جاتا، تو وہ والدین خون کا گھونٹ پی کر بس اسی بات سے دل کو تسلی دیتے کہ ہمارے دوسرے مجاہد بیٹے اپنے اس بھائی کا بدلہ لے کے ہمارے کلیجے ٹھنڈے کریں گے۔ جب جب کوئی بہن جوانی میں بیوہ کر دی جاتی ہے، یا جب کسی بہن کی عصمت پر کوئی درندہ حملہ آور ہوتا ہے تو وہ اللہ سے فریاد کر کے صرف اپنے مجاہد بھائیوں سے آس لگاتی ہے کہ میرے یہ مومن بھائی ان ظالموں سے میرا انتقام لیں گے۔ جب جب کسی بچے کو یتیم ہو جانے کی خبر ملتی ہے تو وہ اپنی معصوم آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی برساتے ہوئے کہتا ہے کہ "میرے مجاہد چچا میرے ابو کا بدلہ لیں گے، اور میں بھی ان جیسا مجاہد بنوں گا۔" جب جب کوئی دین کی خاطر ستایا جائے، یا ہجرت کرتا ہوا پکڑا جائے، جب جب کسی مظلوم کی آہ فلک کو چیر چیر جائے، جب جب کسی قیدی بھائی کی چیخیں زنداں کی دیواروں میں گھٹ جائیں، آخر کون سی مصیبت، کون سا سانحہ، کون سی مشکل ایسی نہیں جس میں یہ امت مظلومہ مجاہدین کی طرف نہیں دیکھتی، ان سے اپنی امیدیں وابستہ نہیں کرتی۔

پھر میں آیا بھی تو اسی لیے تھا اس رستے میں، اللہ ہی کے لیے ان مظلوموں کی پکار پر، دلوں کو دہلا دینے والے ان کے نالے سن کر، ان کی مدد کے لیے، ان کی حفاظت کے لیے! اور جب میں گھر سے نکل رہا تھا، اس رستے میں آنے کے لیے، تو صرف یہی جذبات لے کر کہ اے میری ماؤ! آپ کے معصوم بچوں کا، جگر کے ٹکڑوں کا، ان کے پارہ پارہ جسموں کا، میں بدلہ لینے نکلا ہوں، میرے لیے دعا کیجیے گا!

اے میری پاکیزہ و عفت مآب بہنو! آپ کی عصمت کا، آپ کی ذلت کا، آپ کی آہوں اور سسکیوں کا، آپ کو پر دے سے محروم کر دینے کا، انتقام لینے چلا ہوں، میرے لیے دعا کیجیے گا! اے میرے محترم بھائیو! آپ کے ہر ہر زخم کا، ہر ہر چچم کا، ہر مصیبت و ابتلا کا، آپ پر کیے گئے ہر ظلم کا حساب چکانے جاتا ہوں، میرے لیے دعا کیجیے گا! اے میرے محترم بزرگو! آپ پر کی گئی ہر زیادتی کا، ہر بے حرمتی کا، آپ کی بزرگی اور سفید داڑھیوں کی ہونے والی ہر بے عزتی کا، آپ کے خاموش آنسوؤں اور آہ و فغاں کا اور آپ کی کھوئی ہوئی عزت واپس حاصل کرنے جارہا ہوں، میرے لیے دعا کیجیے گا!۔ اے میرے معصوم بچو! تم پر اس چھوٹی سی عمر میں مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑنے کا، تمہیں اپنے ماں باپ سے دور کر دینے کا، تمہیں قرآن پڑھنے سے محروم کر دینے کا، تمہارے ہر آنسو اور سسکی کا بدلہ لینے کے لیے، روانہ ہوتا ہوں، اپنی معصوم دعاؤں میں مجھے یاد رکھنا، میرے لیے اللہ سے مدد مانگنا!

یا اللہ کتنا خوشگوار موسم ہے! خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا جب ایک بھائی کی آواز کانوں میں پڑی۔ یک دم مجھے ہوش سا آگیا، ارد گرد دھیان دیا تو حیرت میں ڈوب گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ہم ایک پہاڑ کی چوٹی پہ پہنچ چکے تھے۔ چاروں طرف بہت ہی دھند ہے۔ ہلکی دھیمی دھیمی سی ہوا چل رہی تھی، نیچے انتہائی گھنا سبزہ اور مختلف پودے، ان پودوں میں کھلے ہوئے پھولوں سے اٹھتی بھینی بھینی مہک، عجیب دلکش منظر تھا، بے اختیار میرے منہ سے نکلا، سبحان اللہ! کتنی حسین جگہ ہے۔ واقعی ایسا نظارہ پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ میں چونکہ ابھی ماضی کے خیالات سے نکلا تھا، اس لیے صحیح طرح اندازہ نہیں کر پایا کہ ہم دراصل ہیں کہاں۔ چنانچہ حیرانگی سے پوچھا: لیکن یار یہ اتنی دھند کیوں ہے؟ اور وہ گرمی کیا ہوئی؟ واہ! جناب کو ابھی تک صورت حال معلوم نہیں، ایک بھائی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ چھوڑو یار، ان کو تو اپنی سوچوں سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ مجھے تو لگتا ہے فانی بھائی اپنی شادی کے دن بھی قاضی صاحب سے پوچھ رہے ہوں گے: "قاضی صاحب! دو لہا کہاں ہے؟" فضا میں بیک وقت کئی قہقہے گونجے، جن میں سب سے اونچی آواز میری تھی۔ یار کبھی تو سیدھا جواب بھی دے دیا کرو، میں نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا جب کہ دل ہی دل میں اس جملے کا لطف ابھی تک لے رہا تھا۔ اچی فانی صاحب! یہ دھند جو آپ کو نظر آرہی ہے، درحقیقت یہ بادل ہیں، آپ اس وقت بادلوں میں کھڑے ہیں۔ میں نے دوبارہ سے بغور جائزہ لیا تو واقعی سچی بات تھی۔ وہ جھلسا دینے والی گرمی اب عنقا ہو چکی تھی۔ پہاڑی راستوں کا سفر کرتے، تنگ گھاٹیوں سے گزرتے ہم ایک بہت ہی اونچے پہاڑ پر چڑھنا شروع ہو گئے تھے۔ اس چڑھائی میں حسب معمول میں اپنے خیالات میں کھو گیا تھا۔ اگرچہ اپنے سامان (جس میں گن، جعبہ، کپڑوں کا بیگ شامل تھا) کی وجہ سے تھکاوٹ کا شدید احساس تھا، سانس پھولی جاتی، پسینہ بوندوں کی مانند ٹپکتا تھا۔ لیکن خیالات کا سمندر اپنی جگہ موجزن تھا، اور تصورات کی لہریں تھیں کہ نجانے کہاں کہاں لیے جاتی تھیں۔ مگر اس سب کے ہوتے ہوئے بھی زبان ذکر الہی سے تر رہتی تھی! جہاد میں آکر یہ ایک بڑی عجیب بات دیکھی، کہ جسم کہیں کھپ رہا ہوتا ہے، ذہن کہیں اور غوطہ زن ہوتا ہے، جب کہ دل و زبان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوتا ہے۔

پھر یہ سفر نر اذاتی قسم کا نہیں ہوتا بلکہ اجتماعی ہوتا ہے۔ مطلب میرا یہ ہے کہ دوران سفر جو ساتھی ذرا زیادہ تھک جاتا، اور سامان اٹھانا مشکل ہو جاتا، تو دوسرے ساتھی اس بھائی سے سامان لے کر آپس میں تقسیم کر لیتے۔ ایثار و قربانی، محبت و ہمدردی کے یہ الفاظ اپنی پوری معنوی حقیقت کے ساتھ راہ جہاد میں سامنے آتے ہیں۔ دنیائے حرص و ہوس میں جینے والے کیا جانیں کہ اسلامی معاشرت کیا چیز ہے اور رشتہ اخوت کسے کہتے ہیں۔ جن کی ساری زندگی خود غرضی، دھوکے بازی، جھوٹ اور فریب کاری میں گزری ہو، جن کا دین 'پیروی' کذب و ریا ہو، وہ بھلا اس کیفیت کو کیا جانیں، وہ اس محبت و اخوت کو کیونکر

سمجھیں گے۔ جن کے ہاں ماں باپ، بہن بھائی ہی کی قدر و منزلت نہ ہو، اور جو خود اپنے والدین کو بے عزت کرتے ہوں، ان کو کیا معلوم کہ اپنے مومن بھائی کی تکلیف پر کیسے تڑپا جاتا ہے۔ ان کی ”عقل کامل“ میں یہ بات کیسے آئے کہ اللہ کے لیے جس بھائی سے محبت ہو جاتی ہے تو اس کی خوشی کیسے دل کو باغ باغ کرتی ہے، اور اس کا غم کیوں سب کو نڈھال کر دیتا ہے۔ جو اپنی خواہش نفس ہی کو اپنا معبود بنا چکے ہوں، ان کو کون سمجھائے کہ اپنے معبود حقیقی پر کیسے جان فدا کی جاتی ہے، اور اس کی محبت میں سرشار ہو کر اس دنیائے فانی سے کس طرح منہ موڑا جاتا ہے۔

ہم ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے مسافت طے کرتے جا رہے تھے۔ امیر صاحب اور کتنا دور ہے مرکز؟ میں نے امید بھرے لہجے میں پوچھا۔ بس ڈھائی تین گھنٹوں میں پہنچ جائیں گے ان شاء اللہ۔ امیر صاحب نے پرسکون انداز میں جواب دیا۔ فانی بھائی اگر آپ کی رفتار میں چلیں گے تو سمجھ لیں پانچ گھنٹے نہیں نہیں میں اب تیز چلنے کی کوشش کرتا ہوں ان شاء اللہ۔ ابھی تو دس منٹ بعد ہم ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچنے والے ہیں، جہاں ظہر کی نماز ادا کریں گے اور چائے... امیر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر دس منٹ بعد واقعی ہم ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچ گئے۔ لوگ جیسے پہلے ہی سے منتظر تھے۔ سب بڑے پر تپاک انداز میں ملے۔ معافے اور مصافحے سے فارغ ہو کر ہم ایک کھلی جگہ پر بیٹھ گئے، اور کسی کے گھر جانے سے معذرت کر لی۔ ورنہ ہر ایک کی خواہش یہی تھی کہ مجاہدین میرے مہمان بنیں، اور مجھے خدمت کا موقع دیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے خلوص، محبت اور خدمت کے بیان کے لیے الگ سے ایک مضمون چاہیے، ورنہ چند سطروں میں اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ خیر تھوڑی دیر میں گرم گرم پانی کے لوٹے ہمارے لیے لائے گئے۔ میں حیران تھا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر موجود یہ لوگ روزانہ نیچے سے صاف شفاف چشمے سے کیسی مشقت کے ساتھ پانی لاتے ہیں، پھر بھی اپنی ضروریات میں سے بچا بچا کر مجاہدین کو الگ سے پیش کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! اللہ نے اپنے دین کی خدمت کے لیے کسی پر خلوص قوم کو چنا ہے، جو فنایت کی حد تک مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ وضو کر کے ہم نماز میں مشغول ہو گئے۔ ادھر ہمارے میزبانوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے گھر چائے تیار کر وانے چلا گیا۔ سلام کے بعد ہم جیسے ہی مڑے تو حیرت کے مارے سکتے میں آگئے، بات ہی کچھ ایسی تھی۔ کم و بیش دس بارہ مختلف قسم کی کیتلیاں ہمارے سامنے تھیں۔ کسی میں خڑ (دودھ والی) چائے تھی، تو کسی میں شین (سبز چائے)۔ کسی سے لیموں والی کی خوشبو آرہی تھی، تو کسی سے تور (قہوہ) چائے کی۔ ہم سب مارے شرمندگی کے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ہر کیتلی کے سامنے چھوٹی چھوٹی پیالیوں کا ایک جھر مٹ تھا۔ ابھی ہم کچھ کہہ بھی نہ پائے تھے کہ اچانک جیسے بجلی چمکتی ہے، اس طرح ہمارے میزبان حرکت میں آئے اور اپنے سامنے رکھی پیالیوں کا پیٹ بھرنے لگے۔

پیالیوں کا پیٹ بھرتا دیکھ کر ہمیں اپنے پیٹوں پر ترس آنے لگا۔ ظاہر ہے خلوص و محبت سے بھری ان کیتلیوں سے ہمارا جو حشر ہونا تھا وہ اظہر من الشمس تھا۔ میں نے سنا ہے کہ ان لوگوں کو انکار کریں تو بڑے سخت ناراض ہوتے ہیں، ایک بھائی نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ یہ سننا تھا کہ ہمارے اوسان مزید خطا ہو گئے۔ لیکن ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ سب نے تو چائے پیش کر دی، مگر ایک سفید ریش بزرگ اپنی کیتلی لیے بیٹھے رہے، اور دائیں ہاتھ پہ موجود ایک گلی کو دیکھے جا رہے تھے۔ ہم تجسس میں تھے کہ ماجرا کیا ہے؟ اچانک ان بابا جی کا چہرہ کھل اٹھا، ان کی نظروں کا تعاقب کیا تو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا، لیکن پھر ہم سب کے چروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ عجیب دلچسپ منظر تھا۔ ایک چار پانچ سالہ بچی ہاتھ میں ایک پلاسٹک کا تھیلا اٹھائے تیزی سے ہماری طرف آرہی تھی۔ لطیف بات یہ تھی کہ ایک چھوٹا سا دوپٹہ اس کے سر اور چہرے پر تھا۔ اور جب وہ تیزی سے ہماری طرف لپکتی تو دوپٹہ تھوڑا سا اس کے سر سے سرک جاتا، جو کہ بچی کو گوارا نہیں تھا۔ چنانچہ وہ چلتے چلتے ہی جب اس کو درست کرنے لگتی تو پھر وہ تھیلا اس کے ہاتھ سے جھوٹ جاتا۔ بے بیجاری اسی جدوجہد میں آرہی تھی کہ اچانک اس کے بابا نے ادھر سے آواز لگائی: زرزراشہ! (جلدی جلدی آؤ) تو اس کی رفتار مزید تیز ہو گئی، اور کچھ ہی لمحوں میں ہم تک پہنچ گئی۔ اس کے بابا نے ہماری طرف اشارہ کیا تو وہ ہمارے سامنے آگئی۔ تھیلے کو لگی گرہ کھولنے لگی لیکن سر سے سرکتے دوپٹے کو ٹھیک کرنے کا عمل بھی ہنوز جاری تھا۔ اس کے پھول جیسے چہرے پہ مٹی کے لگے ہوئے دھبے اس کی معصومیت میں اضافہ کر رہے تھے۔ کپڑوں پر بھی کہیں کہیں جمی ہوئی کیچڑ کے نشانات تھے۔ شاید بچوں کے ساتھ کھیل رہی ہو گی کہ ’امی‘ نے ادھر بھیج دیا، مجاہدین کی خدمت کے لیے۔ تھیلے کے بعد اندر موجود رومال کی گرہ بھی کھل چکی تھی، اس نے بڑی نفاست کے ساتھ رومال کھولا، گرم گرم ’دیشلے‘ چار حصوں میں منقسم تھی۔ اس نے ایک ایک کر کے ہم سب کو پیش کیا جس کو ہم آپس میں تقسیم کر لیتے۔ روٹی واقعی مزے دار تھی، اس پہ ہلکا سا مکھن بھی لگا ہوا تھا۔ اس پر خلوص روٹی کی وجہ سے ہم کیتلیوں کا غم بھی بھول چکے تھے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

”علماء کی مداخلت (کسی دنیاوی مفاد کی خاطر دین کے معاملے میں رعایت دینا یا مفاہمت کرنا) بلکہ مجالس معصیت میں شرکت کا یہ اثر ہے کہ عوام ایسے منکرات کو حلال سمجھنے لگے ہیں۔ عوام کی گمراہی اور ارتکاب منکرات کا وبال اور عذاب ایسے مولویوں پر بھی ہو گا جو اس قسم کے منکرات سے نہیں روکتے، بلکہ خود بھی شریک ہو جاتے ہیں۔“

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ

اس لیے کہ کفار کے تنخواہ دار نوکر جانتے تھے کہ اسلام کے اس بطل کو آزادی کے ساتھ جہاد کے عملی میدان میں مجاہدین کے ساتھ ربط و ضبط اور تعاون کا موقع دیا گیا تو یہ ہماری کمر توڑ کر رکھ دے گا۔ اس لیے وہ پاگل کتوں کی طرح اُن کی بوسو گھتے پھر رہے تھے اور ان کا پتہ لگانے کے لیے ان کے والدین اور بھائیوں کو ان کے گھر آکر آئے دن تنگ کر رہے تھے۔ آخر کار کفار کے پالتو کتے جنوبی وزیرستان کے ایک دور افتاد گاؤں میں ڈرون حملے کے ذریعے ان کو اور ان کے چند ساتھیوں کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیکڑوں نوجوانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کر کے ان کے گھروں سے جہاد کے لیے نکالا۔ الحمد للہ۔

یہ مرتدین ایک دیا گل کر کے سمجھ رہے تھے کہ ہم نے اسلام کا قلع قمع کر دیا اور اللہ کے نور کو بجھا دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا۔ ارشادِ باری ہے۔

يُيَذُّونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَهِهِمْ وَيَأْمُرُ اللَّهُ أَنْ يُنْزِلَ نُورًا، وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (التوبہ: ۳۲)

”یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو بُرا ہی لگے۔“

کسی شاعر نے اس آیت قرآنی کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب عکاسی کی۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دواڑھائی سال پہلے کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز دوست نے مجھے فون پر بتایا کہ حافظ وحید اللہ صاحب ایک اسلامی اسکول کھول رہے ہیں اور اس کی افتتاحی تقریب فلاں تاریخ کو ہو رہی ہے، آپ اس تقریب میں ضرور شریک ہوں۔ منعقدہ تقریب سے ایک دو دن پہلے میں مذکورہ عزیز کے گھر گیا ہوا تھا۔ اچانک ایک صاحب کالی گھنی داڑھی والے تشریف لائے تو عزیز دوست نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے کہا کہ یہ ہمارے قاری صاحب ہیں۔ یہ سنتے ہی ڈاکٹر صاحب نے لپک کر ایسے پُر تپاک انداز میں معافقت کیا اور باتیں کرنے لگے کہ مجھے ایسا لگا جیسے ڈاکٹر صاحب مجھے مدتِ مدید سے جانتے

غالباً ۱۹۸۸ء میں پہلی مرتبہ مجھے حافظ وحید اللہ صاحب کی تقریر سننے کا موقع ملا تھا۔ اس وقت سے ان کے ساتھ میرا رسمی ساقلمی تعلق بن گیا تھا۔ اس بات کو تقریباً دو دہائیاں گزر چکی ہیں لیکن کبھی ان سے بالمشافہ ملاقات نہیں ہو سکی۔ چار پانچ سال پہلے اخبارات میں خبریں چھپیں کہ وحید برادران گرفتار کر لیے گئے اور دونوں کو جیل بھیج دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں بھائی حافظ وحید اللہ صاحب کے صاحب زادے ہیں اور یہ کہ ان دونوں بھائیوں نے کسی مجاہد کا علاج کیا تھا، جس کے جرم میں انہیں پکڑ لیا گیا اور دہشت گردی کی خصوصی عدالت نے فردِ جرم عائد کرتے ہوئے انہیں جیل کی سزائی۔ لیکن عدم ثبوت کی بنا پر ہائی کورٹ نے خصوصی عدالت کی اس سزا کو منسوخ کرتے ہوئے انہیں باعزت بری کر دیا۔

میری طرح بہت سے لوگوں کو بھی اس واقعہ نے حیرت زدہ کر دیا ہو گا کہ علاج کرنا بھی کوئی جرم ہے!!! مگر مسلمانوں کے ساتھ المیہ یہ رہا ہے کہ اسلام کے غلبے کے لیے سچی محبت و اخلاص کے ساتھ کوئی شخص کام کرے تو وہ دہشت گرد کہلائے، پھر کوئی ڈاکٹر اس کا علاج کرے تو وہ بھی مجرم ٹھہرے۔ لیکن اگر کوئی وردی پہن کر لاکھوں لوگوں کو ہلاک کرے اور کفار کا فرنٹ لائن اتحادی بن جائے تو وہ ”شریف شہری“ کہلائے۔

آج اس سے بھی حیران کن بات یہ ہے کہ کتنے ہی دین سے اخلاص رکھنے والے ڈاکٹر اور دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد صرف ان شبہات میں ملاپتہ کر دیے گئے، یا جیلوں میں دھکیل دیئے گئے، یا شہید کر دیئے گئے کہ انہوں نے مجاہدین کا علاج کیا، یا ان کے ساتھ معمولی نوعیت کا تعلق رکھا، یا ان سے ادنیٰ سا تعاون کیا۔ انہی جرائم کی وجہ سے ڈاکٹر ارشد وحیدؒ بھی کفار کے ایجنٹوں کے عتاب کا شکار ہوئے۔ پہلے انہیں انسانی ہمدردی کی پاداش میں خصوصی عدالت کے ذریعے سزا سن کر ہر اسال کرنے کی کوشش کی گئی پھر جیلوں میں دھکیل کر دین کے کاموں سے باز رکھنے کا انتہائی اچھوتا حربہ استعمال کیا گیا۔

جب وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مرتدین کے حربوں سے بچ نکلے تو اس کے بعد سے ان پر اور ان کے گھر والوں پر کڑی نگرانی شروع کر دی گئی۔ انہوں نے اللہ کی خوش نودی اور دین کی سربلندی کے لیے دنیاوی آسائشوں اور سہولیات کو لات مار کر آزاد قبائل کی طرف ہجرت اختیار کی۔ اس کے باوجود کفار کے حاشیہ برداروں نے ان کا پیچھا نہیں چھوڑا

ہیں حالانکہ ان کے ساتھ یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ انہوں نے جاتے وقت اسکول کی افتتاحی تقریب کا دعوت نامہ دیا اور اس میں شریک ہونے کی استدعا کی۔

ان سے اس پہلی ملاقات نے مجھے ان کا گرویدہ بنا دیا تھا، جہاں تک تقریب میں شریک ہونے کا سوال ہے تو میرا دل نہیں ٹھک رہا تھا کہ میں اسکول کی تقریب میں شریک ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں میں مغربی نظام تعلیم اور مغربی تعلیمی اداروں سے متعلق کافی کچھ مطالعہ کر چکا تھا اور اس بات پر مجھے یقین ہو چکا تھا کہ اس مغربی نظام تعلیم کے ہوتے ہوئے ایک اسلامی اسکول کا اضافہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ عین تقریب کے دن حافظ وحید اللہ صاحب کا فون آیا کہ ارشد نے آپ کو فون کر کے یاد دہانی کے لیے کہا تھا اس لیے میں نے آپ کو یاد دلانے کی غرض سے فون کیا کہ آج شام اسکول کی افتتاحی تقریب ہے۔ اب مجھے اسکول کی افتتاحی تقریب میں شریک ہونے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا اور میں اس بات سے حیران تھا کہ دعوت نامے، ملاقات اور یاد دہانی کے لیے فون۔ مجھے اندازہ ہوا کہ اس شخص کے اندر ایک ادنیٰ سے آدمی کی کتنی قدر ہے، واقعی وہ ہر چھوٹے بڑے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور احترام سے پیش آتے تھے جس کا برملا اظہار کیے بغیر کوئی رہ نہیں سکتا، جس کے بھی ان سے مراسم رہے ہوں۔

اس پہلی ملاقات اور تقریب میں دعا و سلام کے بعد مجھے ان کے کئی دروس میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ میں نے پہلی دفعہ ان کے درس قرآن میں ان سے ایسی عالمانہ گفتگو سنی کہ میں ان کے سامنے اپنے آپ کو طفلِ مکتب محسوس کر رہا تھا۔ حالانکہ میں مروجہ دینی و دنیاوی تعلیم سے بہت پہلے فراغت حاصل کر چکا تھا اور بیسیوں دروس میں شریک ہو چکا تھا لیکن میں نے کہیں ایسے رقت آمیز مناظر نہیں دیکھے تھے۔ ان کے اس درس میں ہر شخص کی آنکھیں نم تھیں۔

وہ ایک روز ایک دعائیہ (اختتامیہ) تقریب میں مجھے بھی ساتھ لے کر گئے۔ نمازِ عصر کے بعد انہوں نے گفتگو کا آغاز کیا اور دورانِ گفتگو لال مسجد کے واقعہ پر مشتمل اُمّ حسان کی آپ بیتی والا ایک پرچہ جیب سے نکال کر پڑھنا شروع کیا وہ ایک ایک سطر پڑھتے جاتے تھے، خود بھی روتے جاتے تھے اور دیگر شرکاء کو بھی رلاتے جاتے تھے۔ انہوں نے درس کے آخر میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا، پھر کیا تھا کہ پوری محفل پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی جس میں ہر شریک محفل رو رہا تھا اور سسکیاں لے رہا تھا۔ سب اللہ تعالیٰ کی بار

گاہ میں دعائیں کر رہے تھے کہ اے رب العالمین! ہمیں بھی لال مسجد کے جاں نثاروں کی طرح اسلام کا شیدائی بنا اور شہادت عطا فرما۔ کیا دعا تھی! دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے۔ وہ اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد اس درس میں شریک چند ساتھیوں سمیت شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی شہادتوں کو قبول فرمائیں اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آمین! ثم آمین!!

مجھے پہلی ایک دو ملاقاتوں کے بعد ہمیشہ ان سے ملاقات کا انتظار رہتا تھا کیونکہ ان کی شخصیت ہی کچھ ایسی تھی، ان کی گفتگو میں ایسی حلاوت و چاشنی تھی کہ شرکائے مجلس ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے۔ ایک دن چند دوستوں کے ساتھ اچانک کھانے کے وقت آئے۔ میں نے اصرار کیا کہ کھانا تیار ہے تو انہوں نے کہا: ”اگر کھجور ہو تو پیش کر دیجیے۔“ میں نے فرمائش کے مطابق کھجوریں اور پانی لا کر رکھ دیا تو انہوں نے ساتھیوں سمیت کھجوریں تناول فرمائیں اور کہا کہ اس سے اچھا کھانا اور کیا ہو سکتا ہے۔

ایک صاحب ایک درس قرآن کے بعد ادھر ادھر کے سوالات کرنے لگے ڈاکٹر صاحب ان کے سوالوں کا جواب خندہ پیشانی کے ساتھ دے رہے تھے مگر وہ صاحب مان ہی نہیں رہے تھے۔ بالآخر ڈاکٹر صاحب نے ان سے کہا: ”آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر معاملے میں غور فرمائیں۔“ تو وہ صاحب ایک دم سے پانی پانی ہو گئے اور کہا: ”آپ کی بات تو ٹھیک ہے مگر.....!!!“

ایک دن باتوں باتوں میں کہنے لگے کہ ”میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ میرے پیچھے میری کوئی جائیداد نہ ہو۔“ واقعی وہ شخص فنا فی اللہ تھا۔ وہ مالکِ حقیقی سے اس حال میں ملے کہ انہوں نے اپنے پیچھے چار بچوں اور بہت سے چاہنے والوں کے علاوہ کوئی قابلِ ذکر جائیداد نہیں چھوڑی حالانکہ وہ پیشے کے اعتبار سے نیوروسرجن تھے، اپنے دوستوں کے ساتھ بڑے بڑے ہسپتال چلا رہے تھے اور دنیا ان کے قدموں میں تھی۔ اس کے باوجود اپنی زندگی کو دوسرے ڈاکٹروں کی طرح دنیا کمانے میں ایک دن بھی صرف نہیں کیا سوائے خدمتِ خلق کے، جس کے جرم میں جیل کی مشقتیں بھی جھیلیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی سعیِ جمیلہ کو قبول فرمائیں، ان کے درجات کو بلند کریں اور اُمتِ مسلمہ کے نوجوانوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کریں۔ آمین!

☆☆☆☆☆

غزنی کی فتح نے کیا ثابت کیا؟

مصدر: امارت اسلامیہ افغانستان کی رسمی اردو ویب سائٹ ”الامارہ اردو“

کر دیا تھا۔

غزنی کے شہریوں نے سالوں بعد مشاہدہ کر لیا کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین ان کے ہمدرد اور ان کی جان و مال اور آبرو کے محافظ ہیں، حتیٰ جنگ کے ہنگامی حالت میں بھی عام شہریوں کا خیال رکھتے ہیں۔

بہر کیف، غزنی کی فتح نے فوجی، سیاسی اور سماجی لحاظ سے امارت اسلامیہ کی کامیابی ثابت کر دی، مجاہدین کے درمیان تشریک مساعی، اطاعت، اتحاد، بلند حوصلہ، نظم اور جنگ کے اسلامی اصول کو وفاداری نے حقیقی صورت ظاہر کر دی۔ اس کے برعکس استعمار اور اس کے کٹھ پتلی غلاموں میں ہم آہنگی، ضعف، تزلزل اور عوام میں ان کی اجنبیت کو ظاہر کر دیا۔ ہمیں امید ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں، کہ غزنی تاریخی شہر کی فتح وطن عزیز کی مکمل آزادی کی ابتدا اور افغانستان میں خود مختار اسلامی نظام کے قیام کا آغاز ہو گا۔

☆☆☆☆☆

ہم سے وہ بد گمان ہے تو ہو	آج لکارنے کی خواہش ہے
غیر پر مہربان ہے، تو ہو	سامنے پھنسنے خان ہے، تو ہو
جاں ہتھیلی پہ لے کے نکلا ہوں	انفیر و کی صدا ہے سب کے لیے
آج خطرہ جان ہے، تو ہو	کوئی شیخ القرآن ہے، تو ہو
ہم تو لڑنے کے شوق میں نکلے	ہم محبِ مدینہ و مکہ
رُوبر و پہلو ان ہے، تو ہو	وہ محبِ ایران ہے، تو ہو
ان کو لانے کی ٹھان لی ہم نے	موت سے ملنے کی تمنا ہے
دل شکستہ مکان ہے تو ہو	زندگی درمیان ہے، تو ہو
ہم تو بولیں گے پیار ہے، ان کے	ہم تو ہجرت کریں گے اُس جانب
منہ میں لمبی زبان ہے تو ہو	پاگلوں کا جہان ہے، تو ہو
عشق کرتے تھے عشق کرتے ہیں	میرے کوچے میں تیرے آنے سے
عشق بے داستان ہے تو ہو	نقص امن و امان ہے، تو ہو
ہم تو کھائیں گے ہر شجر کا پھل	خفی باتیں بتائے گا ہڈ ہڈ
باغ میں باغبان ہے، تو ہو	تاک میں پاسبان ہے، تو ہو
اِس طرف زیرِ دھوپ رہنا ہے	
اُس طرف سائبان ہے تو ہو	

ہُدُہ الہ آبادی

جمعرات اور جمعہ (تین اور چار اگست) کی درمیانی شب امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ غزنی کے مرکزی شہر میں آپریشن کا آغاز کیا اور کم مدت میں دشمن کی دفاعی فرنٹ لائن کو توڑ کر مجاہدین کئی اطراف سے شہر میں داخل ہوئے۔ آپریشن کے ابتدائی ۲ دنوں میں مجاہدین شہر کے اندر سرچ آپریشن میں مصروف تھے، اس سلسلے میں مجاہدین نے پولیس اسٹیشنز، بالاحصار، سابق لیبر پورٹ اور دیگر سرکاری تنصیبات کا کنٹرول حاصل کر لیا اور شہر میں سیکورٹی اہل کاروں اور اعلیٰ حکام کو گورنر ہاؤس، پولیس ہیڈ کوارٹر اور میٹلی جنس سروس ڈائریکٹوریٹ میں محصور کر لیا۔

غزنی افغانستان کی تاریخی اور مشہور شہروں میں سے ایک ہے، جو چند صدی قبل غزنوی سلطنت کا دار الحکومت رہا۔ یہ شہر افغانستان کے مرکزی حصے میں واقع ہے۔ کابل قندہار قومی شاہراہ پر واقع سب سے اہم اور اسٹریٹیجک علاقہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے کنٹرول سے ثابت ہو رہا ہے کہ امارت اسلامیہ کے پاس قوت ہے کہ دور افتادہ علاقوں، قصبات اور ضلعی مراکز کی طرح اب بڑے شہروں اور صوبائی مراکز پر بھی قبضہ جاسکتا ہے۔

غزنی شہر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی مؤثر فوجی منصوبے، دقیق محاسبے، مخلصانہ ہم آہنگی اور تابڑ توڑ حملے کے نتیجے میں فتح ہوا۔ اس شہر کا کنٹرول حاصل کرنا غاصب امریکہ کے اس پالیسی کی ناکامی کے معنی میں ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ افغانستان کے دور افتادہ دیہی علاقوں سے اپنی قوت کو صوبائی مراکز میں اکٹھا کریں اور اپنی توجہ کو شہروں کی تحفظ پر رکھے۔ غزنی کے تجربے نے ثابت کر دی، کہ امارت اسلامیہ کے تابڑ توڑ حملوں کے مقابلے میں شہروں کی دفاعی لائن بھی محفوظ نہیں رہتی۔

فوجی کامیابی کے علاوہ غزنی شہر میں مجاہدین نے محتاطانہ آپریشن، سویلین نقصانات کا گراف کا کم ہونا، عوام کی تسلی اور یہ کہ مجاہدین جب ہر علاقے میں داخل ہوتے ہیں، تو عام شہریوں سے ملاقاتیں اور مشورے کرتے رہتے ہیں۔ انہیں امن و امان کی تسلی دیتے ہیں اور ہر مسئلے کے حل میں عوام کیساتھ تعاون کرتے ہیں، دوسرا یہ کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین دشمن کی افواج کی ہلاکت کے بجائے انہیں سرنڈر ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور اس سلسلے میں اب تک کابل انتظامیہ کے ایک سو سے زائد سیکورٹی اہل کار سرنڈر اور ان کی زندگی بچالی گئی ہے۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے ان اسلامی اخلاقی معیار کی رعایت یہ ثابت کر رہا ہے کہ عوام کی جان و مال اور عزت کا تحفظ امارت اسلامیہ کے لازمی اہداف میں سے ہیں، جس کی ہر حالت میں رعایت کو لازم سمجھتی ہے۔

مجاہدین کا ایسا سلوک دشمن کے ان پروپیگنڈوں کو غلط ثابت کر رہی ہے، جنہوں نے گذشتہ سترہ سالوں میں مجاہدین کو ایک جنگی دہشت گرد گروہ کی حیثیت سے متعارف

داعشی جنگ جوؤں کو کس نے اور کیوں بچایا؟

مصدر: امارت اسلامیہ افغانستان کی رسمی اردو ویب سائٹ ”الامارہ اردو“

اسلامی تاریخ میں غداریوں کی تاریخ پرانی ہے... کوفہ کے پیٹھے پھیرنے والے لوگ ہوں، یا صلیبی جنگوں میں صلیبی عورتوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کماندان، یا ماضی قریب میں لارنس آف عربیہ و میر جعفر، میر صادق... اگلے زمانے کے مورخین ایک نئے قسم کے غداروں کو بھی اس فہرست میں شامل کریں گے، جن کی جڑیں تو قدیم خوارج سے ملتی ہیں... لیکن دشمن کے ہاتھوں میں وہ قدیم خوارج شاید کھلونا بنے تھے... داعش نامی خارجی گروہ، تنہا ”مسلمان“!... تمام دنیا میں مسلمانوں کی عسکری مدافعت کو توڑنے کے لئے بھرپور استعمال ہو رہا ہے... شام میں مسلح بغاوتوں کو ناکام بنا کر صلیبی صہیونی اسدی ایجنڈا دانستہ یا نادانستہ پورا کرنے کے بعد، اور یمن و مصر اور لیبیا و صومال میں مجاہد گروہوں میں انتشار کو ہوا دینے کے بعد، اب ان خارجی ٹولوں کو امریکی و افغانی سرپرستی میں افغانستان میں لاسیا جا رہا ہے... اور عالمی میڈیا پر ان کی خوب خوب تشہیر بھی کی جا رہی ہے... طالبان عالی شان کی مزاحمت کو امریکہ، نیٹو اور ان کے مقامی حواری اپنی ۷۰ سال کی ٹیکنالوجی سے بھی شکست نادے سکے تو اب اپنا آخری مہرہ تنظیم داعش کی صورت میں سامنے لائے ہیں۔ جن کے نزدیک قتال صرف مرتدین یعنی ”مسلمانوں“ سے ہوتا ہے... لیکن باذن اللہ یہ غاصب اپنی اس چال میں بھی ناکام ہوں گے، بے شک اللہ کی تدبیر بہترین اور کفار کی تدبیر بودی ہے، اور بہترین تدبیر تو اللہ ہی کی ہے۔ طالبان عالی شان کی حالیہ فتوحات ان کی راتوں کی نیندیں چھین چکی ہیں، اور ان شاء اللہ شیروں کی دھرتی افغانستان سے غاصبوں کو نکال کر ہی دم لیں گے۔ [ادارہ]

کونسل کے ارکان کہتے ہیں کہ میدان جنگ سے داعش کے جھجکوں کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے محفوظ مقام کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے یہ وضاحت بھی کی کہ نامعلوم ہیلی کاپٹروں کے ذریعے انہیں بچایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہیلی کاپٹر حکومت کے نہیں تھے!! صوبائی کونسل کی رکن حلیمہ صدف نے کہا کہ ۸۰ سے ۱۰۰ کے درمیان جنگ جوؤں کو نامعلوم طیاروں کے ذریعے میدان جنگ سے نکالا گیا تھا۔ اسی طرح ضلع درزاب کے سکیورٹی کمانڈر محمد اسماعیل نے بھی اعتراف کیا کہ طالبان کے شدید حملوں کے بعد داعش کو شکست ہوئی، لیکن ۲۰۰ جنگ جوؤں کو حکومت نے بچایا۔ انہوں نے مزید تفصیلات نہیں بتائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مقامی لوگ اور مجاہدین سب کہتے ہیں کہ ۳۰ مکان دانوں سمیت ۲۱۶ افراد کو طالبان کی گرفت سے بچانے کے لیے ان ہیلی کاپٹروں کے ذریعے نامعلوم مقام پر منتقل کیا گیا، جن ہیلی کاپٹروں کے ذریعے جنگ جوؤں کو یہاں لایا گیا تھا۔ مجاہدین نے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ وہ جب داعش کے خلاف آپریشن کا آغاز کرتے ہیں تو امریکی اور افغان فضائیہ کو نشانہ بناتے ہیں، لیکن جب مجاہدین بم باری کے باوجود داعشی جنگ جوؤں کے گرد گھیرا نگ کرتے ہیں تو حکومت کے ہیلی کاپٹر بروقت پہنچ کر داعشیوں کو بچا کر فوجی اڈوں میں منتقل کر دیتے ہیں۔ درزاب کا واقعہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ اب تو سب پر واضح ہو گیا ہے کہ داعش، امریکی منصوبہ ہے، جو سلامتی کونسل کے سربراہ حنیف اتمر کے ذریعے پروان چڑھایا جا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے شمالی صوبہ جوزجان کے ضلع درزاب میں داعش کا آخری ٹھکانہ بھی فتح کر کے پورے شمال سے اس کا صفایا کر دیا ہے۔ طویل عرصے سے نامعلوم طیاروں کے ذریعے داعش کے جنگ جو یہاں منتقل کیے جا رہے تھے۔ ان کی موجودگی اور تعداد کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا تھا۔ داعش کے خلاف مجاہدین نے مسلسل ۲۴ دن آپریشن کیا۔ اگرچہ امریکی اور افغان فضائیہ نے اس دوران کئی بار مجاہدین پر حملے کیے، لیکن اللہ کے فضل و کرم سے گزشتہ روز یہ آپریشن کامیابی کے ساتھ مکمل ہوا۔ جس میں ۹۲ داعشی جنگ جو ہلاک، ۵۱ زخمی ہوئے۔ جب کہ ۱۲۸ گرفتار کر لیے گئے۔

عجیب صورت حال تب سامنے آئی، جب مجاہدین نے داعش کے جنگ جوؤں کو گھیرے میں لیا تو کابل انتظامیہ نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے انہیں بچانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد کابل انتظامیہ کے اعلیٰ حکام نے اعلان کیا کہ محاصرے میں پھنسے ہوئے جنگ جوؤں نے حکومت کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ حالانکہ مختلف علاقوں میں متعدد بار ایسا ہوا ہے کہ مجاہدین نے افغان فورسز کے اہل کاروں کو محاصرے میں لیا تو انہوں نے چیخ چیخ کر حکام بالا سے بچانے کی منت ساجکت کی، لیکن کسی نے ان کی فریاد سنی اور نہ ہی کہیں پران کی شنوائی ہوئی۔ البتہ گزشتہ روز درزاب میں کابل انتظامیہ کے طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے داعشی جنگ جوؤں کو بچا کر نامعلوم مقام پر منتقل کیا گیا۔ جس پر پوری قوم نے تعجب کا اظہار کیا کہ حملہ آوروں نے افغانستان میں اپنے غلاموں کے ذریعے کون سا کھیل شروع کر رکھا ہے؟! داعش کے جنگ جوؤں کو بچانے کی تصدیق حکام نے بھی کی ہے۔ جوزجان کی صوبائی

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب و تدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ جولائی ۲۰۱۸ء میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیش خدمت ہے۔ یہ تمام اعداد و شمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں۔ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ <http://www.urdu-alemarah.com> پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ساتھ ہی مجاہدین نے ایک فوجی ریجنر گاڑی، ایک ٹینک، 3 کلاشکوفیں، ایک راکفل، 15 موٹر سائیکلیں اور دیگر فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔
☆ صوبہ کابل کے ضلع سروبی میں میں مجاہدین نے فوجی کاررواں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 ریجنر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 10 اہل کار بھی ہلاک ہوئے۔
☆ صوبہ پکتیا کے ضلع احمد خیل کے مشہ کے علاقے میں مجاہدین نے خفیہ ادارے کے دو کارکنوں عالم گل اور خالد کو مار ڈالا۔

7 جولائی:

☆ صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں روضہ کے قریب باغ کے مقام پر واقع پولیس مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مرکز مکمل طور پر فتح اور وہاں تعینات دو کمانڈروں مسافر روضی اور ظریف سمیت 10 اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور دیگر فرار ہو گئے۔ مجاہدین نے ایک ٹینک، ایک ریجنر گاڑی، چار عدد فوجی موٹر سائیکلیں اور کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے و بھاری ہتھیار غنیمت کر لیا۔
☆ صوبہ ننگرہار کے اضلاع غنی خیل، خوگیانی اور سپین غر میں خان خیل، ہجوم قلعہ اور دیگر علاقوں میں کابل انتظامیہ کے 6 سیکورٹی اہل کار حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کی مخالفت سے دست بردار ہو گئے اور مجاہدین سے آٹے

☆ صوبہ اورزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں شاہ منصور کے علاقے میں دشمن پر حملہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ، 8 اہل کار ہلاک، جب کہ 6 مزید زخمی ہوئے۔
☆ صوبہ زابل کے صدر مقام قلات شہر میں کاکڑان کے علاقے میں فوجی قافلے پر حملہ ہوا، جس سے 2 ٹینک ایک ریجنر گاڑی تباہ اور پانچ اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ غور کے ضلع چھار سدہ میں ہونے والے بم دھماکے سے ضلعی چیف (ابراہیم) 2 محافظوں سمیت ہلاک ہوا۔

☆ صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں مجاہدین کے رابط ایک افغان فوجی نے امریکیوں کو فائرنگ کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں 4 امریکی فوجی ہلاک اور 3 زخمی ہوئے۔
☆ صوبہ پکتیا کے ضلع لہ منگل میں 12 پولیس اہل کاروں اور فوجیوں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کی مخالفت سے دستبردار ہو گئے۔

☆ صوبہ پکتیا کے ضلع بیک خیل میں مغلی کے علاقے میں واقع چوکی پر ہونے والے حملے میں اعلیٰ پولیس افسر امیر غفور ہلاک ہوا۔

4 جولائی:

☆ صوبہ پکتیا کے صدر مقام گردیز شہر میں مجاہدین نے جنگ جوؤں کی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 شریک ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور ایک گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، تین کلاشکوفیں، دو گرین کوف وغیرہ غنیمت کر لیا۔
☆ صوبہ بدخشان کے ضلع جرم میں سوچ کے علاقے میں فوجیوں اور جنگ جوؤں پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی ہلاک جب کہ کمانڈر آصف سمیت 6 زخمی ہوئے۔
☆ صوبہ بلخ کے ضلع چار بولک میں دو چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دونوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے وحشی کمانڈر خدائیداد ہلاک جب کہ 3 زخمی اور دیگر فرار ہو گئے۔ مجاہدین نے ایک فوجی ریجنر گاڑی، ایک راکٹ، 4 کلاشکوفیں، ایک راکفل اور کافی مقدار میں مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔
☆ صوبہ کابل کے ضلع سروبی میں مرکز کے قریب نغلو کے علاقے میں واقع چوکی پر ہونے والے حملے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 6 ہلاک جب کہ 5 زخمی ہونے کے علاوہ ایک راکٹ، ایک ہیوی مشین گن، تین کلاشکوفیں، دو موبائل سیٹیں اور دیگر فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں خدر کے علاقے میں فوجی بیس کے سامنے امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد نے جارج امریکی وکھ پتلی فوجوں کے کاروان سے بارود بھری گاڑی ٹکرا دی، جس کے نتیجے میں ایک امریکی ٹینک مکمل طور پر تباہ جب کہ دوسرے کو نقصان پہنچنے کے علاوہ 5 امریکی فوجی واصل جہنم جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

5 جولائی:

☆ صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغہ میں آب پران کے علاقے میں آپریشن کے لیے آنے والے جارج امریکی وکھ پتلی فوجوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں جارج وکھ پتلی فوجوں کے 2 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ ایک امریکی افسر سمیت متعدد جارج امریکی وکھ پتلی فوجی ہلاک وزخمی جب کہ دیگر رات کے وقت فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔

6 جولائی:

☆ صوبہ بلخ کے ضلع چتال میں مجاہدین نے نظم عامہ اور مقامی جنگ جوؤں کی چوکیوں اور بیس پر وسیع حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ایک فوجی بیس اور دس چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 5 اہل کار ہلاک جب کہ 11 زخمی اور ایک گرفتار ہوا اور

8 جولائی:

☆ صوبہ فاریاب کے ضلع المار کے شیر تک کے علاقے میں پولیس چیف کمانڈر (نبی جان ملا خیل) کے کاروان پر حملہ ہوا، جس سے 4 گاڑیاں اور 2 ٹینک تباہ، 15 فوجی و پولیس ہلاک، جب کہ 14 زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ نیمروز کے ضلع خاشرو د میں جنخیر کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، کمانڈر سمیت 4 اہل کار ہلاک، جب کہ 3 مزید زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ قندھار کے ضلع دامن میں مرغانکلیجی کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکے سے امریکی ٹینک تباہ اور اس میں سوار غاصبین ہلاک و زخمی ہوئے۔

9 جولائی:

☆ صوبہ ہلند کے ضلع راجہ میں کیپ کنڈک کے علاقے میں امریکیوں اور نام نہاد کمانڈوز نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اتر کر آپریشن کا آغاز کیا، جن پر مجاہدین نے جوابی کارروائی کی، جس کے نتیجے میں سپیشل فورس کے 5 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ فاریاب کے ضلع گریوان میں سرچکان کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 4 جنگ جو ہلاک، جب کہ کمانڈر سمیت 4 مزید زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک راکٹ لانچر، ایک ہیوی مشن گن اور 2 کلاشنکوف غنیمت کر لیے۔

10 جولائی:

☆ صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک میں گراندہ کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے چوکی فتح اور کمانڈر احمد شاہ سمیت 8 اہل کار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ٹینک، ایک ایم 82 توپ، 2 راکٹ لانچر اور 3 کلاشنکوف سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں کھ پتلی فوجوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 8 اہل کار ہلاک ہوئے اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں چیغارو کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 6 اہل کار ہلاک اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، 4 امریکی ایم فور گنیں، ایک راکٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس میں 2 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 3 فوجی ہلاک جب کہ کمانڈر زرغون سمیت 2 شدید زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ قندھار کے ضلع ٹوٹی میں بم دھماکے سے فوجی گاڑی تباہ اور اس میں سوار 6 اہل کار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ زابل کے ضلع دائی چوپاں میں فوجی قافلے پر حملہ و دھماکے ہوئے، جس سے 5 ٹینک تباہ اور کمانڈر نور محمد سمیت 11 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ زابل کے ضلع نوبھار میں شیخو کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکے سے ریجنر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 5 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ غور ضلع تیورہ میں مقامی جنگ جوؤں پر حملہ، جب کہ ضلع دولینہ میں 4 کمانڈروں سمیت 21 اہل کار مجاہدین سے آئے۔

☆ صوبہ غور کے ضلع دولینہ میں 14 ہم کمانڈروں (کمانڈر اور لیس، کمانڈر عبدالصیر، کمانڈر گل احمد) سمیت 21 اہل کاروں نے مجاہدین کے مخالفت سے دست برداری کا اعلان کیا۔

سرندر ہونے والوں نے 15 کلاشنکوف، 3 ہیوی مشن گن اور 2 راکٹ لانچر بھی مجاہدین کے حوالے کر دیے۔

11 جولائی:

☆ صوبہ زابل کے صدر مقام قلات شہر فوجی کاروان پر حملہ ہوا، جس سے ایک ٹینکر 2 ریجنر گاڑیاں اور ایک ٹینک اور اس میں سوار اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل میں ڈاگی پل کے علاقے میں پولیس گشتی پارٹی پر شدید دھماکہ ہوا، جس سے 6 اہل کار ہلاک جب کہ 9 زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع جغتو میں ناہور روڈ پر صداقت بازار کے مقام پر واقع نام نہاد ضلع رشیدان کے مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز فتح اور وہاں تعینات اہل کار فرار ہو گئے، جن کے اسلحہ اور دیگر فوجی سازوسامان مجاہدین نے غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع ناہور میں سبز آب کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں جنگ جوؤں کی چوکی فتح اور وہاں تعینات 10 شریک ہلاک ہوئے، مجاہدین نے ایک موٹر سائیکل اور کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے و بھاری ہتھیار قبضے میں لیے۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں گامیشک کے علاقے میں مجاہدین نے جنگ جوؤں کی دو چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دونوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات جنگ جوؤں میں سے 8 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہو گئے، ایک ٹینک اور 2 ریجنر گاڑی بھی تباہ ہوئیں۔ مجاہدین نے 5 کلاشنکوفیں، 2 ہیوی مشین گنیں، ایک راکٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں سرخوم کے علاقے میں کھ پتلی فوجیوں پر حملہ ہوا، جس سے 6 ٹینک تباہ اور 10 اہل کار ہلاک، جب کہ 8 زخمی ہوئے۔

12 جولائی:

☆ صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں پولیس مرکز پر حملہ ہوا، جس سے مرکز فتح، 10 پولیس ہلاک، جب کہ 15 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 4 ٹینکوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ کابل میں کابل شہر کے کمپنی کے علاقے آب رسالی کے مقام پر مجاہدین کے حملے میں چیف ایگزیکٹو ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کا مشیر کمانڈر نور آغاز زخمی اور اس کا محافظ مار گیا۔

☆ صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان کے شہر جدید کے علاقے میں مجاہدین نے پولیس ہیڈ کوارٹر افسر کمانڈر نور آغا خان کو قتل کر دیا۔

☆ صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی میں پل مؤمن کے علاقے میں واقع فوجی بیس اور چوکیوں پر حملہ کیا گیا۔ مجاہدین نے ایک فوجی بیس، 11 چوکیاں پر قابض ہوئے اور 65 اہل کار بیس اور 7 چوکیوں میں مارے گئے جب کہ 9 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 4 فوجی ٹینک، 4 ربڑ گاڑیاں اور کافی مقدار میں مختلف النوع اسلحہ وغیرہ غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ میدان کے ضلع جغتو میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا اور ساتھ ہی دشمن پر دھماکے بھی ہوئے، جس کے نتیجے میں 4 فوجی ٹینک اور 2 سپلائی گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 11 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 6 شدید زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ پکتیا کے ضلع زرمست میں بم دھماکے سے فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار 6 کھ پتلی لقمہ اجل بن گئے۔

☆ صوبہ پکتیا کے ضلع احمد آباد میں واقع فوجی بیس مرکز اور چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں فوجی بیس اور 5 چوکیاں فتح ہوئیں اور 9 اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

13 جولائی:

☆ صوبہ ہلند کے ضلع ناوہ میں ٹانگان کے علاقے کے زاہر کے مقام پر واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں 3 چوکیاں فتح، ایک لوکسل کار اور 2 موٹر سائیکل تباہ، کمانڈر (حبیب اللہ) سمیت 5 اہل کار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔ ایک ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر اور ایک رات والے دور بین سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا گیا۔

☆ صوبہ ہرات کے ضلع شینڈ میں چشمہ کے علاقے میں واقع فوجی یونٹ اور چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے ایک چوکی اور ایک مرکز فتح، 18 اہل کار ہلاک، 14 زخمی، جب کہ ایک گرفتار ہوا۔ مجاہدین نے پانچ ہیوی مشن گن، 4 جلسیٰ بندوق، 2 راکٹ لانچر، ایک رائل گن اور ایک بم آفگن سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع مقرر میں فوجی مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 بر جیں مکمل طور پر تباہ ہوئیں اور 2 ٹینک تباہ اور 13 اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی ہوئے۔

14 جولائی:

☆ صوبہ فراہ کے ضلع بالابوک میں واقع فوجی مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے مرکز فتح اور اس میں تعینات کمانڈر سمیت 15 اہل کار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 3 ہیوی مشن گن اور 10 جلسیٰ بندوق سمیت مختلف النوع فوج ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع جغتو میں مجاہدین نے پولیس مرکز اور دو چوکیوں پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تمام مراکز فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 15 ہلاک جب کہ 11 زخمی ہونے کے علاوہ 2 فوجی ٹینک اور 3 گاڑیاں مکمل طور پر تباہ ہوئیں۔

☆ صوبہ کابل کے ضلع قرہ باغ میں فقیر آباد کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی ڈرون طیارے کو نشانہ بنا کر مارا گرایا۔

☆ صوبہ کابل کے ضلع خاک جبار میں کابل انتظامیہ کے 27 سیکورٹی اہل کار حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبردار ہوئے اور مجاہدین سے آملے۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع شگر کے بندہ سرہ کے علاقے میں بم دھماکے سے فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار 4 اہل کار ہلاک وزخمی۔

☆ صوبہ میدان کے ضلع چک میں بندر کے علاقے میں واقع پانچ چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 10 اہل کار ہلاک جب کہ ایک گرفتار ہوا۔ مجاہدین نے ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، ایک مارٹر توپ، ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ، ایک سنایپر گن، 5 کلاشنکوفیں وغیرہ غنیمت کر لی۔

☆ صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد میں 14 سالہ افغان بچے سید محمد نے جلال آباد شہر میں امریکی فوجی افسر کو پر حملہ کر کے اسے واصل جہنم کر دیا۔ بعد میں کھ پتلی علاموں نے بہادر بچے کو نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ قبلہ اللہ

☆ صوبہ ہلند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں فوجیوں، پولیس اہل کاروں اور جنگ جوؤں کے مرکز پر فدائی مجاہدین نے بارودی مواد سے بھری ہوئی مزدا گاڑی کو مرکز سے ٹکرایا، جس سے مرکز، 6 ٹینک و گاڑیوں سمیت تباہ اور اس میں تعینات اہم کمانڈروں سمیت 37 اہل کار ہلاک، جب کہ 11 مزید زخمی ہوئے۔

15 جولائی:

☆ صوبہ بلخ کے ضلع چاہی میں ادینہ کے علاقے میں جنگ جوؤں پر گھات کی صورت میں کی جانے والے حملے میں سفاک کمانڈر عبدالحمید 4 جنگ جوؤں سمیت مارا گیا۔

☆ صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر کے قرہ باغ اڈہ کے مقام پر مجاہدین نے صوبائی کونسل رکن اور کابل پارلیمنٹ کے نامزد امیدوار عبید اللہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆ صوبہ نیمروز کے ضلع خاشرود میں فوجی چوکی پر وسیع حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، اور اس میں تعینات 9 اہل کار موقع پر ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک راکٹ لانچر، 2 ہیوی مشن گن، ایک مارٹر توپ، ایک رائل گن، ایک دور بین اور ایک جلسیٰ بندوق سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ کابل میں کابل شہر کے کمپنی کے علاقے قلعہ کاشف کے مقام پر مجاہدین نے ڈسٹرکٹ انویسٹی گیشن افسر عبدالغفور حفیظ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆ صوبہ بلخ کے ضلع البرز کے مربوطہ علاقوں میں مجاہدین نے کھ پتلی دشمن کے خلاف وسیع کارروائی کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں 7 بڑے گاؤں قمشیلی، کورچہ، شورچہ، قدوغ بیل، قزل قدوغ، بائی بچہ قاق اور پیش درہ سے دشمن کا مکمل صفایا ہو گیا۔

☆ صوبہ قندوز کے ضلع چاردرہ میں جارج امریکی فوجیں، کمانڈو، پولیس اہل کار اور مقامی جنگ جوؤں نے نہر صوفی، شیخان، خرکاران، لغمانو، زانہیل، غونڈی، حضرتان اور میاں گان کے علاقوں میں مجاہدین کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت اور دھماکوں کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 3 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 2 امریکی غاصب، 19 کمانڈو اور 2 جنگ جو ہلاک جب کہ ایک امریکی، 6 کمانڈو اور 2 جنگ جو زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ بدخشان کے ضلع زیباک میں ضلعی مرکز کے قریب فوجی بیس اور چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 فوجی بیس اور 15 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 42 اہل کار ہلاک جب کہ 28 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 3 فوجی ٹینک، 2 ایس پی جی ٹانک توپیں، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، ایک مارٹر توپ، 10 امریکی گنیں، 49 ہیوی مشین گنیں، راکٹ لانچر اور کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان مجاہدین نے غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ کابل کے ضلع خاک جبار کے رہائشی 23 پولیس اہل کار اور فوجی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین مخالفت سے دستبردار ہوئے۔

☆ صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں دہ نور کے علاقے میں کھ پتلی کمانڈوز سے مجاہدین کی جھڑپیں ہوئیں، جس کے نتیجے میں ٹینک تباہ اور 6 اہل کار ہلاک ہوئے۔

16 جولائی:

☆ صوبہ قندہار کے ضلع معروف میں ثالثیون اور بدناوہ کے علاقوں میں 48 جنگ جوؤں نے مجاہدین کے مخالفت سے دست برداری کا اعلان کیا۔

☆ صوبہ میدان کے ضلع جلریز کے مربوطہ علاقے مجاہدین نے امریکی فوجی سائپر گن کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔

17 جولائی:

☆ صوبہ ہلند کے صدر مقام لشکر گاہ میں سرکار کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس سے چوکی فتح، ریجر گاڑی تباہ، اور ظالم کمانڈر ابراہیم سمیت 7 پولیس اہل کار موقع پر ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع شگلر مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو فوجی ٹینک اور ایک گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ 10 ہلاک و زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ قندہار کے ضلع بولدک کے سرکار ویاہ اور لکڑوں کے علاقوں میں واقع فوجیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 4 چوکیاں فتح، 4 ٹینک ایک ریجر گاڑی، 2 اینٹی ایئر کرافٹ گنیں اور ایک دوہلیہ گن تباہ، 9 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ قندہار کے ضلع شاولیکوٹ میں تانوچہ گاؤں کے علاقے میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 3 ٹینک، 3 گاڑیاں تباہ اور 8 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ میدان کے ضلع جلگہ میں بدہک کے علاقے میں چوکی پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں چوکی تباہ اور وہاں تعینات 6 اہل کار قتل ہوئے۔

18 جولائی:

☆ صوبہ کابل کے ضلع کابل شہر میں کمپنی کے علاقے پغمان روڈ پر مجاہدین نے اعلیٰ فوجی جہز حمید کو حکمت عملی کے تحت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

☆ صوبہ پکتیکا کے ضلع سروبی میں ہیستو اور زڑہ قلعہ کے علاقوں میں مجاہدین نے جنگ جوؤں کی چوکیوں پر حملہ کیا، جس میں 6 اہل کار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ قندہار کے ضلع شاولیکوٹ میں دشمن کے مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 5 چوکیاں فتح، 7 ٹینک، 4 ریجر گاڑیاں تباہ، 24 اہل کار ہلاک، جب کہ 28 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 14 کلاشنکوف، 2 اینٹی ایئر گرافٹ گن، ایک ایم 82 توپ، ایک مارٹر توپ، سات ہیوی مشن گن، 3 راکٹ لانچر، 2 بم آفگن اور ایک پستول سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ ہلند کے ضلع گر شک میں کھ پتلی فوجیوں اور پولیس اہل کاروں پر حملہ ودھماکہ ہوا، جس سے 2 ٹینک تباہ اور 10 اہل کار ہلاک، جب کہ 2 مزید زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ بدخشان کے ضلع کشم میں 11 پولیس اہل کار اور نام نہاد قومی لشکر کے جنگ جو دعوت و ارشاد کمیشن کے کارکنوں کی تگ دود کے نتیجے میں حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبرداری اور مجاہدین سے آملے۔

19 جولائی:

☆ صوبہ ہلند کے ضلع گریشک میں یخچال مقام پر واقع اہم چوکی پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح، اور اس میں تعینات 14 اہل کار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے پانچ کارمولی، ایک ہیوی مشن گن، ایک رائف گن، ایک مارٹر توپ اور 2 بم آفگن سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع شگلر میں فوجی کارواں پر ہونے والے حملوں اور دھماکوں سے 3 فوجی ٹینک تباہ اور 5 اہل کار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ ہرات کے ضلع گلران میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 2 چوکیاں فتح، 2 کمانڈروں سمیت 8 اہل کار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 2 ہیوی مشن گن، 2 جھلتر بندوق، پانچ کلاشنکوف، 2 پستول ایک راکٹ لانچر اور ایک اینٹی ایئر گرافٹ گن سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆ صوبہ غور کے صدر مقام چچنجران شہر میں پیروز کوہ اور جرنی سرخ کے علاقوں کے پچاس خاندانوں نے کمانڈر محمد کے سربراہی میں حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کی مخالفت سے دست برداری کا اعلان کیا۔

☆ صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ میں چیشمرہ کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکہ سے ٹینک تباہ اور اس میں سوار 6 اہل کار ہلاک ہوئے۔

20 جولائی:

☆ صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب میں واقع جنگ جوؤں کی 2 چوکیوں پر شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دونوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 14 ہلاک جب کہ وحشی کمانڈر سرخہ سمیت 9 زخمی اور دیگر فرار ہوئے۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں ہلکے بھاری ہتھیاروں سے پولیس مجاہدین نے مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور آس پاس چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز تباہ ہونے کے علاوہ 14 اہل کار ہلاک جب کہ 10 زخمی ہوئے اور مجاہدین نے ایک فوجی ٹینک، ایک اینٹی ایئر کرافٹ اور کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے بھاری ہتھیار غنیمت کرلی۔

☆ صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں پولیس اہل کاروں کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 7 اہل کار ہلاک جب کہ دیگر فرار ہو گئے۔

21 جولائی:

☆ صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں بیس پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں بیس فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 16 ہلاک جب کہ دیگر زخمی اور فرار ہوئے، اس کے علاوہ 2 فوجی رینجر گاڑیاں تباہ اور مجاہدین نے 6 رائفلیں، 4 کلاشنکوفیں، 3 ہیوی مشین گنیں، 2 راکٹ، اور کافی مقدار میں مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع جغتو میں قیاغ درہ کے علاقے میں واقع پولیس مرکز اور تین چوکیوں پر اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز اور ایک چوکی فتح ہوئی اور 5 اہل کار ہلاک جب کہ 10 زخمی ہوئے، ایک رینجر گاڑی، ایک موٹر سائیکل تباہ ہوئے اور مجاہدین نے ایک رینجر گاڑی، ایک مارٹر توپ، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، ایک رائفل، 4 کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆ صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں قلعہ سنگر کے علاقے میں پولیس چوکی پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس سے چوکی فتح، 5 اہل کار ہلاک، جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ کابل کے ضلع پغمان میں انٹیلی جنس سروس اہل کاروں پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں 6 اہل کار موقع پر ہلاک ہوئے اور مجاہدین ایک گاڑی، 2 کلاشنکوفیں، 3 پستول، 8 موبائل سیٹیں، ایک جی پی ایس، 3 دوربین، 2 کیمرے اور نقدی غنیمت کر کے بحفاظت اپنے مراکز کو لوٹ گئے۔

☆ صوبہ بلخ کے ضلع البرز میں واقع جنگ جوؤں کی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک چوکی فتح اور وہاں تعینات 3 اہل کار ہلاک جب کہ ضلع شلگرہ پولیس چیف کمانڈر سید عارف اور جنگ جو کمانڈر دوا جان سمیت 9 اہل کار زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ بغلان کے ضلع نہرین میں مجاہدین نے ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور آس پاس چوکیوں پر شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے پل کلان نامی چوکی فتح ہونے کے علاوہ 2 پولیس اہل کار ہلاک جب کہ وحشی جنگ جو کمانڈر ولی اور انٹیلی جنس سروس چیف سمیت 12 اہل کار زخمی ہوئے۔

22 جولائی:

☆ صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں آغا صاحب غٹو کے علاقے میں واقع پولیس چوکی پر ہونے والے حملے کے دوران چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 12 ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور دیگر فرار ہوئے، اس کے علاوہ ایک ہیوی مشین گن، ایک رائفل، ایک راکٹ، 3 کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان مجاہدین نے غنیمت کرلیا گیا۔

☆ صوبہ پکتیا کے ضلع اومنه میں جنگ جوؤں اور پولیس اہل کاروں کے مرکز اور چار چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز اور چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 14 اہل کار ہلاک جب کہ 12 زخمی اور دیگر فرار اور مجاہدین نے 10 کلاشنکوفیں، 4 ہیوی مشین گنیں، 2 راکٹ، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

23 جولائی:

☆ صوبہ نورستان کے صدر مقام پارون شہر کے کوشٹ پولیس اہل کاروں کے کاروان پر یکے بعد دیگرے دھماکے ہوئے، جس کے نتیجے میں 2 فوجی رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 10 اہل کار ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ دانی کنڈی کے ضلع گیزاب میں کھور کے علاقے میں واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 4 چوکیاں، پانچ فوجی مراکز فتح، 14 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ زابل کے ضلع اتغر میں ضلعی مرکز اور فوجی یونٹ پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ضلعی مرکز، اور 2 اہم یونٹ فتح، متعدد ٹینک و فوجی گاڑیاں تباہ ہوئیں اور 23 فوجی ہلاک ہوئے۔

24 جولائی:

☆ صوبہ میدان کے ضلع نرخ میں قرچغ کے علاقے میں جنگ جوؤں کی چوکی پر حملے کے دوران 5 شرپسند ہلاک ہوئے اور مجاہدین نے 5 کلاشنکوفیں، ایک ہیوی مشین گن، 2 رائفلیں سیٹیں، ایک امریکی پستول اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی۔

25 جولائی:

☆ صوبہ لوگر کے ضلع چرخ کے مربوطہ علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 5 اہل کار ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک کے رہائشی 5 فوجی اور جنگ جو حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین سے آٹے

26 جولائی:

☆ صوبہ پکتیا کے ضلع احمد خیل میں دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی تگ و دو کے نتیجے میں کابل انتظامیہ کی 16 پولیس اہل کار حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین سے آملے

☆ صوبہ کابل میں کابل شہر کے کمپنی کے علاقے میں کابل انتظامیہ کے انٹیلی جنس سروس کے سپیشل فورس اہل کاروں کے صفریک نامی فوجی مرکز پر امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد نے بارود بھری گاڑی کے ذریعے شہیدی حملہ انجام دیا، جس کے نتیجے میں مرکز مہندم، وہاں تعینات درجنوں وحشی اہل کار ہلاک و زخمی اور متعدد فوجی گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔

☆ صوبہ میدان کے ضلع نرخ کے درانی کے علاقے میں سپیشل فورس اہل کاروں کے کاروان کو امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد نے شہیدی حملہ کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں متعدد ٹینک و گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ درجنوں وحشی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ پنجشیر کے پریان اور آبشار اضلاع میں مجاہدین نے دشمن کی چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ضلع پریان میں ایک چوکی اور ضلع آبشار کے درہ عبداللہ خیل کے علاقوں میں دو چوکیاں فتح ہوئیں، اس کے علاوہ 8 اہل کار ہلاک جب کہ 13 زخمی اور دو فوجی رینجر گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔

27 جولائی:

☆ صوبہ ہلند کے ضلع گرمسیر میں کھ پتلی فوجیوں، پولیس اہل کاروں اور جنگ جوؤں نے امریکی طیاروں ہمراہ آپریشن کا آغاز کیا، جن پر مجاہدین نے جوابی کارروائی کر کے ان کے ایک گاڑی تباہ، 14 فوجی ہلاک، جب کہ دیگر نے فرار کی راہ اپنائی۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع شگلر میں مجاہدین نے کھ پتلی فوجوں کو محاصرے میں لے کر ان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 8 اہل کار ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ تخار کے ضلع آب نمک میں مربوط علاقوں میں سیکورٹی فورسز نے مجاہدین کے مراکز شدید حملہ کیا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 12 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 16 زخمی اور دیگر فرار ہوئے۔

28 جولائی:

☆ صوبہ غزنی کے ضلع مقرر میں علم خیل کے علاقے میں بم دھماکہ سے فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار 5 اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ قندھار کے ضلع اغنداب میں سرہند اور سیاہ سنگ کے علاقوں میں دشمن پر یکے بعد دیگرے دو بم دھماکے ہوئے، جس سے 2 ٹینک تباہ اور ان میں سوار 3 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ غور کے صدر مقام چچنچر ان شہر میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے 100 گاؤں پر مشتمل 15000 خاندانوں نے جناب

حاجی عبدالرحمن کی سربراہی میں مجاہدین سے بیعت کا اعلان کیا۔ حاجی عبدالرحمن نے 1000 کلاشنکوف، 100 ہیوی مشن گن، 80 راکٹ لانچر، 2 اینٹی ایئر گرافٹ گن اور 3 مارٹر توپوں سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان مجاہدین کے حوالے کر دیا۔

☆ صوبہ تخار کے ضلع نمک آب میں کھ پتلی فوجوں نے صلیبی فضائیہ کے تعاون سے ٹینکوں، بکتر بند اور رینجر گاڑیوں کے ہمراہ مجاہدین کے خلاف وسیع کارروائی کا آغاز کیا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، اس دوران صلیبی غلاموں پر شدید دھماکے بھی ہوئے۔ مسلسل حملوں کے دوران 18 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 22 زخمی اور ایک رینجر گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ مجاہدین نے کافی مقدار میں اسلحہ وغیرہ بھی غنیمت کر لیا۔

29 جولائی:

☆ صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک میں نام نہاد کمانڈوز پر یکے بعد دیگرے دو بم دھماکے ہوئے، جس سے 2 ٹینک تباہ اور ان میں سوار 11 اہل کار ہلاک ہوئے۔

30 جولائی:

☆ صوبہ غور کے ضلع دولینہ میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے 65 جنگ جو مجاہدین سے آملے۔

☆ صوبہ ہلند کے ضلع کجکی میں واقع اہم مرکز پر مجاہدین نے حکمت عملی کے تحت بم دھماکہ کیا، جس سے مرکز مہندم اور اس میں تعینات 16 اہل کار ہلاک ہوئے۔

31 جولائی:

☆ صوبہ بدخشان کے ضلع تگاب میں کوتوالا اور خنک میں نام نہاد قومی لشکر کے 15 جنگ جو حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبردار ہوئے۔

☆ صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں شہباز کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک ٹینک اور ایک گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ 9 اہل کار بھی و زخمی ہوئے۔

☆ صوبہ غزنی کے ضلع شگلر میں سلطان باغ کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی قافلے پر حملہ کیا، جس میں 8 اہل کار مارے گئے۔

☆☆☆☆☆

قبائل اور مالاکنڈ ڈویژن کے ملحقہ علاقوں میں روزانہ کئی عملیات (کارروائیاں) ہوتی ہیں لیکن ان تمام کی تفصیلات ادارے تک نہیں پہنچ پاتیں اس لیے میسر اطلاعات ہی شائع کی جاتی ہیں۔ متعلقہ علاقوں کے ذمہ داران سے بھی گزارش ہے کہ وہ تفصیلی خبریں ادارے تک پہنچا کر اُمت کو خوش خبریاں پہنچانے میں معاونت فرمائیں (ادارہ)۔

۲۰ جولائی: بلوچستان کے سرحدی شہر چمن کے مال روڈ پر مجاہدین نے ایف سی کی پٹرولنگ گاڑی کو موٹر سائیکل بم کے ذریعے اس وقت نشانہ بنایا جب وہ معمول کے گشت پر تھے۔ اس حملے کے نتیجے میں ایف سی کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۲۲ جولائی: صوبہ بلوچستان کے ضلع مستونگ میں خوشرود کے مقام پر پولیس موبائل کو مجاہدین نے کامیابی سے نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں کئی پولیس اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۲۲ جولائی: ڈیرہ اسماعیل خان میں سابقہ وزیر زراعت اکرام اللہ خان گنڈاپور پر استشہادی حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں وہ کئی ساتھیوں سمیت زخمی ہوا اور بعد ازاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہلاک ہوا۔ اکرام گنڈاپور دسیوں مجاہدین کو شہید کرنے کی جرم میں مجاہدین کو مطلوب تھا۔ اس کے علاوہ اس کے کہنے پر مولوی قطب الدین، قاری اکرام اور کمانڈر ملنگ کو بھی بے دردی سے شہید کیا گیا۔

۲۵ جولائی: باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ماموند کے سرحدی علاقوں ڈنڈو سر، طوطیانو کنڈو اور لکڑو سر پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے فوجی چیک پوسٹوں پر تابڑ توڑ حملے کیے۔ ان حملوں کے نتیجے میں درجنوں سیکورٹی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۲۸ جولائی: ضلع لوڑدر میں جنڈول سروگلوسر میں واقع پاکستانی فوج کی پوسٹوں پر پے درپے حملے کیے گئے، جس کے نتیجے میں ۲ فوجی اہل کار ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

۳۰ جولائی: جنوبی وزیرستان کے علاقے دوہ توہی ڈور کلمے میں سیکورٹی فورسز کے قافلے کو ایک مائن حملے کے ذریعے نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں ۴ فوجی ہلاک جب کہ ۲ شدید زخمی ہوئے۔

۳۱ جولائی: صوبہ بلوچستان کے صدر مقام کوئٹہ کے علاقے زرغون آباد میں مجاہدین نے سی آئی اے انسپکٹر کو ہدف کارروائی میں نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا۔

☆☆☆☆☆

۲ جولائی: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے قندھاری میں فوجی قافلے کو ریموٹ کنٹرول بم حملے کا نشانہ بنایا گیا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی اہل کار ہلاک ہو گیا۔

۲ جولائی: مہمند ایجنسی کی تحصیل وادی سوران میں مجاہدین نے فوجی پوسٹ پر چھاپہ مار کارروائی کی، جس کے نتیجے میں ۳ فوجی اہل کار ہلاک ہو گئے۔

۵ جولائی: پشاور کے علاقے بڈھ بیر میں فوجی حوالدار نور سعید، جو کہ چھٹیاں گزارنے گھر آیا ہوا تھا، کو مجاہدین نے اُس کے گھر سے گرفتار کیا اور بعد ازاں ضروری تفتیش کے بعد اُسے قتل کر دیا۔

۷ جولائی: شمالی وزیرستان کی تحصیل دوسلی میں فوجی گاڑی مجاہدین کی بچھائی گئی بارودی سرنگ سے ٹکرا کر تباہ ہو گئی، جس کے نتیجے میں ۲ فوجی اہل کار ہلاک اور ۶ شدید زخمی ہوئے۔

۸ جولائی: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائزئی کے علاقے بید مئی میں بارودی سرنگ دھماکوں کے نتیجے میں ۳ فوجی اہل کار ہلاک اور ۲ زخمی ہوئے۔

۱۲ جولائی: باجوڑ ایجنسی کے علاقے لوئے ماموند میں ککلوٹ ڈھنڈی سر کے مقام پر پاکستانی فوجیوں پر مجاہدین نے اس وقت حملہ کیا جب وہ سرحد پر باڑ لگانے میں مصروف تھے۔ اس حملے میں ۶ فوجی اہل کار ہلاک ہوئے۔

۱۵ جولائی: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائزئی میں واقع معروف سلالہ چیک پوسٹ پر مجاہدین نے فوجی اہل کاروں کو اُس وقت نشانہ بنایا جب وہ باڑ لگانے میں مصروف تھے۔ اس حملے میں ایک فوجی اہل کار ہلاک اور ۲ زخمی ہوئے۔

۱۷ جولائی: شمالی وزیرستان کی تحصیل میر علی کے علاقے کم سروبی میں رزمک روڈ پر فوجی گاڑی کو ریموٹ کنٹرول بم حملے کا نشانہ بنایا گیا، جس کے نتیجے میں گاڑی مکمل طور پر تباہ ہو گئی اور حوالدار سمیت ۲ فوجی اہل کار ہلاک ہوئے۔

۱۹ جولائی: براول بانڈی (نصرت درہ) میں پاکستانی فوج کے مورچوں پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں اور سنائپر کے ذریعے حملہ کیا جس کے نتیجے میں ایک فوجی اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

مشرف کی ویڈیو وائرل، حکومت میں آنے کے لیے امریکیوں سے مدد کی درخواست:

تازہ وائرل ہونے والی ویڈیو میں مشرف اور امریکیوں کے درمیان ہونے والی بات چیت کے چند مناظر ہیں۔ امریکی معنی خیز انداز میں اس سے سوال کرتے ہیں کہ ایسا کیا کیا جائے کہ ہمارا پیسے کا صحیح استعمال ہو اور دہشت گردی، اسلامی رجعت پسندی اور القاعدہ سے ہمارا دفاع ہو سکے۔ پھر دوسرے منظر میں پرویز مشرف اپنی خدمات گنواتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اس کی خفیہ طور پر مدد کریں تاکہ وہ دوبارہ اقتدار میں آسکے۔ پرویز مشرف کہتا ہے کہ اس کی کوششوں سے پاکستان میں غربت کی سطح ۳۴ سے ۱۷ فیصد آگئی۔ جس کے جواب میں امریکی اس پر برہم ہو کر ڈانٹ پلاتے ہوئے کہتا ہے کہ ہمیں تمہاری غربت سے کوئی سروکار نہیں، نہ ہی ہم نے یہ رقم تمہیں غربت مٹاؤ پروگرام کے لیے دی تھی۔ یہ ڈانٹ صرف مشرف نہیں بلکہ اس پورے جرنیلی ٹولے کے لیے تھی جو تاحال امید لگائے بیٹھا کہ کسی طرح حالت سدھر جائیں تو وہ اپنے امریکی آقاؤں سے مزید ڈالر اینٹھ سکیں۔

عسکری پارک حاشہ، جھولا گرنے سے سولہ سالہ لڑکی جاں بحق اور بچوں عورتوں سمیت چوبیس افراد زخمی:

اطلاعات کے مطابق جاں بحق ہونے والی لڑکی کے اہل خانہ کی جانب سے ایف آئی آر درج کروانے میں تاخیر کے سبب پارک انتظامیہ کے خلاف مقدمہ ریاست کی مدعیت میں درج ہوا۔ تاکہ ریاست جو عسکری مافیا کے سامنے ویسے ہی ہر شعبے میں گھٹے ٹیکے ہوئے ہے، مقدمہ ہارنے کے لیے بھی کوئی کسر نہ چھوڑ رکھے۔ شائع ہونے والی کسی ایک خبر میں پارک مالکان کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔ ایک لمحے کو فرض کیجیے کہ یہ حادثہ عسکری پارک میں نہیں بلکہ کہیں اور ہوا ہوتا جہاں مالکان سولین ہوتے۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میڈیا نے کیسے مالکان کے نام پتے کا کھوج لگالینا تھا اور پھر عدالتی کارروائی سے پہلے ہی ان کا میڈیا ٹرائل کرنا تھا۔ لیکن جب معاملہ عسکری پارک کا ہو تو زیادہ شور شرابہ کیوں ہو؟ اگر آپ کو یاد ہو کہ کراچی میں شیر شاہ پل جو ستمبر ۲۰۰۷ء میں مشرف کے افتتاح کرنے کے ۲۰ روز بعد ہی گر گیا، جس میں کئی افراد جاں بحق اور بہت سے زخمی ہوئے، اس کی انکوائری رپورٹ کتنا عرصہ رُکی رہی؟ پھر اسے بااثر افراد کے دباؤ پر تبدیل کیا گیا اور سانحے کا ذمہ دار اس کے ڈیزائن کو قرار دیا گیا۔ مقدمے کی ابتدا میں عدالت نے سابق چیئر مین نیشنل ہائی وے اتھارٹی میجر جنرل راجہ فرخ جاوید کی ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست مسترد کرتے ہوئے گرفتار کرنے کا حکم دیا لیکن موصوف کو چونکہ فوجی اشرافیہ کا حصہ ہونے کا اعزاز حاصل تھا لہذا احاطہ عدالت سے پولیس ہی کے تعاون سے باآسانی فرار ہوئے۔

حکومت کی جانب سے کبھی بھی اس چیز کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ بڑے شہروں میں قائم کردہ پارکس میں جھولوں کی مشینری میں کوالٹی کنٹرول اور سیفٹی کا کیا معیار ہے۔ ایمر جنسی کی صورت میں ریلیکھو کے حوالے سے کیا انتظامات ہیں۔ ان پرائیویٹ پارکس

بشمول آرمی، نیوی اور ایئر فورس میوزیم کا ایک اور تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ دوپہر کے بعد رات تک تو یہ تفریحی مقام ہیں جب فیملیز کا رش ہوتا ہے لیکن صبح کے اوقات میں یہ پارک اور میوزیم ڈیٹ پوائنٹس، بلکہ قحبہ خانوں کا متبادل ہیں۔ صبح کے اوقات میں ان کے دروازوں پر بڑی تعداد سکول کالج کے لڑکے لڑکیوں کی نظر آئے گی جو سکول کالج کا بہانہ بنا کر یہاں وقت گزارتے ہیں اور انتظامیہ جاننے بوجھتے کوئی روک تھام نہیں کرتی۔

مذہبی سیاسی جماعتوں کے بعد اب دینی مدرسے کی جانب سے بھی ویڈیوز میں موسیقی کا استعمال:

ایک دینی ادارے کی تیار کردہ اصلاحی پیغامات پر مبنی ویڈیوز اکثر نظر سے گزرتی تھیں۔ اس دفعہ حیرت کی انتہا نہ رہی جب ایک ویڈیو میں واضح طور پر موسیقی کا استعمال کیا گیا تھا۔ ویڈیو میں چونکہ ادارے کا لوگو موجود تھا اور پس منظر میں جس شخص کی آواز تھی اسے بھی میں پہچانتا تھا کہ اس ادارے کی ویڈیوز میں ایک ہی شخص کی آواز ہوتی تھی لیکن پھر بھی یقین آکے نہ دیا کہ ایک دینی ادارہ آخر کس طرح موسیقی کا استعمال کر سکتا ہے۔ تحقیق کی غرض سے ادارے کا فیس بک اور یوٹیوب چینل دیکھا جہاں ایک اور ویڈیو جو پاکستانی افواج کی مدح کی غرض سے بنائی گئی تھی، اس میں بھی موسیقی موجود تھی۔ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کن حضرات کے کہنے پر یہ تبدیلی وقوع پذیر ہو رہی ہے۔ شروعات اس کی اسد امانت علی خان کے گائے گئے ایک ملی نغمے سے ہوئی تھی جس کو بہت سے مشہور نعت خواں حضرات سے اکٹھا گویا گیا تھا اور مفتیان کے بیانات سے مزین کیا گیا تھا۔ بات صرف ایک قدم تک تو رہی نہ تھی لہذا سلسلہ چل نکلا ہے۔ بہر حال ابھی ایک جگہ سے ہوئی ہے اور فی الحال کسی جانب سے اس عمل پر اعتراض دیکھنے میں نہیں آیا ہے۔ اس ضمن میں علمائے کرام سے درخواست ہے کہ وہ عوام الناس کو اس مسئلے کے متعلق ضرور آگہی دیں کہ ایک حرام فعل کا ارتکاب کوئی جہالت کے باعث کرے تو اس کا کیا حکم ہے اور اگر کوئی علم کا دعوے دار کسی حرام کام کو حلال سمجھ کر کرے اور اپنے اس فعل سے دوسروں کو ترغیب دینے کا بھی باعث بنے تو اس کا کیا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو موسیقی سمیت ہر اس فتنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں جو روز آخرت ہماری پکڑ کا سبب بن سکتے ہو۔

پاکستان کو ۱۲ بلین ڈالر کی فوری ضرورت ہوگی۔ اسد عمر (پاکستان کا متوقع وزیر فنانس):
یہ اسی پارٹی کے مستقبل کے وزیر خزانہ کا بیان ہے جو اپنے پورے سیاسی کیریئر میں کشتوں توڑنے کے دعوے کرتی رہی۔ جواز دیا جا رہا ہے کہ سب پچھلی حکومت کا کیا دھرا ہے اور ہمیں ورثے میں ایسا پاکستان مل رہا ہے۔ پاکستان پہلی دفعہ ایوب خان کے دور میں آئی ایم ایف کے در پر گیا جس کے بعد وقتاً فوقتاً تمام ہی حکومتیں آئی ایم ایف سے قرضے لے کر مجموعی قرضوں کا بوجھ بڑھاتی رہیں۔ ان قرضوں کے تحت فراہم کی جانے والی رقم کی

وصولی کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے کیسے اور کہاں خرچ کی جاتی ہے یہ بھی ایک طویل موضوع ہے جان پر کنز کی کتاب Confessions of Economic Hitman میں اسے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ کیسے ان قرضوں سے حکومتوں کو جکڑا جاتا ہے۔ پاکستان کو دیئے جانے والے قرضوں میں شرائط کا بھی اہم کردار رہا یہ تمام کی تمام شرائط ایسی رہیں جن کا بدترین اثر بھی امیر افراد کی بجائے عام آدمی پر پڑا۔ اداروں کی پرائیویٹائزیشن، سبسڈی کی کمی یا بندش، مصنوعات پر ٹیکسز اور بیرونی ممالک سے آنے والی مصنوعات پر ٹیکسز کی کمی وغیرہ سمیت تمام ہی شرائط نے ملکی معیشت کو بے تحاشا نقصان پہنچایا۔ پاکستانی حکومتیں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی شرائط کے مطابق ہی چلیں ہیں۔ اس کے لیے اگر ہم پاکستان کے فنانس شعبے سے تعلق رکھنے والی بہت سی اہم شخصیات کے پروفاصل کو دیکھیں تو پتہ چلے گا ان کا سابقہ تعلق آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے رہا۔ اس طرح حکومتی عہدے حاصل کر کے ان شخصیات نے انہی اداروں کے ایجنڈے کو آگے بڑھایا۔ مثال کے طور پر عبداللطیف شیخ جو ۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۳ء تک وزیر خزانہ رہا اس سے قبل ورلڈ بینک کے ملازم تھا۔ شاہد جاوید برکی جو ورلڈ بینک کے وائس پریزیڈنٹ رہا، ۱۹۹۶ء میں وزیر خزانہ رہا۔ مشرف دور میں شوکت عزیز پہلے وزیر خزانہ اور بعد ازاں وزیر اعظم بنایا گیا، جو امریکا کے ڈی بی سی کے صدر رہا۔ سابقہ وزیر اعظم راجہ اشرف نے اپنے داماد کو بھی عہدہ دیا جو ورلڈ بینک سے منسلک رہا تھا۔ بہر حال یہ صورت حال تو اب تک تھی ان مشکلات میں ایک اور اضافہ سی پیک کے بعد سامنے آیا ہے۔ ماہرین معاشیات کے مطابق روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے سی پیک منصوبوں کے لیے درآمد کی جانے والی مشینری ہے جس پر کثیر رقم خرچ ہوئی ہے۔ اب جب پاکستان نے آئی ایم ایف سے امید باندھنی شروع کی تو امریکہ کا دو ٹوک موقف سامنے آیا کہ آئی ایم ایف سے ملنے والی رقم کو چینی قرضوں کی ادائیگی کے لیے نہیں استعمال کیا جانا چاہیے۔ سی پیک منصوبوں سے قبل بھی چینی مصنوعات پاکستانی معیشت کا کچھ مر نکال چکی تھیں، اب رہی کسری سی پیک منصوبوں نے پوری کردی ہے جو پاکستان پر مزید قرضے لادنے کا سبب بن رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حقیقت کا ادراک کیا جائے کہ چین پاکستانی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی پر پاؤں رکھ کر عالمی منڈی میں رسائی حاصل کر رہا ہے اور ہم اس کے کردار کو عوام کے سامنے خوش نما نعوں میں لپیٹ کر پیش کر رہے ہیں۔

مجھے کہا گیا فیصلوں پر عمل کرو چیف جسٹس بنادیں گے (جسٹس ریٹائرڈ فخر النساء):

لاہور ہائیکورٹ کی سابق سینئر ترین جج اور سابق ایم این اے فخر النساء نے اپنی کتاب ”وکالت، عدالت اور ایوان تک“ میں انکشاف کیا ہے کہ اسے لاہور ہائیکورٹ کی چیف جسٹس بننے کی پیشکش کی گئی لیکن ساتھ یہ شرط بھی لگائی گئی کہ جو فیصلہ جھجھوایا جائے گا اس پر من و عن عمل درآمد کرنا ہوگا اور گارنٹی کے طور پر اسے اپنا استعفیٰ پیشگی دینا ہوگا۔ یہ پیشکش اُس نے ٹھکرا دی جس کے بعد جو نیئر جج کو سپر سید کر کے چیف جسٹس بنادیا گیا۔ خاتون جج نے جو انکشاف کیا ہے اس پیشے سے وابستہ افراد بخوبی جانتے ہیں کہ ججوں کی

تقرری، تبادلے اور ترقیوں سے لے کر بیٹیوں کا بناغرض تمام ہی معاملات ایسے انداز میں گرفت میں لیے جاسکے ہیں جس سے ٹکنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ ان انکشافات نے جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے آئی ایس آئی پر لگائے جانے والے الزامات کی تصدیق کر دی ہے۔ بجائے اس کے کہ شوکت عزیز صدیقی صاحب کی جرات کی داد دی جاتی لیکن حیرت انگیز طور پر ایسے ایسے افراد کی جانب سے فوج کا دفاع اور شوکت عزیز صاحب پر لعن طعن کا سلسلہ شروع کیا گیا جن کا اس معاملے سے کوئی تعلق بتانہ تھا۔ اس معاملے نے تو بہت سے لوگوں بشمول مذہبی سیاسی اور بڑی دانشور شخصیات کی قلبی کھول کر رکھ دی کے وہ اب ہیں کس طرف۔ عوام کے لیے یقیناً سنہری موقع ہے کہ جرنیلی مافیا کے سہولت کاروں کو ٹھیک ٹھیک پہچان لیں کہ یہی ان غنڈوں کو ہر قسم کے شعبے میں اپنی گرفت مضبوط کرنے میں رہ نمائی اور مدد فراہم کرتے ہیں۔ اداروں میں تقرریوں، تبادلوں اور ترقی کے معاملات کو کنٹرول کرنا صرف ایک عدلیہ کے شعبے تک محدود نہیں بلکہ پولیس سمیت بہت سے دوسرے اہم سرکاری سولیلین اداروں کا کنٹرول بھی اصلاً اسی مافیا کے ہاتھ میں ہے جو کبھی ”خلائی مخلوق“ کبھی ”محکمہ زراعت“ کے نام سے جانے جا رہے ہیں۔

اے ٹی سی عدالت سے نقیب اللہ کیس میں راؤ انوار کی ضمانت:

دس لاکھ روپے کی ضمانت پر راؤ انوار کی رہائی نے اس نام نہاد عدالتی نظام کی اصلیت کو ایسے بے نقاب کیا ہے کہ اب اس نظام کے ذریعے انصاف کے حصول کی آس لگانے والوں کی اچھی خاصی تسلی ہو جانی چاہیے، جو نظام کے اندر رہتے ہوئے ہی اسے عوام دوست نظام بنانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ ریاست کا بھی کیا خوب حساب ہے کہ اس نے راؤ کے ہاتھوں جعلی مقابلوں میں قتل ہونے والے افراد کی قیمت کا تعین بمشکل دو ہزار روپے لگایا ہے۔ دس لاکھ روپے کی رقم تو اس کے ماتحت چلنے والے غنڈے ہی چند دنوں میں کمالیتے تھے۔ شاید یہ مذاق کر کے عدالت کو قوم کی حس مزاح کو جھنجھوڑنا مقصود ہوگا۔ بھلا ایک ایسا کیس جس میں پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا نے بھرپور کمپین چلائی، لاکھوں افراد کے جلسے، سیاست دانوں کے تند و تیز بیانات اور عوامی رائے عامہ سے لے کر زمینی حقائق اور ثبوت... غرض کچھ بھی تو ایسا نہ تھا جو راؤ انوار کو اس کیس میں کسی قسم کی مدد فراہم کرتا۔ سوائے اس ایک حقیقت کے، کہ راؤ انوار کے گلے میں جن بد معاشوں نے پٹہ ڈالا ہے وہ اپنے پالتو وفاداروں کی حفاظت کو ہر صورت یقینی بناتے ہیں... جن کے نزدیک ملک ٹوٹ جانا، لاکھوں افراد کا بے گھر ہونا اور قتل کیا جانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بھلا ایسے فرعونوں کو کسی شش و پنج میں پڑ کر اپنے کسی پالتو کی قربانی دینے کی ضرورت کیوں پڑے گی جب ان کے مکروہ سیاہ افعال پر پردہ ڈالنے والے ان کو جائز قرار دینے والے خود ساختہ دانش وروں اور مفتیوں کی بھی کمی نہ ہو۔ فرض کیجیے راؤ انوار نے یہ سیکڑوں قتل نہ کیے ہوتے بلکہ صرف ایک قتل کسی فوجی افسر کے بیٹے کو قتل کیا ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ وہ اس طرح چھوٹ پاتا۔ اس وقت بھی کتنے ہی افراد ایسے ہیں جو تاوان اور رشوت نہ دینے کے جرم میں جھوٹے مقدمات کا شکار ہو کر جیلوں میں سڑ رہے ہیں اور ان کو کوئی پوچھنے والا

نہیں۔

۲ سال سے جیل میں قید و قار شاہ نامی شخص نے اخباری نمائندے کو بتایا کہ وہ سعودی عرب میں ملازمت کر رہا تھا چھٹیوں میں واپس آتے ہوئے ایک شخص نے اسے کال کی کہ اسے ایک بیگ میں سونا لے جانا ہو گا انکار کی صورت میں سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس نے انکار کر دیا کراچی پہنچنے پر اسے دھمکیاں ملنے لگیں پھر ایک دن کورنگی کے علاقے میں ایک کار نے اسے ٹکرا دی جس کے بعد پولیس موبائل آئی اور اس میں موجود ایس ایچ او امان اللہ مروت نے اس کی ٹانگ پر گولی ماری۔ اسے ہسپتال لے جایا گیا لیکن علاج نہ کیا گیا اور نہ ہی گولی نکالی گئی جس کے باعث بعد میں زہر پھیلنے کے سبب ٹانگ کاٹنی پڑی۔ اس کے بعد جھوٹا مقدمہ بنا کر جیل بھیج دیا گیا۔ تفتیشی افسر اور گواہان کی عدالت میں غیر حاضری کے سبب مقدمہ تعطل کا ہی شکار ہے۔

آسام چالیس لاکھ مسلمانوں کی شہریت منسوخ:

بھارتی صوبہ آسام جس کی سرحد بنگلہ دیش سے ملتی ہے، میں شروع کی جانے والی شہریت کی تصدیقی مہم میں گزشتہ ماہ تک تین کروڑ انتیس لاکھ باشندوں نے درخواستیں جمع کروائیں جن میں سے چالیس لاکھ شہریوں کی دستاویزات کو رد کر کے انہیں غیر ملکی قرار دے دیا گیا ہے۔ حکومتی اعلان کے مطابق ستمبر تک ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوگی لیکن ستمبر کے بعد ان کے خلاف کریک ڈاؤن شروع ہو گا۔ اس تصدیقی مہم میں آسام کے نیشنل رجسٹر آف سیٹیزنز میں مولانا بدرالدین اجمل سمیت نصف درجن اراکین اسمبلی کے بھی نام نہیں ہیں۔ ہندو انتہا پسند تنظیموں کی جانب سے بھی اشتعال انگیز بیانات کا سلسلہ جاری ہے اور مسلمانوں کو طاقت کے زور پر نکلنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ یہ صورت حال بالکل وہی ہے جس کا شکار برمی مسلمان ہوئے کہ برما کی حکومت انہیں کسی طور برداشت کرنے کو تیار نہیں اور یہ مسلمان جب لئے پٹے بنگلہ دیشی سرحد پر پہنچتے ہیں تو وہاں بنگلہ دیشی سیکورٹی فورسز کی جانب سے واپس دھکیلا جاتا ہے۔ نتیجتاً جو مسلمان برمی سیکورٹی فورسز کے ہاتھوں بچ بھی جائیں تب بھی سرحدوں پر ہی دونوں اطراف کی سیکورٹی فورسز کی گولیوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ واضح رہے کہ ۱۹۸۰ء میں کانگریسی وزیر اعظم اندرا گاندھی کے دور حکومت میں ایک معاہدہ طے پایا تھا کہ ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کے قیام کے وقت آسام میں آنے والے یارہ جانے والے تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کو بھارتی تصور کیا جائے گا۔ لیکن اب چونکہ مسلمانوں کی یہ بڑی آبادی الیکشن میں ہندو انتہا پسند تنظیموں کے خلاف ایک بڑا ووٹ بنک بن گئیں لہذا ان سے جان چھڑانے اور مکمل اکثریت حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو بزور قوت نکلانے اور ختم کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ اس ساری صورت حال پر مسلم دنیا بلکہ خود بھارت کے مسلمانوں کی جانب سے کیا رد عمل ہو گا یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔ کیونکہ اب آئے روز ایسے واقعات بھارت کی مختلف ریاستوں میں رپورٹ ہو رہے ہیں کہ کسی بھی مسلمان پر گائے کے ذبح کا الزام لگا کر اس پر تشدد کیا جاتا ہے اور قتل کر دیا جاتا ہے اس کے علاوہ مسلمانوں کو مار پیٹ اور ہراساں

کرنے اور ان کو بزور طاقت کفریہ الفاظ کہلوانے کے واقعات اتنی تعداد میں رپورٹ ہو رہے ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔

جنسی زیادتی کے مرتکب پادریوں کو بچانے کے لیے آسٹریلیوی حکومت کا ویٹیکن چرچ کے تعاون سے اربوں ڈالر معاونوں کی ادائیگی:

گزشتہ برس عدالتی حکم نامے کے بعد پادریوں کی زیادتیوں کا نشانہ بننے والے ۴۰۰ متاثرین کو آسٹریلیوی کلیسا نے پچیس کروڑ ڈالر کی ادائیگی کر کے جان چھڑائی جس کے بعد مزید ہزاروں متاثرین نے پادریوں کے خلاف آسٹریلیین رائل کمیشن سے رجوع کیا۔ چونکہ کلیسا کے پاس اتنے فنڈز نہ تھے لہذا آسٹریلیوی حکومت کو آمادہ کیا گیا کہ وہ ویٹیکن چرچ کی مالی معاونت کرے۔ کرپشن پوسٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ، یورپ، آسٹریلیا، افریقہ اور مشرق بعید کے ۱۰۰ سے زائد ممالک میں پادریوں کی زیادتی کا شکار افراد کی تعداد دو لاکھ سے زائد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پادریوں کی سیاہ کاریوں کے باعث چرچ لوگوں سے خالی رہنے لگے ہیں۔ مغربی معاشرے کی اخلاقی گراؤ کس سطح کو پہنچ چکی یہ اس کی ایک ادنیٰ سی جھلک ہے۔

اقلیتوں کو مذہبی آزادی دلوانے کے لیے کوشاں سیاسی جماعتوں اور ان کے پیروکاروں کی چین میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم سے چشم پوشی:

اس سال الیکشن میں غیر معمولی طور پر ایک بات تمام سیاسی جماعتوں کے منشور میں دیکھنے میں آئی وہ یہ کہ اقلیتوں کے غم میں گھلی جانے والی ان پارٹیوں نے ان کے تحفظ اور آزادی کو یقینی بنانے کا وعدہ کیا۔ ان جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت حتیٰ کہ اسلام کا نام استعمال کرنے والی جماعتوں کو بھی توفیق نہ ہوئی کہ کسی بھی فورم یا سطح پر چینی حکومت کے اوغیر مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے متعلق بات کر سکیں۔ حکومتی تقلید اور خوشامد میں جس سی پیک کے قصیدے وہ عوام کو پڑھ کر سنارہے ہیں اسی سی پیک کے اہم روٹس کو محفوظ بنانے کے لیے چینی حکومت مشرقی ترکستان میں مسلمانوں کے مکمل خاتمے پر تلی ہوئی۔ ہزار ہا مساجد کو شہید کر دیا گیا ہے، نماز روزہ، قرآن شریف سمیت اسلام سے تعلق رکھنے والی ہر شے پر پابندی لگائی گئی ہے۔ مسلمان خواتین کے لیے پردہ تو نا ممکن ہو چکا۔ اب راہ چلتی خواتین کو سرکاری اہل کاروں کی جانب سے روک کر ان کی قمیضیں کھینچنے سے کٹ کر چھوٹی کی جاتی ہیں، لاکھوں افراد کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کرنے کے لیے جیلوں میں بند کیا گیا، بچوں کو شروع ہی سے طحانہ عقائد رٹائے جا رہے ہیں اور خواتین کی جبراً کافر چینی باشندوں سے شادیاں کروائی جا رہی ہیں لیکن سلام ہے جمہوریت کا راگ الاپنے والے دینی سیاسی جماعتوں پر کہ کہیں غلطی سے ہی اس موضوع پر دو جملے بول دیں۔

☆☆☆☆☆

دل میں جب سے تجلی فرمائی
ذره ذره ہے طورِ سینائی
اِس طرف شوق بے مثال سہی
اُس طرف بھی جلالِ یکتائی
سوختہ دیدِ نور سے دل ہے
بھسم کر دل کے ساتھ بینائی
کیا تڑپ تھی دلِ شکستہ کی
تا سرِ عرش آہ پہنچائی
کیوں نہ حکمِ لقاء مجھے آیا؟
کیا نہ تھا میں بھی تیرا شیدائی؟
کس کو ہے حکمِ ہجر کا یارا؟
تجھ کو سبقت ہے شانِ تنہائی
کب تلک جوِ زیست کی یورش؟
اب تو ایمان پہ ہے بن آئی
قریہ قریہ ملامتیں سہنی
ہائے جرمِ وفا کی رسوائی
اپنی ہستی کو کر چکا قرباں
اک رضا کا ہوں اب تمنائی

لا الہ الا اللہ کی خاطر لڑنے والا ہر مجاہد پاکستانی ہے

میرے محبوب پاکستانی مسلمان بھائیو!

اپنے پاکستان کو پہچانے! مسلمانوں کے قاتل اور امریکہ کے غلام یہ جرنیل اور چور لٹیرے جھوٹے سیاستدان پاکستانی نہیں... اسلام پسند عوام اور نظام ظلم کے خلاف ڈٹے والے مجاہدین کا نام پاکستان ہے! عبدالرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ پاکستانی ہیں، عبدالرشید غازی کے قاتل پاکستانی نہیں! حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جان دینے والے ممتاز قادری رحمہ اللہ اور ان کے جنازہ میں شریک ٹھائیں مارتا عوام کا سمندر پاکستان ہیں، ممتاز قادریؒ کو پھانسی پر چڑھانے والے ملحدین پاکستانی نہیں! امریکہ اور ہندوستان کے خلاف جہاد کے انصار یہاں کی عوام پاکستانی ہیں، مجاہدین کو ڈالروں کے عوض پکڑنے اور شہید کرنے والے اجرتی قاتل پاکستانی نہیں، یہ مساجد و مدارس، سورۃ توبہ و انفال پڑھنے پڑھانے والے یہ طلباء و اساتذہ پاکستان ہیں، کالج و یونیورسٹیوں میں اپنے ایمان کی حفاظت کرنے اور غلبہ دین کی تحریک چلانے والے یہ طلبہ پاکستانی ہیں، اسلامی معاشرت زندہ رکھنے والی عفت و پاک بازی کی محافظ یہ باپردہ مائیں اور بہنیں پاکستانی ہیں، روپے کی خاطر فاشی و عریانی اور کفر والحاد پھیلانے والا جھوٹا میڈیا پاکستانی نہیں! عافیہ صدیقی پاکستانی ہیں، عافیہ صدیقی کو بیچنے والے پاکستانی نہیں۔ اخوتِ ایمان سے سرشار مجاہدین کے میزبان یہ مجاہد قبائلی پاکستان ہیں، ان قبائل پر بارود برسائے اور انہیں در بدر کرنے والی پاکستانی فوج پاکستانی نہیں۔

پاکستان وہ ہے جو نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ کا پاکستان ہے، مولانا عتیق الرحمن رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کا پاکستان ہے، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا پاکستان ہے!

ہمارے سروں کے تاج اساتذہ کرام علماء اور طلبہ سے سوال کرتا ہوں:

کیا شریعت کی خاطر کٹنے والے یہ مجاہدین اور اہل دین، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے جانشین ہیں یا ان مجاہدین کی قاتل یہ امریکی غلام پاکستانی فوج؟ کیا اسیر مالٹا شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے وارث شہید عبدالرشید غازیؒ اور مفتی نظام الدین شامزئیؒ شہید ہیں یا علماء اور اہل دین سے خیانت کرنے والا یہ حکمران طبقہ و فوج؟ جی ہاں! تحریک پاکستان میں شامل علماء کے خوابوں کے وارث یہ ملحد دانشور نہیں، فاشی و عریانی کی غلاظت کو پروان چڑھانے والے میڈیا کے یہ ضمیر فروش نہیں بلکہ وہ مجاہدین ان کے وارث ہیں جو علماء کو ان کا اصل مقام دلانا اپنا مقصد جہاد سمجھتے ہیں۔ بلاشبہ نظام کفر کے خلاف مزاحمت کرنے والے اہل دین ہی علامہ اقبال کے شاہین ہیں، وطنیت اور جمہوریت کی پوجا کرنے والے یہ سیاست دان نہیں!

پاکستان کے مسلمان بھائیو!

وطن اور زبان کے بت پاؤں تلے روندے گئے تو پاکستان وجود میں آیا۔ جن مسلمانوں نے پاکستان ہجرت کی، انھوں نے وطن کی محبت پر اسلام کو ترجیح دی اور ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے کا اعلان کر کے وطن کے بت پر تیشہ مارا۔ مگر آج نظریہ پاکستان کے برعکس یہ مسلط ظالم طبقہ نظام کفر بچانے کے لیے وطن کا بت تراش رہا ہے، اُس پاکستان کو یہ بت بنا رہے ہیں جس کی بنیاد ہی وطنیت کا انکار اور لہیت کا اقرار ہے۔ ہم خدا پرست ہیں، مسلمان خدا پرست ہوتے ہیں وطن پرست نہیں، رب ذوالجلال کی طرف سے یہ فرض ہے کہ اس وطن اور اس زمین کو خدا کے دشمنوں سے آزادی دلائی جائے۔ اس لیے ہم بانگ دہل کہتے ہیں کہ یہ آزادی کی جنگ ہے! اپنے گھر اس پاکستان کی آزادی کی جنگ ہے! پاکستان ہی نہیں، کشمیر اور ہندوستان کی آزادی کی جنگ ہے۔ اور یہ صرف ہماری جنگ نہیں، ہمارے پورے برصغیر کے مسلمانوں کی جنگ ہے۔ اس لیے کہ پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ ہے اور ہر لا الہ الا اللہ کہنے والا پاکستانی ہے۔ جی ہاں! پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ ہے اور لا الہ الا اللہ کی خاطر لڑنے والا ہر مجاہد پاکستانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاد مکہ کے خلاف نہیں تھا، مکہ کو تباہ کرنے اور اسے کفر و شرک کی ظلمتوں میں ڈالنے والوں کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم لڑے تھے۔ مکہ کو کفر و شرک کے گند سے صاف کرنے اور اسے توحید کے نور سے منور کرنے کے لیے بدر و احد کے میدان سجے تھے۔ اس ملک سے ہمیں محبت ہے، یہاں کے مکینوں اور گلی کوچوں سے ہمیں محبت ہے۔ اس محبت کا تقاضا ہے کہ وقت کے ابو جہل اور اس کے آلہ کاروں سے اپنے اس پاکستان کو آزاد کروایا جائے۔ اس لیے پاکستان پر قابض شریعت کے دشمنوں کی آنکھوں میں ہم مجاہدین آنکھیں ڈال کر کہتے ہیں کہ ہم پاکستانی ہیں اور پاکستان ہمارا ہے۔